بعون صانع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان

۳۲

اردو کا کلاسیکی ادب

خرد افروز

جلد دوم

از

حفیظ الدین احمد

ناشر

مجلس ترقی ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

فہرست

نمبر شمار	کیفیت	صفحہ
	چھین کر کھائے اور اپنی جان کھوئی ۔ —	۱۹۱
	باب کا خلاصہ ۔ —	۱۹۳
	خلاصے کا خلاصہ ۔ —	۱۹۶
	تیرھواں باب: بہ سبب زیادہ طلبی کے اپنے کام سے باز رھنے کے بیان میں	**۱۹۷ تا ۲۲۱**
۱۔	فقیر گوشہ نشین اور مہمان ھوس پیشہ کی حکایت ۔ —	۱۹۷
۲۔	کلنگ کی حکایت جس نے اپنا پیشہ چھوڑ باشے کا کام اختیار کیا ۔ —	۱۹۹
۳۔	مرد ادھیر کی حکایت جس نے تمام ڈاڑھی اپنی رنڈیوں کے ھاتھ نچوائی ۔ —	۲۰۱
۴۔	مرد شکاری کی حکایت جس نے ایک لفظ کی بدولت بہت سی نعمت پائی ۔ —	۲۰۴
۵۔	کوے کی حکایت جو کبک کی چال سیکھتا تھا ، آخر اس کے پیچھے اپنی چال بھی بھولا ۔ —	۲۰۷
	باب کا خلاصہ ۔ —	۲۰۹
	خلاصے کا خلاصہ ۔ —	۲۱۰
	چودھواں باب : حلم و بردباری کی بزرگی اور کاموں میں جلدی نہ کرنے کے بیان میں	**۲۲۲ تا ۲۴۳**
۱۔	راجا ملار کی حکایت جس نے سات خواب دیکھے اور برھمنوں سے تعبیر اس کی	

صفحہ	کیفیت	نمبر شمار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹا باب

دشمنوں کے کاروبار دنیا کے سوچنے اور ان کے فریب سے نڈر رہنے میں

راے دابشلیم نے بیدپاے حکیم سے کہا کہ یک دل دوستوں اور بھائیوں کا قصہ میں نے سنا، اب چاہتا ہوں تو آن دشمنوں کا احوال جو بہ ظاہر دوست ہوں اور آن آشناؤں کا جن کی خو بیگانوں کے مانند ہے، بیان کرے۔ برھمن نے کہا ''جہاں پناہ! آپ نے اچھی بات پوچھی کیوں کہ بہتیرے عقل مندوں نے اس قسم کے لوگوں سے دغا پائی ہے، اور کمینے دشمن جب دشمنی کے لباس میں رہ کر دشمنی نہ کر سکیں، اپنے تئیں دوست بنا کر ظاہر میں عاجزی و مہربانی کریں اور باطن میں ہزاروں مکر و فریب عمل میں لا اپنا کام نکالیں۔ دانا کو چاہیے کہ ہر چند دشمن دانا سے دوستوں کی طرح اختلاط دیکھے، زیادہ بدگمان ہووے، کیوں کہ پانی آگ کی نزدیکی سے اس کا رنگ و اثر پیدا کرتا ہے، پر جب قابو پاتا ہے ترت بجھا ہی دیتا ہے۔ دور اندیش داناؤں نے کہا ہے کہ جو کوئی اس بات کو خوب غور نہ کرے اس کی حالت وہ ہو جو کوّے سے الو کی ہوئی۔'' راے دابشلیم نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

برھمن نے کہا ''نقل ہے کہ چین کے ملک میں ایک بڑے پہاڑ پر ایک عظیم الشان درخت تھا؛ اس کی ڈالیوں پر

ہزاروں کووں نے گھونسلے بنائے تھے اور فیروز نام ان کا ایک بادشاہ تھا ؛ سب کوے اس کے فرماں بردار تھے ۔ ایک رات آلوؤں کے بادشاہ نے جو شب آہنگ کہلاتا تھا ، بہ سبب دشمنی کے جو ہمیشہ ان میں ہے ، دل بادل فوج لے کر کووں پر شب خون مارا اور انہیں ہزیمت دی اور فتح یاب ہو کر پھرا ۔ دوسرے دن کووں کے بادشاہ نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور آلوؤں کے ہجوم اور شب خون کی بات درمیان لا کر کہا کہ تم نے شب خون آلوؤں کا اور دلیری ان بد ذاتوں کی دیکھی ، دشمنی ان کی تم پر ظاہر ہوئی ؛ دیکھو رات تم میں سے کتنے مارے پڑے ، کتنے بھاگ گئے اور کتنے زخمی ہوئے ؛ علاوہ مشکل یہ ہے کہ جب انہوں نے یہاں کی راہ دیکھ لی ہے اور فتح و نصرت اپنی جانی ہے ، ہم کو غافل پا کر پھر بھی تاخت کریں گے ۔ اس بات کو سوچو اور جو صلاح ہو ٹھہرا کر ان کے دفع کی کوشش کرو ۔ اس لشکر میں پانچ کوے تھے ، ہوشیاری اور عقل مندی میں سب سے زیادہ ؛ بادشاہ کاروبار ملکی میں ان کی دانش پر اعتماد رکھتا تھا اور حادثوں کے وقت ان کی صلاح پر کام کرتا تھا ۔ فیروز شاہ نے ان سے کہا کہ اس کام کی کچھ تدبیر ٹھہراؤ ؛ خوب سوچو کہ آج اظہار دانش کا دن ہے ۔ انہوں نے بادشاہ کی مدح و ثنا کی اور کہا ”جو کچھ جہاں پناہ کی خاطر میں آوے وہی مناسب ہے ، ہم کیا عرض کریں ؛ جس قدر ہم کہیں گے اس سے ہزار چند آپ کی خاطر مبارک پر روشن ہے ؛ لیکن جو حکم ہوتا ہے تو ناچار جو کچھ ہماری خاطر میں گزرتا ہے عرض کرتے ہیں ۔“ تب ایک نے عرض کی کہ جہاں پناہ ! اگلے داناؤں نے کہا ہے کہ

جب کوئی مقابلہ دشمن کا نہ کر سکے ، چاہیے کہ اپنے خان مان سے دست بردار ہو کر بھاگے ، کیونکہ اپنی جگہ میں رہ کر لڑنا مشکل ہے ، خصوص ہزیمت کے بعد۔ اور جو کوئی بے تأمل جنگ پر اقدام کرے گویا پانی کی سیل پر سووے اور پانی پر عمارت کی بنا رکھے ، کیونکہ اپنے زور بازو پر اعتماد کرنا دور اندیشی سے بعید ہے۔ موافق اس قول کے کہ جنگ دو سر دارد ' احتمال غلبے کا دونوں طرف سے ہے ؛ مبادا کوئی کام ایسا آ پڑے کہ چارہ پذیر نہ ہو ، جیسا کسی نے کہا ہے کہ اپنے چھوٹے کے ساتھ لڑنے سے بھی پرہیز کیا چاہیے ، کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ قطرے سے سیلاب ہوتا ہے۔ جو زیادہ فوج رکھتا ہے اس سے مقابلہ نہ کر کیوں کہ نشتر پر انگلی رکھنی مشکل ہے۔ پھر بادشاہ نے دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ اس کام کی تو نے کیا تدبیر ٹھہرائی ہے ؟ اس نے عرض کی کہ بندے کی خاطر میں یہ ہے کہ دشمن کے ایک ہی حملے سے ناچار ہونا اور قدیم وطن کو چھوڑنا نامردی ہے اور اتنی ذلت و بے آبروئی اپنے اوپر لینی جواں مردی سے بعید ہے اور عقل سے باہر ؛ مناسب یہ ہے کہ لڑائی کی تیاری کریں اور دلیری و مردانگی سے انتقام لیں۔ مثل مشہور ہے : **بیت**

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

بادشاہ اس وقت کام یاب و نامور ہو کہ دونوں ہاتھوں سے تلوار مارے اور کمال دلاوری کرے۔ اب صلاح یہ ہے کہ ہر طرف ہرکارے بھیجیں ، جاسوسوں کو تعین کریں ؛ جدھر غنیم کی فوج کی سیاہی نظر آوے آدھر تیار ہو کر

آگے بڑھیں اور جنگ کے میدان میں اٹل ہو کر کھڑے ہوویں تاکہ ہم فتح یاب ہوں اور مراد اپنی پاویں یا کھیت آویں۔ سپہ سالاروں کو چاہیے کہ لڑائی کے دن اور ناموس پر بات آنے کے وقت انجام کار کی طرف نظر نہ کریں، اور لڑنے میں جان و مال کو ناچیز سمجھیں۔ 'جو تلوار کے لب پر بوسہ دے سکے عروس ملک اس کو ملے۔'

بادشاہ نے تیسرے دانا سے پوچھا کہ تیری رائے اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے نزدیک صلاح یہ ہے کہ بالفعل صلح کریں اور جو اذیت کہ ہم کو پہنچی ہے، خاطر میں نہ لاویں۔ اگر وے محصول لینے میں ہم سے راضی ہوں تو اس پر صلح کریں اور خراج دیں؛ ان کی دہشت سے خاطر جمع رکھیں۔ بادشاہوں کی نیک تدبیروں سے ایک یہ ہے کہ جب جانیں کہ دشمن زور آور ہے اور یہ ڈر ہو کہ خلل و فساد سلطنت میں پڑے گا، رعیت کو آسیب پہنچے گا، جب تلک تدبیر سے کام نکلے اپنے مال کو ملک کی سپر بناویں؛ صلح جنگ سے بہتر ہے۔ جو دشمن کو زور سے ہزیمت نہ دے سکے تو دولت سے فتنے کی راہ بند کرے۔

بادشاہ نے چوتھے دانا سے پوچھا کہ تیرے نزدیک جو بہتر ہو سو کہہ۔ اس نے عرض کی ''اے بادشاہ! وطن کو چھوڑنا اور سفر کی تصدیع کھینچنی میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ بدنام ہوجیے، اور دشمن جو ہمیشہ ہم سے ہیٹھا رہا ہے اس کے زیردست ہوجیے۔ ساتھ اس کے ہر چند کہ سو طرح سے فروتنی کریں اور مال و اموال بھیجیں، وے ہرگز راضی نہ ہوں گے اور ہماری جڑ کھودنے کی کوشش

کریں گے۔ داناؤں نے کہا ہے، تواضع دشمن کی اسی قدر کیجیے
کہ اپنی غرض حاصل ہو، نہ کہ انداز سے باہر کہ آپ ذلیل
ہوجیے اور دشمن کی دلیری زیادہ ہو۔ اگر وے خراج پر
راضی ہوں تو اغلب ہے کہ ہماری عاجزی دیکھ کر تھوڑے
سے خراج پر قناعت نہ کریں گے۔ سوائے صبر و آہستگی کے
اس کام کا کچھ چارہ نہیں، اور اگر ضرور پڑے تو لڑنا بھی
مضایقہ نہیں، کیونکہ جنگ کی محنت بدنامی و بے آبروئی سے
بہتر ہے۔

جب نوبت پانچویں دانا تک پہنچی، وہ ایک وزیر تھا،
سبھوں سے عقل مند۔ اس کا نام کارشناس؛ تب بادشاہ نے
کہا کہ مجھے تیری دانش پر کمال اعتماد ہے، بیان کر
کہ تو نے کیا صلاح ٹھہرائی ہے اور کہہ کہ کیا کیجیے، لڑیے
یا صلح کیجیے، یا وطن چھوڑیے؟ اس نے کہا کہ جب
تک اور طرح سے کام سر انجام ہو سکے، مناسب نہیں کہ
ان سے لڑیں، کیونکہ وے ہم پر غالب ہیں اور شوکت
میں بھی ہم سے زیادہ اور جنگ میں دلیر۔ دانا کو چاہیے
کہ دشمن کو ضعیف نہ سمجھے اور گھمنڈ نہ کرے۔ جو
مغرور ہوا اس نے اپنے تئیں گرداب ہلاکت میں ڈالا۔ اور
میں پہلے ہی اس کے ہجوم سے ڈرتا تھا، آخر جو اندیشہ
کرتا تھا سو ہوا۔ بہ تدریج کوئی تدبیر ٹھہرائیے اور خاطر
جمع رکھیے کہ بالفعل وے ہمارا قصد نہ کریں گے،
کیوں کہ ان میں بہت سے دوراندیش ہرگز دشمن سے نڈر
نہیں ہوتے۔ جب دشمن نزدیک ہو، اندیشہ ہے کہ شاید
اچانک آ پڑے گا، دور ہو تو خیال کرے کہ مبادا تاخت
کرکے لوٹ لے جائے، اور اگر ہزیمت دے تو سوچے کہ شاید

دشمن نے گھات کی ہے ، اور دشمن کو اکیلا پاوے تو اندیشہ کرے کہ شاید فریب ہے۔ اب جو وے شکست دے گئے ہیں جلد پھر نہ آویں گے اور ہماری ہشیاری کا خیال کریں گے۔ اگر وے خیال لڑائی کا رکھتے ہوں تو ہم کو مستعد جنگ کا ہونا مناسب نہیں۔ دانا وہ ہے جو لڑائی سے پرہیز کرے ، اس واسطے کہ جنگ میں احتمال تلف جان کا ہے کہ جس کا عوض نہیں ہے۔

بادشاہ نے کہا ''اگر تو جنگ مناسب نہیں جانتا ہے ، پس کیا فکر کیجیے ؟'' اس نے عرض کی کہ اس کام میں خوب تامل کیا چاہیے اور اس کے نشیب و فراز کو دیکھیے۔ بادشاہوں کو تدبیر درست سے وہ کام حاصل ہوتا ہے جو خزانے اور لشکر سے نہ ہو۔ ایک تلوار سے سیکڑوں کو مارتے ہیں اور ایک تدبیر سے ایک فوج کی فوج کو ہزیمت دیتے ہیں۔ اس کام میں بادشاہ کی رائے روشن اصل ہے ، داناؤں کی تدبیر صرف آرایش کے واسطے ہے ، پر جو بادشاہ نے مجھ سے اس کام کی مشورت پوچھی ، چاہتا ہوں کہ بعض باتیں خلوت میں عرض کروں اور بعض مجلس میں۔ میں جیسے لڑائی سے راضی نہیں ہوں ، خراج دینے کی ذلت اور وطن چھوڑنے کی خرابی کا بھی روادار نہیں کہ قیامت تلک اس بے آبروئی کی شہرت زمانے میں رہے گی۔ دانا[1] عمر دراز نیک نامی کے واسطے چاہتے ہیں اور جو زندگی میں کوئی عیب لگے تو کوتاہی عمر کی آرزو کرتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ مناسب نہیں کہ جہاں پناہ عاجزی کریں کیونکہ جو کوئی اپنا عجز

۱- 'دانا' 'اہل دولت' کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو ''عیار دانش'' صفحہ ۱۶۱ ، مطبوعہ نول کشور کانپور ، ۱۸۹۳ء

ظاہر کرے، دروازے بلا کے اس پر کھلیں اور راہیں چارہ سازی کی بند ہو جاویں ۔ اور جو باتیں عرض کرنی ہیں سو خلوت میں التماس کروں گا۔ حاضران مجلس سے ایک نے کہا ''اے عقل مند! قاعدہ مشورت کا یہ ہے کہ ہر ایک دانا ایک بات کہے ، شاید کسی کا تیر فکر نشانے پر جا لگے ۔ مشورت کے یہی معنی ہیں کہ سب کی دانشیں اکٹھی ہوں ۔ دانا جب کسی کام کو شروع کریں ، درآمد و برآمد کی راہ پہلے ٹھہرا لیویں اور چپ و راست سوچیں تو وہ کام سرانجام ہووے ۔ پس کیا سبب ہے کہ تو خلوت پر موقوف رکھتا ہے؟'' اس نے کہا کہ ہر کوئی امین نہیں ہے ؛ اسرار شاہی اور کاموں کے مانند نہیں کہ ہر ایک کے سامنے کہیے ، اور بادشاہوں کا بھید صلاح کاروں سے ظاہر ہوتا ہے یا جاسوسوں سے کہ وے بادشاہ کے مقربان درگاہ سے اور ان خدمت گاروں سے جو کسی شمار میں نہیں ہیں ، بھید پوچھ لیتے ہیں اور مشہور کر دیتے ہیں ۔ میں نے فرض کیا کہ صلاح کار خیر اندیش اور دولت خواہ ہیں ، پر ان کے دوستوں سے کیوں کر خاطر جمع رکھیے؟ بالفرض ان سے بھی خاطر جمعی ہووے پر تم کیا جانتے ہو کہ اس مجلس میں کوئی چغل خور جو بات سننے کے درپے رہتا ہے ، حاضر ہے کہ نہیں؟ تا جو کچھ سنے دشمن سے جا کہے اور وہ آغاز و انجام کو سوچ کر خلل کا دفعیہ کرے اور ہماری کوشش ضایع ہو ، یا کہ وہ چغل خور ہر چند کسی سے نہ سنے پر مجلس کے طور سے مطلب دریافت کرے اور راز کھل جائے اور دوست دشمن سنیں ۔ اور یہی سبب ہے کہ داناؤں نے بھید کے چھپانے کی کوشش کی ہے ۔ جو کوئی اپنا بھید غیر سے

کہے ، آخر پشیمان ہووے اور کچھ فائدہ نہ اٹھاوے ۔ کسی کو اخفاے راز میں اس قدر احتیاط ضرور نہیں ہے جس قدر شاہوں کو ، کیوں کہ تدبیر شاہی پر کوئی خائن[1] آگاہ ہو تو خلل کلی برپا ہوں گے ۔ اور اکثروں نے ملک و سلطنت کو بلکہ جان کو بھی ایک بھید کے ظاہر کرنے سے کھو دیا ہے ، جیسے کشمیر کے حاکم کو یہ حالت درپیش ہوئی ۔ امیر نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

کارشناس نے کہا کہ کشمیر کے حاکم کی ایک معشوقہ تھی پری پیکر ؛ از بس کہ بے وفائی شیوہ رنڈیوں کا ہے ، درگاہ کے ملازموں سے ایک جوان کے ساتھ آشنا[2] ہوئی ؛ جوان بھی اس کے حسن پر فریفتہ ہوا ۔ ہمیشہ عاشق و معشوق کے درمیان رمز و ایما[3] سے بات چیت ہوتی ۔ ایک دن حاکم اس بات سے واقف ہوا اور غیرت کی آگ اس کے سینے میں بھڑکی ؛ سوچا کہ اس میں جلدی کرنی عقل سے بعید ہے اور ان دونوں کے دفع کرنے میں کہ اصل میں دشمن ہیں ، گھبرانا دور اندیشی سے باہر ہے ۔ تب بادشاہ نے یہ روداد ان دیکھی سمجھ کر بہ ظاہر آنا کانی دی اور بہ باطن یہ چاہتا تھا کہ مخفی ان دونوں خائنوں کو سزا دیوے ۔ دوسرے دن بادشاہ مسند سعادت پر بیٹھا اور آوازہ بخشش کا خاص و عام کو پہنچایا ؛ جب فراغت ہو چکی ، وزیر سے خلوت کی تا کہ

۱- خائن 'نا معتمدی' کا ترجمہ ہے (عیار دانش ، صفحہ ۱۶۲)

۲- 'آشنا ہوئی' 'سرد کاری آغاز نہاد' کا ترجمہ ہے- ملاحظہ ہو 'عیار دانش' صفحہ ۱۶۲ -

۳- 'عیار دانش' کی عبارت یہ ہے 'بچشم و ابرو سوال و جواب می رفت' صفحہ ۱۶۲ -

رات کی حالت اس سے کہے اور اس کی صلاح سے ان دونوں کو ملک عدم[۱] کا مسافر کرے ؛ ہر چند عقل کار فرما کہتی تھی کہ تو اپنے مطلب کو وزیر سے چھپا اور تیرا جو جی چاہے سو کر ۔ آخر اس نے نصیحت عقل کی نہ سنی ، جو کچھ دل میں اس کے تھا ، وزیر سے کہا اور اس کام کی صلاح اس سے پوچھی ۔ وزیر نے ان کے قتل کی صلاح دی اور بات یہ ٹھہری کہ ہر ایک کو زہر پلا دیجیے اور اس طرح سے کہ سوائے بادشاہ اور وزیر کے کوئی نہ جانے ، اس کام کو سر انجام کیجیے تاکہ پردہ بدنامی کا نہ کھلے اور رشتہ ناموس کا نہ ٹوٹے ۔ وزیر جب گھر کو آیا ، بیٹی کو غمگین دیکھا ؛ سبب اس کا جو پوچھا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ کی معشوقہ نے نامہربانی کر کے کچھ بے حرمتی اس کی کی ہے ، اس لیے اس نے اپنے خویشوں اور ہم چشموں میں ذلت اٹھائی ہے ۔ وزیر اس بات سے پریشان خاطر ہوا اور کہا ''کچھ فکر نہ کر کہ دو تین روز میں اس کی عمر کا چراغ گل ہوگا اور گل حیات اس کا مرجھا جائے گا ۔'' لڑکی نے اس کی حقیقت پوچھی ؛ وزیر نے ایک نکتہ راز مخفی سے ظاہر کیا اور اس کے چھپانے میں تقیہ کی ۔ اس مژدے سے خوش ہو باپ کے پاس سے اٹھ کر باہر آئی ۔ اور اسی وقت محل سرا کی لونڈیوں سے ایک عذر خواہی کے لیے آئی تھی ، جب وہ خاطر داری کی بات کرنے لگی ، وزیر زادی نے کہا ''کچھ اندیشہ نہیں ؛ اگرچہ ملکۂ آفاق نے بے تقصیر مجھے بے حرمت کیا ، پر قریب ہے کہ وے اپنی سزا کو پہنچیں گی ۔'' لونڈی نے خوش ہو کر پوچھا

۱۔ 'ملک عدم' ترجمہ ہے 'فراموش گاہ نیستی' کا ۔ 'عیار دانش' کی عبارت یہ ہے 'مسافر فراموش گاہ نیستی سازد' صفحہ ۱۶۳ ۔

کہ یہ بات تم نے کہاں سے سنی اور یہ کب ہوگا کہ اس کے ظلم سے مخلصی ہوگی ؟ وزیر زادی نے کہا کہ تجھے اگر یہ حوصلہ ہو کہ میرے بھید کو چھپا سکے ، حقیقت اس کی کہتی ہوں ۔ لونڈی نے جب قسمیں کھائیں ، وزیر زادی کے دل میں جو کچھ بات تھی اس سے کہی ۔ لونڈی ترت وہاں سے پھری اور بی بی کو یہ خبر پہنچائی ۔ بی بی نے اس عاشق کو خلوت میں بلوایا اور احوال سے آگاہ کیا ؛ اس نے بدکاروں کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر حاکم کے نزدیک پہنچ ، اس کی کشتئ حیات کو نیستی کے گرداب میں ڈالا ۔ غرض اس نے اپنے بھید کو ظاہر کیا اس لیے کام اس کا تمام ہوا ۔ فائدہ اس داستان کا یہ ہے کہ بھید کسی سے نہ کہا چاہیے ، خصوص جہان کے حاکموں کو ضرور ہے کہ اپنے بھید سے کسی کو مطلق آگاہ نہ کریں ، کیوں کہ جب وے باوجود خدا کی مرحمت اور تربیت آسمانی کے اپنے بھید کو چھپا نہ سکیں ، اور لوگ جو درجے میں ان سے پست ہیں اور عقل میں کم ، کیوں کر چھپا سکیں گے ۔ جب کارشناس نے یہ باتیں کہیں ، ایک نے اعتراض کی کہ یہ بات جو تو نے کہی ، لازم آتا ہے کہ اس سے مشورت کا طریقہ چھوڑیے اور اپنی ہی فکر و دانش پر اکتفا کیجیے ، حال آنکہ مشورت کو ترک کرنا عقل کے نزدیک پسند نہیں ؛ سب چھوٹے بڑوں کو ، خصوص جہان کے بادشاہوں کو اور ہر ملک کے حاکموں کو ضرور ہے کہ جس کام کو شروع کریں اپنی ہی عقل پر اکتفا نہ کریں ، اور داناؤں سے صلاح پوچھیں ۔ کارشناس نے جواب دیا کہ مشورت بادشاہوں کی اپنے ملازموں سے باوجود اس کے کہ عقل ان کی سب سے زیادہ

ہے ، نہ اس لیے ہے کہ ان کی رائے کو اوروں کی تدبیر سے مدد حاصل ہووے ، بلکہ اس واسطے ہے کہ اهل جہان کے لیے دستور العمل ہو کہ اپنی ضعیف دانشوں کو اوروں کی عقل کی مدد سے قوت دیں اور چھوٹے بڑے رعیت اور سپاہ کے خود رائے نہ ہوں۔ اور میری باتوں سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ مشورت ترک کیجیے بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مشورت سے جو کچھ حاصل ہو اور رائے داناؤں کی اسی پر ٹھہرے ، اس کو چھپائیے تاکہ کوئی کسی سے نہ کہے۔ اس میں دو فائدے ہیں : ایک یہ کہ تجربے میں آچکا ہے جس کام کو چھپاویں جلد سر انجام ہو۔ دوسرا یہ کہ اگر تدبیر موافق تقدیر کے نہ ہو اور جو کچھ دل میں ہے بن نہ پڑے ، بارے زبان عیب جویوں کی دراز نہ ہو اور دشمن اس سبب سے خوشیاں نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا ”اے دانائے مہربان ! مجھے تیری دولت خواہی و پیش بینی پر کمال اعتماد ہے ، اور راست کرداری و حق گوئی تیری ہمارے ملازموں میں ظاہر ہے ؛ تجھے غرض مند نہیں جانتا ہوں ؛ خیرخواہی سے جو کچھ جانتا ہے کہہ ۔“ کارشناس نے عرض کی کہ ہر ایک نوکر پر واجب ہے کہ جب صاحب اس کا کوئی تدبیر سوچے ، اس کی عقل میں جو کچھ راستی و درستی سے آوے ، بیان کرے ' اور اگر گمان چوک و غلطی کا اس سے ہو ، اس کی دلیل روشن ظاہر کرکے نرمی و ملایمت سے باتیں کرے اور جو کوئی خداوند نعمت کے حق کو فروگذاشت کرکے شرط مشورت کی بجا نہ لاوے اور طریقۂ امانت داری اور اعتماد پر عمل نہ کرے ، اس کو دشمن سمجھیے اور اس سے مصلحت نہ کیجیے۔ جب بادشاہ اپنے بھید کو چھپاوے اور وزیر

دیانت دار و دانش مند بہم پہنچاوے اور نیکوں پر نوازش فرماوے ، بدوں کو تنبیہ کرے ، ملک اس کا برقرار رہے اور دولت اس کی پائدار ۔ امیر نے پوچھا کہ بھید کو کس طرح چھپائیے اور کس سے ؟ کارشناس نے کہا ''راز شاہی کے مراتب بہت ہیں؛ ایک ان میں سے یہ ہے کہ بادشاہ اپنا بھید آپ سے چھپاوے ، یعنی اخفاے راز میں اتنی احتیاط کرے کہ گویا آپ اس سے مطلع نہیں ، اوروں کا تو کیا دخل ۔ اور اکثر راز ایسے ہیں کہ دو شخص کو ان سے آگاہ کیجیے اور اسی طرح سے تین چار پانچ تلک بھی جائز رکھے ہیں ۔ اصل بات یہ ہے کہ اپنے بھید کو کسی سے نہ کہیے اور جو ضرور ہو دولت خواہ ، تجربہ کار عقل مندوں سے کہیے ۔ لیکن جو بات ان الوؤں کے مقدمے میں دل پر گذری ہے ، قابل اس کے نہیں کہ سوائے دو شخصوں کے تیسرا سنے ۔'' بادشاہ نے یہ سن کر خلوت کی اور کارشناس سے پہلے یہ پوچھا کہ ہمارے اور بوم کے دشمنی کا سبب کیا ہے ؟ جواب دیا کہ اگلے دنوں میں کسی کوے نے ایک بات کہی تھی، اب تک وہ کینہ الوؤں کے دل میں ہے ۔ امیر نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

کہا ''نقل ہے کہ پرندوں کے ایک گروہ نے جمع ہو کر اتفاق کیا کہ ہمارے واسطے ایک پیشوا اور امیر لازم ہے تا درماندگی کے روز اس کی طرف رجوع کریں ۔ ہر کوئی ایک ایک جانور کا نام سلطنت کے واسطے لیتا تھا اور دوسرا دلیل سے اس کو باطل کرتا تھا ؛ جب نوبت بوم کی پہنچی ایک گروہ متفق اس پر ہوا کہ اسی کو امیر مقرر کیجیے اور

اس بات کے رد و قبول میں باہم عداوت ہوئی اور مشورت به خصومت بدل ہو گئی ، یہاں تک کہ خیر اندیشوں کی صلاح سے یہ ٹھہرا کہ اور ایک سے جو اس مجلس میں نہ ہو پوچھیے ، جو کچھ وہ کہے سب قبول کریں ۔ اچانک ایک کوا دور سے نمودار ہوا ، سبھوں نے کہا یہ ایک آیا جو مجلس میں نہ تھا ، اس سے پوچھیں ۔ آخر صورت حال کو اس سے بیان کیا اور اس بات میں صلاح اس سے لی ۔ کوے نے جواب دیا کہ یہ کیا اندیشۂ نا درست اور خیال محال ہے ؛ بوم شوم کو حکومت و ریاست سے کیا علاقہ ! باز بلند پرواز اور طاؤس معشوق صورت کو کیا ہوا اور ہماے سعید کو کیا پیش آیا ، عقاب عالی شان[1] پر کیا آفت پڑی ! اگر یے[2] سب مرجاتے اور حقیر جانور بھی نیست و نابود ہوتے ، لایق یہ تھا کہ تمام پرند بغیر بادشاہ کے گذران کرتے اور الو کی اطاعت کا ننگ اپنے اوپر نہ لیتے ، اس لیے کہ ایک تو وہ بد صورت ہے ، دوسرے عقل کم رکھتا ہے ، اور ساتھ اس کے یہ کہ اسے غصہ زیادہ ہے ، کبر نہیں چھوڑتا ، ہلکا پن اور نالایقی اس سے ظاہر ہے ۔ میں نے فرض کیا کہ ان باتوں کا کچھ علاج ہو سکتا ہے اور ان عیبوں کو دانا پند سے دور کر سکتے ہیں ، پر اس بات کی کیا تدبیر ہو کہ وہ روشنی سے آفتاب عالم تاب کی جو زندگی بخش جہان کا ہے ، محروم ہے ۔ زنہار اس خیال باطل سے درگذرو اور بنیاد کام کی دانش کے آئین پر رکھو تو آرام سے رہو ۔ اور پہلے تمھیں لازم ہے کہ اپنے درمیان میں ایک ایسا امین مقرر کرو

۱۔ 'عیار دانش' میں 'عقاب دارا شکوہ' ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶۵-

(۲) یہ

کہ اس کی دانش پر کمال اعتماد ہو اور جو مہم یا حادثہ تم پر پڑے وہ عقل مندی سے سرانجام اس کا کرے۔ جیسے اس خرگوش نے اپنے تئیں ماہ کا ایلچی کیا اور تدبیر نیک کرکے بلائے عظیم کو اپنی قوم کے سر پر سے ٹالا۔ پرندوں نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

کوے نے کہا ''میں نے سنا ہے کہ ایک برس ہاتھیوں کے ملک میں جو جزیرۂ زیرباد میں تھا، مینہ نہ برسا؛ ہاتھیوں نے پیاس کے مارے بے تاب ہو کر اپنے بادشاہ کے حضور نالش کی۔ حسب الحکم اس کے پانی کی تلاش میں جاسوس ہر طرف دوڑے؛ اتفاقاً ایک چشمے کے کنارے پہنچے کہ چشمۂ ماہ اس کا نام تھا اور بہت گہرا اور اس میں پانی عمیق تھا۔ جاسوسوں کی رہبری سے ہاتھیوں کا بادشاہ تمام لشکر سمیت پانی پینے کے واسطے اس طرف چلا۔ اس کے اطراف میں بہت خرگوش رہتے تھے؛ ہاتھیوں کی آمد و رفت سے ان کو اذیت پہنچنے لگی اور پائمال ہونے لگے۔ ایک دن سب خرگوش اکٹھے ہو کر اپنے بادشاہ کے پاس گئے اور عرض کی کہ بادشاہ عادل مظلوموں کی پناہ ہے اور تخت نشینی اس کی عدالت کے واسطے ہے، نہ عیش و عشرت کے لیے۔ اے بادشاہ! انصاف کر اور ہاتھیوں سے انتقام لے کہ ابھی وے پھر آویں گے اور کئی ضعیف نیم مردے جو ان کے پاؤں کے نیچے آ کر زخمی ہوئے ہیں، اس دفعہ پائمال ہو جائیں گے اور ان کا نشان بھی نہ ملے گا۔ بادشاہ نے کہا ''یہ کام آسان نہیں ہے جو

بے تأمل حکم کروں ؛ لازم ہے کہ تم میں جو کوئی کچھ وقوف رکھتا ہو ، حاضر رہے تا مشورت کریں ، کیوں کہ بے صلاح کام کرنا آئین داناؤں کا نہیں ہے ۔'' خرگوشوں میں بہروز نام ایک بڑا زیرک تھا ؛ جب اس نے دیکھا کہ یہاں تلک نوبت پہنچی ، آگے آ کر عرض کی کہ اگر جہاں پناہ صلاح جانیں تو مجھے ایلچی کرکے ہاتھیوں کے پاس بھیجیں اور ایک امین مقرر کرکے میرے ہمراہ کر دیں کہ جو ماجرا وہاں گذرے اس سے واقف ہووے ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ مجھ کو تیری امانت داری پر کچھ شبہ نہیں ، میں نے تجھے خوب آزما کر دیکھا ہے ، مبارک ہے ، جا اور جو کچھ مناسب دولت کے ہو بجا لا ۔ تو آپ جانتا ہے کہ بادشاہوں کا ایلچی زبان آور ہوتا ہے اور جب ایک بادشاہ چاہے کہ دوسرے کے احوال سے آگاہ ہووے تو اس کے ایلچی کی گفتار و کردار سے دریافت کر سکتا ہے ، کیوں کہ اگر اس سے کوئی ہنر ظاہر ہووے اور بھلا کام نظر آوے تو بادشاہ کے کمال مردم شناسی کی دلیل جانے اور جو غفلت یا کوئی نا شایستہ کام سرزد ہو تو عیب جویوں کی زبان دراز ہووے ۔ عقل مندوں نے اس باب میں تقید کی ہے ۔ اور جو بادشاہ ایلچی کسی جگہ بھیجے ، چاہیے کہ وہ اپنی قوم میں سب سے دانا اور زبان آور ہو ۔ اگلے بادشاہ حکیموں کو ایلچی کرکے بھیجتے تھے ؛ سکندر ذوالقرنین اکثر بھیس بدل کر آپ وکالت کو جاتا اور اپنا پیغام اپنی زبانی پہنچاتا ۔ کسی بزرگ نے ایلچی کے حق میں کہا ہے کہ ایلچی کو چاہیے کہ دانا ہو اور گفتگو میں دلیر ؛ جو کچھ اس سے پوچھیں جواب شایستہ دے اور جس طرح سے مجلس کے

مناسب دیکھے اس وضع سے اپنی باتیں ظاہر کرے۔ بہت
ایسے ہیں کہ جنھوں نے ایک سخت بات سے ایک جہان
کو درہم برہم اور ایک عالم کو تلف کر دیا اور کوئی
ایسا ہے کہ اس نے ایک دلچسپ بات سے سیکڑوں میں صلح
کر دی ہے۔ بہروز نے کہا ”اے بادشاہ! مجھے ایلچی گری
و گفتگو کا سلیقہ ہے، پر جہاں پناہ بھی کسی
گوہر سخن اپنے گنج دانش سے تحریر کے رشتے
میں پرودیں تاکہ فدوی اس کو زیور روزگار اپنا کرکے
اس آئین سے باہر اپنا قدم نہ رکھے۔“ بادشاہ نے کہا
”ایلچی گری کے سب آئینوں میں بہتر یہ ہے کہ تیغ زبان
کو اس طرح کی آب داری دے کہ ملایمت کا جوہر بھی
اس سے چمکے اور جس بات کے آغاز میں بو سختی کی پاوے،
چاہیے کہ نرمی سے سر انجام کرے تو جہاں داری کے آئین
بہ خوبی ادا ہوں اور طریقہ کار گذاری کا بوی جاری۔ دشمن
کی غرض سے واقف ہو کر پھر آوے۔ دانا کو آئین ایلچی گری
کے سیکھنے کی احتیاج نہیں ہے۔ جس طرح پر کہ عقل
خیراندیش تیری چاہے سر انجام کرکے پھر آئیو۔“ تب بہروز
آداب بجا لا کر بادشاہ کی بارگاہ سے باہر نکلا اور توقف
کیا، جب رات ہوئی اور ماہ جہاں آرا نے عالم کو
روشن کیا، ہاتھیوں کے جزیرے کی طرف چلا اور ان کے مقام
میں پہنچ کر سوچا کہ ان ظالموں کی نزدیکی سے مجھے جان کا
ڈر ہے۔ ہر چند ان کی طرف سے قصد نہ ہو پر مقتضا
دور اندیشی کا یہ ہے کہ ان کوہ پیکروں سے ملاقات نہ کیجیے،
کیوں کہ وے مغرور ہیں اور غریبوں کی پروا نہیں
رکھتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ میں پامال ہو جاؤں۔ بہتر یہ ہے

کہ ایک بلندی پر چڑھوں اور پیغام دوں ؛ اگر قبول ہو ، زہے نصیب ! اور جو افسوں میرا ان میں اثر نہ کرے، بارے جان تو سلامت رہے گی ۔ تب ایک بلندی پر چڑھ کر دور سے پکارا کہ میں بھیجا ہوا ماہ کا ہوں ۔ جب ہاتھیوں کے بادشاہ نے سنا ، احوال پوچھا ؛ بہروز نے جواب دیا کہ ایلچی جو کچھ کہے اس پر گرفت نہیں ہے ؛ اے بادشاہ فیلاں ! آپ جانتے ہیں کہ ماہ سپہ سالار لشکر شب[1] کا اور نائب شہریار روز کا ہے ؛ جو کوئی اس کی مخالفت کا خیال کرے اور اس کے پیغام کو گوش ہوش سے نہ سنے ، گویا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارے اور آپ اپنی ہلاکت کی سعی کرے ۔ شاہ فیلاں اس بات سے برہم[2] ہوا اور پوچھا کہ پیغام کا مضمون کیا ہے ؟ بہروز نے کہا کہ ماہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے زور و قوت پر مغرور ہووے اور ظلم و ستم سے غریبوں کی جڑ کھودے ، وہ اپنے تئیں گرداب ہلاکت میں ڈالے ۔ اور تو اس گھمنڈ پر کہ اور چارپایوں سے بڑے ڈیل کا ہے ، اپنے تئیں ایک ایک چیز سمجھا ہے اور تیری یہ مجال کہ تو نے میرے چشمے کا قصد کیا اور اپنا لشکر یہاں لا کر پانی کو گدلا کر دیا ؛ مگر تو نہیں جانتا ہے کہ جو کوئی یہاں آتا ہے ، جیتا پھر نہیں جاتا ہے ؛ پر میں نے مہربانی سے پیغام بھیج کر تجھے آگاہ کیا ۔ اگر اپنی راہ لیوے بہتر ، نہیں تو میں آ کر بہ ہزار

۱۔ 'سپہ سالار لشکر' 'میر بازار شب' کا ترجمہ ہے۔ ''عیار دانش'' صفحہ ۱۶۷ ۔

۲۔ 'برہم ہوا' 'از جای درآمد' کا ترجمہ ہے ۔ ملاحظہ ہو ''عیار دانش'' صفحہ ۱۶۷ ۔

خرابی تجھے مار ڈالوں گا۔ اور جو اس پیغام میں تجھے کچھ شبہ ہو، ابھی آ کہ میں اپنے چشمے میں موجود ہوں تاکہ تو مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور اس چشمے کا خیال چھوڑ دے۔ شاہ فیلاں کو ان باتوں سے تعجب ہوا اور چشمے کی طرف جو گیا تو ماہ کا عکس پانی کے اندر دیکھا۔ بہروز نے اس سے کہا ''اے بادشاہ! تھوڑا سا پانی لے اور منہ ہاتھ دھو کر سجدہ شکر کا بجا لا، شاید کہ ماہ تجھ پر رحم کرے۔'' ہاتھی نے سونڈ کو بڑھایا، جب پانی میں پہنچی، پانی لہرانے لگا اور ہاتھی کو یہ نظر آیا کہ ماہ حرکت کرتا ہے۔ وہ پکارا کہ اے ایلچی! مگر میں نے جو سونڈ پانی میں ڈالی اس لیے ماہ غصے ہوا۔ بہروز نے کہا ''ہاں جلد سجدہ کر، وہ تھمے۔'' بادشاہ نے حکم مان کر اقرار کیا کہ پھر کبھی یہاں نہ آؤں گا اور ہاتھیوں کو گرد اس چشمے کے نہ لاؤں گا۔ بہروز نے یہ خوش خبری اپنے بادشاہ کو پہنچائی اور اس کالی بلا سے نجات دی۔

یہ داستان میں نے اس لیے ذکر کی کہ تم میں ایک دانا ضرور ہے جو معاملے کا سرانجام اور دشمنی کا دفعیہ کر سکے۔ اگر اس وقت کوئی دانا تمھاری مشورت میں شامل رہتا، کب روادار اس بات کا ہوتا کہ سلطنت آلو کے نام ہو، کیوں کہ باوجود کتنی بری خصلتوں کے فریب اور حیلہ اس کی طبیعت میں ہے اور کوئی عیب حاکموں کے نزدیک فریب و بے وفائی و بدعہدی کے مانند نہیں ہے۔ بادشاہ خدا کا سایہ ہے، اس کے نور عدالت کے بغیر جہان کا روشن ہونا ممکن نہیں اور اس کے سایۂ احسان کے بدون دنیا میں آسایش نہیں ہو سکتی ہے اور

بادشاہ کا حکم سبھوں کے جان و مال پر نافذ ہے ، بلکہ انھوں کا حکم کاروبار کے بندوبست میں قضائے الٰہی کے مانند ہے ۔ پس بادشاہ کو چاہیے کہ وفادار ہو نہ جفاکار اور رعیت پر مہربانی فرماوے نہ کہ غضب کرے ؛ نہیں تو بے چاری رعیت کی حالت وہ ہو گی جو اس کبک اور بٹیر کی اس بلی سے ہوئی ۔'' پرندوں نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

کوے نے کہا ''کسی پہاڑ کی ترائی میں ایک درخت پر میں نے گھونسلا بنایا تھا اور میرے ہمسائے میں ایک کبک کا آشیانہ بھی تھا ؛ مجھے اس کے دیکھنے سے خوشی ہوتی اور مصیبت کے وقت وہ میری غم خواری کرتا ۔ اتفاقاً ایک دن وہ غائب ہوا اور اس پر ایک مدت گزر گئی ، یہاں تک کہ میں نے خیال کیا وہ مر گیا ہے ۔ بعد اس کے ایک بٹیر آ کر اس کے گھونسلے میں رہی ۔ جب کتنے دن اس طرح گزرے ، کبک پھر آیا اور اپنے گھر میں غیر کو دیکھ کر قضیہ کرنے لگا اور کہا کہ میری جگہ چھوڑ دے ۔ اس نے جواب دیا کہ اب یہ گھر میرے تصرف میں ہے ، اگر تیرا حق ہو ثابت کر ۔ کبک نے کہا کہ تصرف تیرا غصب سے ہے ۔ القصہ آن میں لڑائی ہوئی ؛ ہر چند میں صلح کا خیال کرتا تھا پر کچھ بن نہ پڑتا تھا ؛ بات یہ ٹھہری کہ ایک حاکم عادل کے یہاں رجوع کریں کہ وہ ہمارا انصاف کرے ۔ کبک نے کہا ''یہاں سے نزدیک ایک پرہیزگار بلی ہے ؛ خدا ترس ، ہمیشہ کام اس کا گریہ و زاری ہے ،

اس نے گھاس اور پانی پر قناعت کی ہے؛ جانوروں کا خون کرنا کبھی اس سے نہیں ہوتا ہے؛ اس کے پاس چلیے تو قضیے کو فیصل کر دیوے۔" غرض دونوں راضی ہو کر اس کے یہاں گئے؛ میں بھی ان کے پیچھے جا کر چاہتا تھا کہ ان کا احوال دیکھوں اور کیا انصاف ہوتا ہے سنوں۔ جب بلی کی نظر ان پر پڑی، مکاروں کے مانند سجدہ کیا؛ کبک اور بٹیر اس کے اطوار سے متعجب ہوئے؛ دیر تک کھڑے رہے تو اس نے سر اٹھایا۔ دونوں نے آداب بجا لا کر التماس کیا کہ ہمارا قضیہ سنیے اور جو کچھ آپ کی عقل دور اندیش میں آوے، حکم کیجیے۔ بہت سی عرض و التماس کے بعد بلی نے کہا کہ صورت حال اپنی بیان کرو؛ کبک نے اپنا دعویٰ ظاہر کیا۔ بلی نے کہا "اے جوان! بڑھاپے کے سبب میری آنکھوں، کانوں اور حواس میں خلل آ گیا ہے؛ آگے آؤ اور پکار کر اپنے اپنے دعوے کو پھر بیان کرو کہ میں دونوں کی باتوں سے واقف ہو کر حکم کروں، اور اس سے پہلے دوستوں کی سی نصیحت کروں؛ اگر سنو تو تمھارا فائدہ ہے اور نہ سنو تو بارے مجھے اپنی دیانت کے نزدیک عذر ہو۔ مناسب یہ ہے کہ تم دونوں اپنے اپنے حق پر رہ کر راستی نہ چھوڑو اور دنیا کے مال و اموال پر جو ہرگز نہ رہے گا، مغرور نہ ہو۔" کبک نے کہا "اے حاکم عادل! اگر سبھوں کی ہمت حق پر ہوتی اور ہر کوئی دیانت و راستی کو عادت اپنی کرتا، حاکموں کو تصدیع دینے کی احتیاج نہ ہوتی اور گواہ و قسم کی حاجت نہ رہتی۔ جب آنکھیں دونوں کی غرض کے گرد و غبار سے تاریک ہوتی ہیں تب ایسے کے محتاج ہوتے ہیں جو بے غرضانہ

از روے انصاف فیصلہ کر دے۔ کسی بزرگ نے ایک حاکم
کو دیکھا کہ دو شخصوں نے اس کے حضور معاملہ رجوع
کیا تھا اور وہ زار زار روتا تھا؛ بزرگ نے پوچھا ''رونے کا
سبب کیا ہے؟'' اس نے کہا ''یہ دونوں شخص آپس میں ایک
دوسرے کے احوال سے مطلع ہیں اور اپنی اپنی حقیقت سے
واقف۔ میں انہوں کے احوال سے ناواقف ہوں، دیکھیے انجام کار
کیا ہوتا ہے۔'' بزرگ نے کہا ''اگرچہ وے مطلع ہیں
لیکن ان کے دیدۂ دل کو غرض نے سی دیا[1] ہے اور تیرا دل
اس سے پاک ہے، پس مجھے یقین ہے کہ حق تیری نظروں
میں جلوہ گر ہو گا۔'' بلی نے کہا ''یہ ایک نئی بات تو نے
کہی اور اصل یہ ہے کہ تم دونوں نہال غرض کو زمین دل
سے اکھاڑو اور جانو کہ سچا حقیقت میں غالب ہے،
اگرچہ بظاہر مراد اس کی بر نہ آوے اور جھوٹا فی الحقیقت
مغلوب ہے، اگرچہ ظاہرا کامیاب ہووے۔ میں تم سے کہتی
ہوں کہ نیک کام کو نجات ابدی کا وسیلہ جانو اور عمر
نا پائدار پر اعتماد نہ کرو۔ چھوٹے بڑے آشنا و بیگانے کو
اپنے برابر عزیز جان کر جو کچھ اپنے اوپر جائز نہ رکھو،
ان کے حق میں روادار اس کے نہ ہو۔'' غرض اس طرح
کی فریب آمیز باتیں ان سے کہیں کہ وے خاطر جمعی سے
آگے آئے اور ایک ہی حملے میں دونوں کو پکڑ لیا اور اپنے
پیٹ کو ان کے لذیذ گوشت سے بھرا۔ تب ظاہر ہوا کہ
پرہیزگاری و پاک دامنی اس کی نفس خسیس کی شامت سے تھی۔
یہ داستان میں نے اس واسطے کہی تا معلوم ہو کہ

۱- ''غرض کور کردہ است'' کا ترجمہ ''غرض نے سی دیا ہے''
مترجم نے کیا ہے۔ ''عیار دانش'' صفحہ ۱۶۹۔

دغاباز بے وفاؤں پر اعتماد نہ کیا چاہیے اور بوم شوم کا کام ہمیشہ مکر و نفاق ہے اور اس کے عیبوں پر تمام دنیا متفق ہے۔ مبادا تم اس کو تخت شاہی پر بٹھاؤ اور جب تاج شاہی اس کے سر نامبارک پر دھرا جاوے، شامت اس کی ہر کام میں تاثیر کرے گی اور تمھاری تربیت ضائع ہوگی۔ ان باتوں کے سننے سے تمام جانور یک بارگی اس کام سے باز آئے اور آلو کا بادشاہ ہونا روا نہ رکھا۔ وہ کمینہ متبذل[1] زمانہ بد بختی کے گوشے میں حیران رہا اور کوے سے کہا ''اے سیاہ رو بے شرم! تو نے پردۂ حیا کو اٹھا کر میری یے[2] خرابیاں کیں اور مجھے اپنا دشمن کیا۔ تیری زمین دل میں دشمنی کا وہ درخت بویا گیا کہ جڑ اس کی تحت الثریٰ تک اور ڈالیاں آسمان تلک پہنچیں۔ تو نہیں جانتا ہے کہ آگ اگرچہ جلانے والی ہے پر اس کی سوزش کو پانی سے بجھا سکتے ہیں، لیکن کینے کی آگ ساتوں سمندر کے پانی سے بھی نہیں بجھ سکتی۔ بوم یہ باتیں کہہ کر آزردہ و پژمردہ ہو چلا گیا؛ کوا اپنے کہے سے پشیمان ہو کر فکر میں پڑا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگرچہ عجب ایک کام نادانستہ میں نے کیا اور اپنی قوم کے واسطے دشمن خونخوار بنایا، مجھے مرغوں کی نصیحت سے کیا کام تھا؛ مجھ سے بہتیرے سردار اچھے اچھے تھے، میں اس بات کے لایق نہ تھا اور وے دانا پرند آلو کے عیب مجھ سے زیادہ جانتے تھے اور کار سلطنت کو بہتر سمجھتے تھے۔ کمال عقل‌مندی دور اندیشی کرکے وے چپ ہو رہے

۱- 'متبذل' کا استعمال عام نہیں، عام طور سے 'مبتذل' استعمال ہوتا ہے۔ 'مبتذل' صحیح ہے، معنی دونوں لفظوں کے ایک ہی ہیں۔

۲- یہ

(مرتب)

اور اپنے اوپر یہ بوجھ نہ لیا۔ زبان کو تلوار کی شکل بنایا ہے، چاہیے کہ اسے کھیل نہ سمجھیں۔ شمشیر بازی کام سپاہیوں کا ہے، تہوّر پیشہ جوان مرد سوائے صف جنگ کے تلوار نہیں چلاتے ہیں۔ تیغ زبان کو بے ضرورت کام میں لانا، اپنا گلا اپنے ہاتھوں کاٹنا اور سر کھونا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ وے باتیں اس کے روبرو کہی گئیں، اس صورت میں کینہ اس کا زیادہ ہو گا۔ حکیموں نے کہا ہے کہ عقل مند اگرچہ اپنے زور و توانائی پر کمال اعتماد رکھتا ہو پر نہ چاہیے کہ اس کے بھروسے پر زہر ہلاہل پی جاوے۔ اور دانا اس بات پر متفق ہیں کہ عقل مند کو چاہیے کہ زیادہ کرے اور کم کہے نہ کہ کہے بہت اور کم کرے۔ جو کوئی بغیر کردار نیک کے شیریں زبانی سے لوگوں کے سامنے اپنے تئیں آرایش دے، جلد کام اس کا خراب ہو جاوے۔ اور میں وہ بہت کہنے والا اور کم کرنے والا ہوں کہ بے تامل بولا، کسی سے مشورت نہ کی۔ اور حکما چپ رہنے والوں کو بیہودہ بکنے والوں سے اچھا جانتے ہیں۔

القصہ کوا ایک ساعت متفکر رہا اور اپنے تئیں ملامت کر کے وہاں سے اڑا۔ ہمارے اور الوؤں کے دشمنی کا سبب یہی تھا۔ بادشاہ نے کہا ”اے کارشناس! تیری باتیں میں نے سنیں اور اس کے ضمن میں فائدے بہت سے تھے۔ عقل مندوں کی صحبت اور ان کی باتوں کو اپنے کاموں کا پیشوا کرنا سعادت مندی و دولت کا نشان ہے اور کمال کے درجے کو پہنچنے کی دلیل؛ اب تدبیر میری فوج کی جو الوؤں کے ظلم سے جل رہی ہے، تو نے کیا ٹھہرائی اور رعیت کی رفاہیت اور سپاہ کے آرام کے واسطے کیا فکر کی ہے؟“

کارشناس نے آفریں کی زبان کھول کر کہا کہ جو کچھ روشن دل وزیروں نے لڑائی، صلح، وطن چھوڑنے، خراج دینے کی باتیں کہی ہیں، کوئی ان میں سے میرے نزدیک پسند نہیں؛ امیدوار ہوں کہ ایک مناسب حیلے سے یہ مشکل آسان ہووے، اور جو کام کہ راستی سے بن نہ آوے، مکر و فریب سے کیا چاہیے۔ جیسے بعضے رندوں نے مکر و حیلہ کر کے ایک بکری کسی زاھد کے ھاتھ سے لے لی۔" بادشاہ نے پوچھا "وہ کیوں کر ھے؟"

حکایت

کارشناس نے کہا "نقل ھے کہ کوئی زاھد ایک موٹی تازی بکری مول لے کر ایک رسی اس کے گلے میں باندھ اپنی عبادت گاہ کی طرف لیے جاتا تھا۔ راہ میں چوروں نے بکری کو دیکھ کر لالچ کیا، مکر و فریب پر مستعد ھو کر زاھد کے پیچھے لگے اور بہتیری فکریں اس کے لینے کے لیے کیں پر بن نہ پڑیں۔ آخر سبھوں کی صلاح یہ ٹھہری کہ کچھ حیلے کیجیے، تب ایک نے اس کے سامنے آ کر کہا "اے زاھد! تو یہ کتا کہاں سے لایا؟" دوسرا آ پہنچا اور کہا "یہ کتا کہاں لے جاتا ھے؟" تیسرے نے برابر سے آ کر کہا "اے پیر! شاید تجھے شکار کا خیال ھے اس لیے یہ کتا آپ لیے جاتا ھے؟" اور ایک یار نے پیچھے سے آ کر پوچھا کہ تو نے یہ کتا کتنے کا لیا ھے؟ اسی طرح ایک ایک نے ھر طرف سے بے وقوف زاھد کی طرف رخ کیا اور سبھی اس بات پر متفق تھے۔ کوئی کہتا تھا یہ کتا رکھوالوں کا ھے، کوئی بولتا تھا کہ چرواھوں کا ھے، کوئی طعنے دیتا تھا کہ یہ شخص پرھیزگاروں میں سے نظر آتا ھے، باوصف اس کے

اپنے ہاتھ اور کپڑوں کو کیوں اس کتے سے ناپاک کرتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ زاہد اس لیے یہ کتا لیے جاتا ہے کہ للہ پرورش کرے۔ ان باتوں سے ایک شبہ زاہد کے جی میں پڑا اور کہا کہ مقرر اس جانور کا بیچنے والا جادوگر تھا کہ اس نے ڈیٹھ بندی[۱] سے کتے کو میری نظر میں بکری کر دکھلایا۔ اسی وقت زاہد بکری سے ہاتھ اٹھا کر بیچنے والے کی طرف چلا؛ چور اسے پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ذبح کیا۔ غرض ان کے فریب سے زاہد کی بکری جاتی رہی اور پیسے بھی نہ ملے۔

یہ کہانی میں نے اس لیے کہی کہ ہمیں بھی چاہیے کہ حیلہ کریں، بغیر مکر و فریب کے ان پر غالب نہ ہو سکیں گے۔ اے جہاں پناہ! اگلے داناؤں نے کہا ہے کہ جو دولت مند اپنے معتمدوں کی بات سنے اقبال اس کا پایدار اور دولت بر قرار رہے۔" بادشاہ نے فرمایا "تو نے خوب کہا، کہہ صلاح تیری کیا ہے، اسی پر عمل کروں؟" کارشناس نے جواب دیا کہ میں اپنے تئیں اس کام میں تصدق کروں گا اور اگر ایک شخص کی موت ایک انبوہ کی زندگی کا باعث ہو تو عین صلاح ہے۔ میرے نزدیک تدبیر اس کی یہ ہے کہ جہاں پناہ بارعام میں مجھ پر غصہ کر کے فرماویں کہ اس کے پر و بال اکھاڑیں اور خون آلودہ اور زخمی کر کے اسی درخت کے نیچے جہاں ہمارے گھونسلے ہیں، ڈال دیں۔ آپ لشکر سمیت جا کر فلانی جگہ مقام کریں اور میرے آنے کے منتظر رہیں، تو میں حیلے کا دام ان الوؤں کی راہ میں بچھا کر آؤں اور جو کچھ مناسب وقت ہو اس کی سعی

۱۔ 'ڈیٹھ بندی' 'چشم بندی' کا ترجمہ ہے۔ "عیار دانش" صفحہ ۱۲۱۔

کروں ۔ تب بادشاہ خلوت سے خشم ناک نکلا ۔ تمام لشکر
منتظر تھا کہ دیکھیے بادشاہ اور وزیر کی مشورت سے کیا
حکم ہو اور وے کیا تدبیر ٹھہراویں ۔ جب سبھوں نے
بادشاہ کو غصے میں دیکھا سر نیچے کر کے فکر مند ہوئے ۔
حسب الحکم بادشاہ کے کارشناس کی دم اور پروں کو اکھاڑ
اور ٹنگڑیوں کو زخمی کر درخت کے نیچے پھینک دیا اور
بادشاہ لشکر سمیت جو جگہ ٹھہرائی تھی وہاں چلا ۔ آلوؤں
کا بادشاہ اپنے وزیروں کے ساتھ تمام دن اسی تدبیر میں تھا
کہ ہم نے کووں کے مکان سے مطلع ہو ان میں سے بہتوں کو
پریشان حال شکستہ بال کیا ہے ، اگر آج کی رات شب خون
ماریں تو کام ان کا تمام ہو اور کتنے دن ہم چین سے اپنے
آشیانے میں گزران کریں ۔ غرض شب خون ٹھہرا کر کووں
کے وطن کی طرف چلے ۔ جب ان کی فوج مظلوم کووں کے
گھونسلے کے پاس پہنچی ، وہاں نہ کچھ نشان ان کا دیکھا
نہ ان کی خبر پائی ؛ ہر طرف ڈھونڈتے پھرتے تھے ۔ کارشناس
درخت کے نیچے پڑا لوٹتا تھا اور آہستہ آہستہ نالے کرتا تھا ۔
ایک آلو نے آواز اس کی سن کر بادشاہ سے جا کہا ۔ وہ
کئی مقربان خاص کو ساتھ لے کر اس کے پاس گیا اور
پوچھا کہ تو کون ہے اور تیرا کیا حال ہے ؟ کارشناس نے
نام اپنا اور اپنے باپ کا لیا اور منصب وزارت اور قاعدہ
کفایت کا عرض کیا ۔ بادشاہ نے کہا ”تیری کاردانی کی تعریف
میں ۔ بارہا سنی ہے ، اب یہ تو کہہ کہ کوے کہاں ہیں ؟“
اس نے جواب دیا کہ میرے حال سے ظاہر ہے کہ
میں ان کا محرم راز نہیں ہو سکتا ۔ بادشاہ نے پوچھا ”تو
وزیر با تدبیر تھا ، کس گناہ پر ایسا ذلیل ہوا ؟“ کارشناس نے

کہا ''میرے خداوند نعمت مجھ سے بدگمان ہوئے اور دشمنوں نے فرصت پا کر تہمت و فریب سے مجھے اس حالت کو پہنچایا اور ہمیشہ کی خدمتیں میری برباد ہوئیں۔'' بادشاہ نے پوچھا ''سبب بدگمانی کا کیا تھا؟'' کہا ''تمھارے شب خون کے بعد بادشاہ نے وزیروں کو طلب کیا اور ہر ایک سے صلاح پوچھی ؛ جب میری نوبت پہنچی ، مجھ سے بھی وہی بات پوچھی؛ میں نے کہا کہ ہم کو لشکر بوم کے مقابلے کی تاب نہیں ہے ؛ وے زور و شوکت میں ہم سے زیادہ ہیں اور اقبال ان کا یاور ہے۔ اقبال مندوں سے لڑنا اپنے رتبے سے گرنا ہے۔ صلاح یہ ہے کہ ایلچی بھیج کر صلح کا پیغام کریں ، اگر خدا نخواستہ وے لڑنے پر ہوں تو ہمارا خانماں ویران ہوگا اور ہم پریشان ہو جائیں گے ، اور اگر صلح پر راضی ہوں تو جس قدر خراج چاہیں ، ہم قبول کریں گے اور ممنون ہوں گے۔'' بادشاہ نے طیش[1] کھا کر کہا ''یہ کیا بات ہے جو تو کہتا ہے ؛ مگر مجھے اُلوؤں کی لڑائی سے ڈراتا ہے اور ہمارے لشکر کو بےقدر ٹھہراتا ہے !'' پھر میں خیر خواہی کی زبان کھول کر عرض کرنے لگا کہ اے بادشاہ ! مشورت کا طریقہ نہ چھوڑ اور بے تأمل دل کی خواہش پر عمل نہ کر ؛ دشمن قوی کو خوشامد سے رام کر سکتے ہیں ؛ تو نہیں دیکھتا ہے کہ گیاہ ضعیف نرمی کے سبب تند ہوا سے سلامت رہتی ہے اور درخت عظیم‌الشان سختی کے سبب جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ کووں نے میری نصیحت سے غصے ہو کر مجھ پر تہمت لگائی کہ تو ان کی طرف داری کرتا ہے اور اپنے ہم‌جنسوں کا پاس خاطر نہیں

۱- 'طیش کھا کر' 'تغیر شدہ' کا ترجمہ ہے۔ 'عیار دانش' صفحہ ۱۷۲۔

کرتا۔ بادشاہ نے دشمنوں کے کہنے پر میری باتوں سے منہ پھیر لیا اور اس حال کو پہنچایا۔ بادشاہ نے پوچھا ''تو کچھ سمجھا کہ وے کیا کہتے تھے اور کیا صلاح ٹھہرا کے یہاں سے گئے ہیں؟'' کارشناس نے کہا ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وے لڑائی کا خیال رکھتے ہیں اور جنگ کی تیاری کرتے ہیں۔'' شاہ بوم نے کارشناس کی باتیں سن کر اپنے ایک وزیر سے پوچھا کہ اس کوے کے احوال سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ اس نے کہا ''احتیاج تأمل کی نہیں، اس کے قتل کو غنیمت جانیے کہ میں اس بجھے ہوئے کویلے میں ایسی ایک آگ دیکھتا ہوں کہ بجھانا اس کا محال ہے۔ اور جو دشمن کو قابو میں لا کر چھوڑے، اغلب ہے کہ وہ پھر اس پر قادر نہ ہوگا؛ بعد اس کے پشیمانی کچھ فایدہ نہ کرے گی۔ زنہار آپ اس کی بات پر التفات نہ کریں اور افسون جان گداز کو نہ سنیں کہ نہ آزمائے ہوئے دوست پر اعتماد کرنا عقل سے بعید ہے، دشمن مکار کا تو کیا ذکر ہے۔'' کارشناس یہ باتیں سن کر زار زار رونے لگا اور بولا کہ دل میرا آپ زخمی ہو رہا ہے اور درد سے بھرا ہوا ہے' تو میرے زخم پر نشتر مت مار۔ اس بات نے بادشاہ کے دل میں تاثیر کی اور اس وزیر کی طرف سے منہ پھیر کر دوسرے سے پوچھا ''تو کیا کہتا ہے؟'' اس نے کہا ''میں قتل میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ اہل مروت جب دشمن کو خستہ و ناچار دیکھتے ہیں تو اس پر احسان کرتے ہیں، اور جو ڈر کر پناہ میں آوے اس کو امان دیتے ہیں، اور سرگرداں و عاجز کی دست‌گیری کرتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے 'طریقہ آزادوں اور نیکوں کا اختیار کر اور جو تو کھڑا ہے، گرے ہوئے کا ہاتھ پکڑ۔'

بہت کام ایسے ہیں کہ بہ سبب اس کے لوگ دشمن پر مہربان ہوتے ہیں، جیسے چور کی دہشت نے سوداگر کی جورو کو اس پر مہربان کیا۔'' بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

وزیر نے کہا ''نقل ہے کہ ایک سوداگر تھا دولت مند پر بدصورت اور بدخو، ساتھ اس کے بڈھا اور کاہل[1]، شوم و بدمزاج؛ اس کے ایک جورو تھی خوبصورت؛ شوہر ہزار دل سے اس کے وصل کا خواہاں تھا پر وہ ہزاروں کوس بھاگتی تھی۔ ایک شب کوئی چور اس کے گھر میں گھسا؛ سوداگر سوتا تھا اور عورت جاگتی تھی؛ چور کے آنے سے واقف ہو کر ڈری اور شوہر سے چمٹ گئی۔ سوداگر چونکا اور اس دولت بیدار کو اپنی بغل میں پایا اور نہایت خوشی سے پکار کہا کہ الٰہی! یہ صورت جاگتے میں دیکھتا ہوں یا خواب میں؟ اور حیران ہوا کہ یہ الفت و دل بستگی کیوں کر ہوئی اور کیا سبب ہے! جب خوب دیکھا تو چور پر نظر پڑی؛ کہا ''اے جوان مرد، مبارک قدم! تو جو کچھ چاہے میرے مال سے اٹھا لے جا کہ تیرے قدم کی برکت سے یہ ظالم بےوفا مجھ پر مہربان ہوئی۔''

فائدہ اس قصے کا یہ ہے کہ بعض حالتیں ایسی ہیں کہ ان کے دیکھنے سے دشمن پر نوازش و مہربانی مناسب نظر آتی ہے۔ اور اس کوے کی حالت بھی ایسی ہی ہے۔ بادشاہ نے تیسرے وزیر سے پوچھا کہ تیری رائے اس معاملے میں کیا حکم کرتی ہے؟ اس نے کہا ''بہتر یہ ہے کہ جہاں پناہ

۱۔ کاہل 'گراں جان' کا ترجمہ ہے۔ 'عیار دانش' صفحہ ۱۷۳۔

لباس حیات کو اس کے بدن سے نہ اتاریں ، بلکہ خلعت امان دے کر اس کی پرورش کریں تا کہ وہ بھی قدر جاں بخشی کی جان کر طریقہ بندگی اور اخلاص کا اختیار کرے اور آپ کے ملازمان خاص سے ہووے۔ داناؤں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ایک گروہ کو دشمنوں میں سے نکال لیں اور ان کی جمعیت کو برہم کرکے جس فریب سے ہو سکے انہیں دو گروہ کر دیویں کہ دشمنوں میں آپس کی مخالفت دوستوں کی خاطر جمعی کا موجب ہے ، جیسے چور اور دیو کی مخالفت زاھد کی خاطر جمعی کی وجہ ہوئی ۔" بادشاہ نے پوچھا "وہ کیوں کر ہے ؟"

حکایت

وزیر نے کہا "میں نے سنا ہے کہ ایک پارسائے پاک سیرت نے بغداد کی سرحد میں ایک عبادت خانہ بنایا تھا اور صبح و شام بندگی خدا کی کیا کرتا ۔ راست اعتقاد مریدوں میں سے ایک نے اس کے فقر و فاقہ پر مطلع ہو کر ایک ددھیل ، جوان ، موٹی تازی بھینس نذر گزرانی ۔ ایک چور اس بات سے واقف ہو کر زاھد کی عبادت گاہ کی طرف چلا ؛ راہ میں اسے ایک دیو ملا ۔ چور نے پوچھا تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے ؟ جواب دیا کہ میں شیطان ہوں ، فلانے زاھد کے پاس جاتا ہوں کہ اس نے میری دکان اٹھا کر اپنا بازار گرم کیا ہے ؛ میں چاھتا ہوں کہ اگر فرصت پاؤں تو اسے مار ڈالوں ۔ میرا احوال یہ ہے کہ جو تو نے سنا ، اب اپنا کہہ کہ تو کون ہے اور تیرا کیا حال ہے ؟ چور نے کہا "میں ایک عیار ہوں ، رات دن اسی خیال میں رھتا ہوں کہ کسی کا مال اڑاؤں ، داغ اذیت اس کے دل پر رکھوں ؛ اب

اس لیے جاتا ہوں کہ اسی پارسا کے یہاں ایک موٹی تازی بھینس ہے، اس کو چرا لاؤں۔" غرض باہم دونوں موافق ہو کر چلے؛ رات کے وقت زاہد کے گھر میں پہنچے۔ زاہد کو جھپکی ۱ لگ گئی تھی، چور نے سوچا کہ اگر شیطان اس کے مارنے کا قصد کرے، شاید چونک اٹھے اور چلاوے؛ لوگ جو اس کے ہمسائے میں ہیں، خبردار ہوویں، بھینس میرے ہاتھ نہ لگے۔ دیو بھی اسی فکر میں پڑا کہ اگر چور بھینس کو کھول کر گھر سے نکالنے لگے تو البتہ دروازہ کھولے گا اور کھٹکا ہوگا، مبادا درویش آہٹ سے جاگے اور اس کے مارنے میں توقف ہووے؛ تب چور سے کہا کہ تو ذرا رہ جا، پہلے میں زاہد کو مار ڈالوں، تب تو بھینس کو لے جائیو۔ چور نے کہا "تو توقف کر، میں آگے بھینس کو لے جاؤں تب تو اسے ماریو۔" اس رد و قبول سے ان میں کشتی ہوئی؛ چور نے گھبرا کر زاہد کو پکارا کہ دیکھو یہاں ایک دیو ہے، چاہتا ہے کہ تجھے مار ڈالے۔ شیطان بھی چلایا کہ یہاں ایک چور ہے، وہ چاہتا ہے کہ تیری بھینس چرا لے جاوے۔ زاہد نے ان کی آواز سے جاگ کر شور مچایا، ہمسائے کے لوگ آئے؛ تب وے دونوں بھاگ گئے اور زاہد کے جان و مال دشمنوں کی پھوٹ سے بچ رہے۔ غرض جب دشمن کے لشکر میں مخالفت پڑے پھر تلوار کھینچنی کیا ضرور ہے؟"

جب تیسرے وزیر نے یہ بات تمام کی، وزیر اول غصے ہوا اور کہا "میں دیکھتا ہوں کہ اس کوے نے افسانہ و افسوں سے تم کو فریفتہ کیا ہے؛ خبردار خواب غفلت سے جاگو اور اس کا انجام کار سوچو کہ دانا اپنے کام کی

۱۔ پارسا قدرے چشم گرم کردہ بود، 'عیار دانش' صفحہ ۱۷۳۔

علی‌الخصوص دشمنوں کے مکر سے بچنے کی بنیاد رائے صائب اور اندیشۂ درست پر رکھتے ہیں اور ان کی جھوٹی باتوں پر نہیں بھولتے ہیں اور غفلت پیشہ ذری سی خوشامد میں نرم ہو جاتے ہیں۔ بعض قدیم اور میراثی عداوت کو بھول کر مل جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے ہیں کہ دشمن اگر ہزار طرح سے روپ بدل کر آوے تب بھی زنگ عداوت اس کے آئینۂ دل پر باقی ہوگا۔ تمھارا احوال اس بڑھئی کا سا نظر آتا ہے جو اپنی بدکار جورو کی باتوں پر بھولا۔'' بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

وزیر نے کہا ''نقل ہے کہ شہر سرندیپ میں ایک نہایت نادان بڑھئی تھا اور جورو اس کی بہت خوبصورت اور جوان؛ وہ اس کا عاشق تھا اور ایک دم بغیر اس کے اسے چین نہ پڑتا۔ عورت ناچار بظاہر اسے چاہ[1] دکھاتی پر خلوت عیش میں مادۂ مراد اوروں کے ساتھ پیتی۔ ان کے ہمسائے میں ایک حسین جوان رہتا تھا، عورت کی نظر ایک دن اس پر پڑی، دل اس کا اس جوان کے عشق میں مبتلا ہوا۔ نامہ و پیام کی حد سے گزر کر نوبت بادہ و جام کی پہنچی۔ ہمسایوں میں سے ایک گروہ نے اس احوال سے واقف ہو کر اس بےخبر بڑھئی کو خبر کی۔ وہ بے چارہ اگرچہ اس قدر غیرت نہ رکھتا تھا تب بھی اس نے چاہا کہ تحقیق کر کے اس کا علاج کرے۔ عورت سے کہا کہ کچھ کھانے کو تیار کر، میں گاؤں کو جاتا ہوں؛ اگرچہ بہت دور نہیں ہے،

۱۔ عیار دانش کی عبارت یہ ہے 'زن بہ ضرورت او را نوازش می کرد' ملاحظہ ہو 'عیار دانش' صفحہ ۱۷۵۔

پر کئی روز وہاں رہوں گا ؛ معلوم نہیں کہ تیری جدائی کے درد میں کیوں کر اوقات بسر کروں گا۔ عورت بھی تکلف سے خوشامدیں کرنے اور گریۂ شادی سے آنسو بہانے لگی۔ غرض جلدی توشہ سفر کا تیار کر شوہر کو رخصت کیا۔ بڑھئی نے جانے کے وقت بہت سی تقید کی کہ دروازے کو اچھی طرح بند رکھیو اور گھر کے اسباب کی حفاظت خوب کیجیو تا کہ چور نہ لے جاویں۔ رنڈی نے قسم کھا کر قبول کیا اور کتنے ناز و نخرے کیے۔ شوہر کے جاتے ہی اپنے یار کو کہلا بھیجا۔ اس جوان نے وعدہ کیا کہ پھر رات گئے آؤں گا۔ عورت نے اس وعدے سے خوش ہو کر اسباب طرب کی تیاری کی۔ جس وقت کہ عاشق و معشوق خوشی میں تھے، بڑھئی اچانک ایک مخفی راہ سے گھر میں آ پہنچا اور ایک کونے میں چھپا یہاں تلک کھڑا رہا کہ وے دونوں خواب گاہ میں گئے۔ تب آہستہ آہستہ اس نے بھی اپنے تئیں ایسی جگہ پہنچایا جہاں سے دونوں کی خلوت داری دیکھے۔ یک بارگی رنڈی کی نظر اس کے پاؤں پر پڑی، سمجھی کہ شوہر بہانے سے اسی بات کی تحقیق کے واسطے گیا تھا ؛ اپنے یار کو آہستہ آہستہ سکھا دیا کہ پکار کر مجھ سے پوچھ کہ مجھے تو پیار کرتی ہے یا اپنے خصم کو ؟ جوان نے زبان کھولی اور جو کچھ سیکھا تھا پوچھنے لگا ؛ رنڈی نے پکار کر کہا کہ تو یہ سوال کیوں کرتا ہے اور فائدہ اس بات کے پوچھنے کا کیا ہے ؟ اس سے درگزر۔ جوان اس عورت کے کہنے کے بموجب رونے اور وہی بات پوچھنے لگا۔ آخر رنڈی نے کہا "میں سچ کہتی ہوں، عورتوں کو بےوقوفی سے اس قسم کی پریشانی درپیش ہوتی ہے اور

هر طرح کے لوگوں سے آشنائی کرتی ہیں؛ جب اپنی غرض حاصل ہو چکتی ہے تو ان سے بیگانی ہو جاتی ہیں۔ لیکن شوہر برابر جان کے ہے تن میں اور بصارت کے ہے آنکھ میں؛ جو رنڈی اپنے شوہر کو جان سے عزیز نہ جانے وہ عمر و جوانی اور زندگی و کامرانی سے بے بہرہ رہیو!'' بڑھئی نے جب یہ باتیں سنیں، محبت و الفت اس کے دل میں پیدا ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ قریب تھا کہ اس بے گناہ کے حق میں مجھ سے کچھ بدی ہو اور میں خدا سے شرمندہ ہوتا۔ یہ گمان بد تھا کہ میں اس کے حق میں رکھتا تھا۔ وہ آپ میرے غم سے بے کل اور مجھ پر فدا ہے۔ طریق دوستی و آئین یاری میں، باوصف اس قدر دوستی و الفت کے جو مجھ سے اس کو ہے، اگر کچھ قصور بھی ہو، چنداں اس پر گرفت نہیں، اور اس بات کو شمار میں نہ لائیے۔ کوئی بشر بھول چوک سے خالی نہیں؛ ایسا شخص کہاں ہے جس کا دامن گناہ سے آلودہ نہیں ہوا۔ میں نے اتنا رنج بے فائدہ اٹھایا اور اپنے تئیں بلاؤں میں مبتلا کیا، اب صلاح یہ ہے کہ اس کے عیش میں خلل نہ ڈالوں اور مرد بیگانہ کے سامنے اس کو بے حرمت نہ کروں، کیوں کہ نادانستہ یہ کام کرتی ہے نہ قصداً، اور مجھے چاہیے کہ اس کے ہنر کو دیکھوں اور عیب سے اس کے چشم پوشی کروں۔ تب بڑھئی وہیں چپ ہو کر بیٹھا اور دم نہ مارا یہاں تک کہ ان دونوں نے عیش سے فراغت کی اور فجر ہونے لگی۔ وہ مرد بیگانہ چلا گیا، عورت سو رہی؛ بڑھئی آہستہ رنڈی کے بچھونے پر آیا اور آہستہ آہستہ مہربانی سے اس کے چہرے اور چھاتیوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ مکارہ عورت نے آنکھ کھولی اور اپنے خصم

کو سرھانے دیکھ کر آٹھ بیٹھی اور پوچھا کہ خیر سے تم
کب یہاں آئے ؟ مرد نے کہا ''جس وقت تو اس مرد بیگانہ
سے ہم آغوش تھی؛ پر میں سمجھا کہ ضرورت کے سبب تو
اس کام میں مرتکب ہوئی ہے، اس لیے تیری خاطر سے اس
مرد کو نہ ستایا ۔ اور مجھے معلوم ہے کہ تجھے مجھ سے
کہال دل بستگی ہے، اور یقین جانتا ہوں کہ اپنی زندگی میرے
وصال کے واسطے چاہتی ہے، اور اپنی آنکھوں کی روشنی
میرا منہ دیکھنے کے لیے خواہش کرتی ہے ۔ اگر ایسا ایک
برا کام تجھ سے ہوا، یقین ہے کہ سہو و غفلت سے ہوگا؛
پس مجھے تیری خاطر اور تیرے آرام کی رعایت ضرور ہے ۔
خاطر جمع رکھ، مت ڈر اور مجھے معاف کر کہ میں نے
تیرے حق میں خیال فاسد کیا تھا اور بدگمان ہوا تھا، پر
معلوم ہوا کہ تو ایسی نہیں ہے جو میں سمجھا تھا ۔'' عورت
بھی فریب آمیز باتیں کرنے لگی اور دونوں کا دل غصے کے
غبار سے صاف ہوا اور خوشی سے گزران کرنے لگے ۔

یہ داستان میں نے اس لیے کہی کہ تم بھی اس بڑھئی
کے مانند جو بدکار و مکارہ رنڈی کی باتوں پر بھولا، اس
مکار کوے کی باتوں سے فریب نہ کھاؤ اور اس کی بازی سے
کہ خون کی بو اس سے آتی ہے، طریقہ دانش کا نہ چھوڑو ۔
جو دشمن دوری کے سبب تاخت نہ کر سکے، پہلے اپنے
تئیں کسی حیلے سے نزدیک پہنچاوے اور طور نصیحت کا
اختیار کر کے ظاھر داری و خوشامد سے محرم راز ہووے؛
جب بھید سے واقف ہووے تو فرصت کے وقت کاردانی سے
اپنے کام میں در آوے اور اسے انصرام کو پہنچا انتقام
لیوے ۔''

کوے نے کہا ''اے یار دل آزار! یہ سخن آرائی کس کام کی ہے! یہ ظلم جو مجھ پر ہوا ہے، حیلے سے کیا علاقہ رکھتا ہے؟ کوئی دانا اوروں کے آرام کے واسطے اپنے اوپر رنج نہیں لیتا۔ یہ ذلت میں نے آپ اختیار نہیں کی ہے؛ سب جانتے ہیں کہ میری یہ خرابی کووں کی مخالفت کا ثمرہ ہے۔ وزیر نے کہا ''دیدہ و دانستہ تو نے اپنے تن بدن کو اس خرابی میں ڈالا اور لذت انتقام کے واسطے جو تیرے دل میں ہے اس ذلت کی تلخی کو اپنے اوپر گوارا کیا ہے۔ اکثر لوگ ایسے گزرے ہیں کہ دشمن کی ہلاکت کے واسطے اپنی موت پر راضی ہوئے ہیں، اور اس لیے کہ اپنے خداوند نعمت کا کوئی کام بجا لاویں اور نقش حق گذاری و وفاداری کا زمانے کے صفحے پر ثبت کردیں، اپنے تئیں ہلاکت کے گرداب میں ڈالا ہے، جیسے اس بندر نے آپ کو ہلاک کر کر یاروں کا انتقام لیا۔'' الوؤں کے بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

وزیر نے کہا ''نقل ہے کہ بندروں کا ایک گروہ کسی جزیرے میں رہتا تھا اور تر و خشک میوجات وہاں بہت سے تھے؛ آب و ہوا وہاں کی ان کے مزاج کے موافق تھی۔ ایک دن کئی بندر کسی درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر ہر طرح کی باتیں آپس میں کہتے تھے؛ اتفاقاً ایک ریچھ آ پہنچا، ان کی جمعیت دیکھ کر پریشان ہوا اور اپنے دل میں کہا ''یہ مناسب ہے کہ میں ہمیشہ پہاڑوں میں سنگستان کے درمیان قاق سے گزران کروں اور ہزاروں محنت سے کانٹے اور گھاس کی جڑ کھاؤں اور یہ ایسی دل چسپ جگہ میں تر و تازہ

میوے کھاویں اور نرم نرم سبزے پر سیر کیا کریں ۔ تب اس نے چاہا کہ وہاں پہنچ کر ان کی جمعیت کو درہم برہم کرے ۔ بندروں نے شور مچایا اور اس کے پاس ہزاروں جمع ہوئے اور بے حواس کر کے اس کو زخمی کیا ۔ خام طبع ریچھ نے ہنوز اپنے درخت آرزو سے ثمرۂ مراد نہ چکھا تھا کہ نہال اس کی خوشی کا مرجھا گیا ۔ تب نہایت ایذا اٹھا کر وہاں سے بھاگا اور پہاڑ پر پہنچ کر چلایا؛ بہت سے ریچھ اس کے پاس آئے اور پوچھنے لگے ۔ زخمی خرس نے اپنا ماجرا بیان کیا اور کہا ''عجب بے حیائی ہے کہ قوی ہیکل ریچھ کو ضعیف بندروں سے عاجزی کرنی ہو ۔ ہمارے بزرگوں کی یہ حالت کبھی نہ ہوئی تھی ۔ یہ بدنامی ہمیشہ رہے گی ۔ صلاح یہ ہے کہ ہم مشورت ہو کر آپس میں اتفاق کریں اور ایسا ایک شب‌خون ماریں کہ زندگی ان پر وبال ہو ۔'' آخر ایک رات سب خرس پہاڑ پر سے اتر بندروں کے جزیرے کی طرف چلے ۔ قضارا بندروں کا بادشاہ امیروں اور سرداروں کا ایک گروہ ساتھ لے کر شکار کے واسطے جنگل میں رہ گیا تھا اور باقی بندر دشمن کے ہجوم سے غافل ہو اپنی اپنی جگہ میں آرام کرتے تھے ؛ یک بارگی خرس ان پر آ گرے ؛ جب تلک کہ خبردار ہوں ، بہت مارے پڑے اور تھوڑے زخمی ہو کر اپنی جان کو اس ورطۂ ہلاکت سے نکال کنارے لے گئے ۔ ریچھوں نے جب اس بیشۂ پر نعمت کو دشمنوں سے خالی پایا ، وہیں مقام کیا اور اس مظلوم ریچھ کو سبھوں نے رئیس اپنا کیا اور دست درازی کر کر جو نعمتیں کہ انہوں نے کتنے برسوں میں جمع کی تھیں ، اپنے تصرف میں لائے ۔ دوسرے دن بندروں

کا بادشاہ جو اس احوال سے غافل تھا ، جزیرے کی طرف چلا ؛ راہ میں ہزیمت کھائے ہوؤں کا ایک گروہ جو نیم مردہ ہو گرداب بلا سے نکلا تھا ، پہنچ کر فریاد کرنے لگا ۔ بادشاہ یہ خبر سن کر بہت متحیر ہوا اور کہا ''افسوس ہے کہ ملک موروثی میرے تصرف سے جاتا رہا ، اور حیف ہے کہ وہ خزانہ دشمن کے ہاتھ لگا اور بخت و اقبال جو میرے محکوم تھے ، مجھ سے پھر گئے ۔'' جتنے بندر رکاب میں تھے ، گھبرائے اور اپنے مال و اموال اور اہل و عیال کے واسطے نالہ کرنے لگے ۔ ان میں میمون نام ایک بندر تھا ؛ عقل و دانش سے آراستہ ؛ بادشاہ و رعیت اس کے مشورت پر کام کرتے ۔ جب اس نے بادشاہ کو حیران اور اوروں کو سرگردان دیکھا ، زبان نصیحت کی کھولی کہ آفت کے وقت بے صبری داناؤں کو مناسب نہیں ، کیونکہ بے قراری و پریشانی میں دو ضرر ہیں ؛ دوست مغموم ہوتے ہیں اور دشمن خوش ۔ اس کام کی تدبیر یہی ہے کہ صبر کیجیے اور تدبیر درست سے علاج اس کا ٹھہرائیے ۔ بادشاہ نے پوچھا ''تدبیر اس کی کیا ہے ؟'' میمون نے خلوت کر کے عرض کی کہ اے شاہ نامدار ! ہمارے بال بچے ، خویش و اقربا ان ظالموں کے ہاتھ مارے پڑے اور ہمیں ان کے بغیر زندگی میں ایک دم آرام نہ ہوگا ۔ پس جو آخر مرنا ہے ، چاہتا ہوں کہ جلد دنیا کے علاقے سے چھوٹوں اور اپنی جان کھو کر انتقام ان دوستوں کا جو جان سے بھی عزیز تھے ، لوں ۔ بادشاہ نے کہا ''اے میمون ! انتقام کا مزہ زندگی ہی میں ہے اور دشمن پر غالب ہونے کا ذوق زندگی کے آرام کے واسطے ہے ؛ اگر تو جیتا نہ رہے ، خواہ دنیا آباد ہو خواہ ویران ، تیرے نزدیک دونوں برابر ۔''

میمون نے کہا ''اب جو حالت میری ہے اس پر مرنے کو جینے سے بہتر جانتا ہوں کہ آنکھیں فرزندوں ، دل بندوں کے دیکھنے کے لیے ہیں ، جب وے زمین کے پیوند ہو جاویں اور میں جیتا رہوں توحیف ہے اس زندگی پر ! اب چاہتا ہوں کہ مقدور بھر سعی کروں اور بادشاہ کا حق ادا کر کے دست گیری باقی یاروں کی، جو جلے بھنے اور خستہ خاطر ہیں ، کروں ؛ اور اپنے نقد جان کو نثار کر کے دنیا میں نیک نام ہوں ۔ میں چاہتا ہوں کہ جہاں پناہ میری موت پر تاسف نہ کریں اور جب دوستوں کے ساتھ خوشی کی مجلس میں بیٹھیں ، میری وفاداری یاد فرماویں ۔'' بادشاہ نے کہا ''یہ کام کس طرح سر انجام ہو اور کیوں کر تو اس میں در آوے ؟'' میمون نے کہا ''ایک تدبیر میں نے ٹھہرائی ہے کہ ان ریچھوں کو بیابان مرد آزمائے جگر گداز میں لوں کی آگ سے جلاؤں ، اور اغلب ہے کہ میری فکر موافق پڑے ۔ بہتر یہ ہے کہ آپ بندروں کو حکم کریں کہ دانتوں سے میرے کانوں کو اکھاڑیں اور میرے ہاتھ پاؤں کو توڑیں اور جہاں میرے رہنے کی جگہ ہے ، رات کو اس کے ایک کونے میں ڈال دیں اور بادشاہ اپنے سب ملازموں کو لے کر اس جنگل کے ادھر آدھر چھٹک جاویں ۔ جب دو دن گزر جاویں ، تیسرے دن فجر کے وقت آویں اور اپنی اپنی جگہ میں چین سے بیٹھیں ، وہاں دشمن کا نشان باقی نہ رہے گا ۔'' میمون کے کہنے سے بادشاہ نے فرمایا کہ اس کے کانوں کو اکھاڑیں اور ہاتھ پاؤں اس کے توڑ کر جنگل کے اس کنارے پھینک دیں ۔ بندر حکم بجا لائے اور بادشاہ نے اپنے لشکر کو پراگندہ کر دیا اور ہر ایک گوشے میں منتظر

بیٹھا ۔ میمون ساری رات نالہ کرتا رہا ۔ ریچھوں کا بادشاہ فجر کے وقت سیر کو نکلا تھا، اس کی گریہ و زاری کی آواز سنی اور اسی طرف چلا ؛ جب میمون کو اس حالت میں دیکھا ، باوجود سخت دلی کے اس پر مہربانی کی اور احوال پوچھا ۔ میمون فراست سے سمجھا کہ یہ اس قوم کا بادشاہ ہے ، دعا و ثنا کرنے لگا اور بولا ''میں بندروں کے بادشاہ کا وزیر ہوں ؛ اس کے ساتھ شکار کو گیا تھا ؛ شب خون کے وقت جنگاہ میں حاضر نہ تھا ؛ دوسرے دن بھاگنے والوں سے جہاں پناہ کے آنے کی خبر سنی ۔ شاہ بوزنہ جو میری تدبیر پر اعتماد رکھتا تھا ، اس کام کی مشورت مجھ سے پوچھی ؛ میں نے خیرخواہی سے اس کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی صلاح دی اور کہا ہماری بہتری اسی میں ہے کہ شاہ خرس کی اطاعت کریں اور باقی عمر جہاں پناہ کی خدمت میں بسر کر کے آپ کے سایۂ دولت میں زمانے کے حوادث سے آرام میں رہیں اور گوشے و توشے پر قناعت کریں ۔ بادشاہ میری بات سے بیزار ہوا اور اس گروہ کو جو بالفعل اس جنگل میں آ کر رہا ہے ، سخت و سست کہا ۔ جب دوبارہ میں نے نصیحت کی ، یہ خرابیاں میری کیں اور سمجھا کہ میں آپ کے خیرخواہوں سے ہوں ؛ حکم کیا کہ اس کو لے جا کر اسی جزیرے میں ڈال دو ، دیکھیں کہ وے کیونکر حمایت اس کی کرتے ہیں ۔ غرض مجھے یہاں پھنکوا دیا اور میری قدیم خدمتوں کا ثمرہ یہ ملا ۔'' بندر نے یہ باتیں کہیں اور ایسا زار زار رویا کہ ریچھوں کے بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے پوچھا کہ اب وے بندر کہاں ہیں ؟ جواب دیا کہ مرد آزمائے نامی ایک جنگل ہے ، وہاں جا کر پناہ لی ہے اور ہر

طرف سے فوج جمع کرتے ہیں ؛ نزدیک ہے کہ خون خوار لشکر لے کر شب‌خون ماریں ۔ بادشاہ نے گھبرا کر کہا ”اے میمون ! اب کیا صلاح ہے ؟ ایسا نہ ہو کہ ان کی طرف سے کوئی اذیت میری قوم کو پہنچے ۔“ میمون نے کہا ”جہاں پناہ! اس بات سے خاطر جمع رکھیں؛ اگر میرے پاؤں ہوتے تو ایک گروہ کو ساتھ لے ان پر پہنچتا اور ان ناحق شناسوں کا مغز نکالتا ۔“ بادشاہ نے کہا ”میں جانتا ہوں کہ تو ان کی جگہ جانتا ہے ، جو ہمیں ان کے نزدیک پہنچا سکے تو طوق منت ہماری گردن میں ڈالے اور تیرا بھی یہ مقصد بر آوے کہ جنھوں نے تجھ کو ستایا ہے ان سے اپنا انتقام لیوے ۔“ میمون نے کہا ”یہ کیوں کر ہو سکے کہ ان ہاتھ پاؤں سے چلوں ؟“ بادشاہ نے کہا ”میں اس کی تدبیر کرسکتا ہوں اور کسی حیلے سے تجھ کو لے جا سکتا ہوں ۔“ بعد اس کے فوج کے سرداروں کو بلوایا اور یہ احوال ان سے ظاہر کر کے کہا کہ تیار رہو ، آج کی رات دشمن پر تاخت کروں گا ۔ غرض سب کے سب سر انجام کر کے میمون کو ایک ریچھ کی پیٹھ پر باندھ کر روانہ ہوئے ۔ میمون اشارے سے راہ بتاتا تھا ؛ یہاں‌تک کہ بیشۂ مرد آزمائے میں پہنچے ۔ وہ ایک میدان تھا کہ اس میں پانی نایاب تھا اور ہمیشہ سموم جاں سوز چلتی تھی ۔ میمون نے کہا ”جلد چلو کہ پو پھٹنے سے پہلے جہان روشن کو ان پر تاریک کروں اور ان سیاہ بختوں کے علم بخت کو گرا دوں ۔“ ریچھوں نے کمال خواہش سے اس جنگل میں قدم رکھا اور اپنے پاؤں سے اجل کے میدان میں آئے اور دن ہو گیا اور بندروں کا کچھ نشان نہ پایا ۔ میمون اسی طرح چلنے کے واسطے جلدی کرتا

تھا اور افسانہ و افسوں سے انہیں فریب دیتا تھا ؛ یہاں تک کہ ہوا اور گرم ہوئی اور ریت جلنے اور سموم سوزندہ بہنے لگی۔ بادشاہ نے میمون کی طرف رخ کر کے پوچھا کہ یہ کون بیابان ہے جس کے ڈر سے دل بے تاب اور جگر بے آب ہوتا ہے ، اور کیا گرم ہوا ہے کہ آگ کے شعلے کے مانند مشتعل ہے ؟ میمون نے کہا ''اے ظالم دل آزار ! یہ بیابان اجل اور یہ لوہ جو چلتی ہے سو پیک اجل ہے ۔ خاطر جمع رکھ کہ اگر ہزار جان رکھتا ہے تو ایک بھی ان میں سے سلامت نہ رہے گا اور قریب ہے کہ یہی ہوائے گرم سبھوں کو خاکستر کرے اور اسی آتش ظلم سے جس سے تو نے بندروں کے دلوں کو جلایا ہے ، جل جائے ۔ اسی گفتگو میں تھے کہ لوں ایسی چلی کہ شاہ خرس کو تمام فوج اور میمون سمیت وہیں جلا دیا ، کوئی جیتا نہ پھرا ۔ تیسرے روز موافق وعدے کے ، شاہ بوزنہ اپنے لشکر سمیت اس جزیرے میں آیا ، جنگل کو دشمنوں سے خالی پایا اور ملک کو غبار اغیار سے صاف دیکھا ۔

یہ قصہ میں نے اس لیے کہا کہ تو جہاں پناہ جانیں کہ کینہ وروں نے واسطے لذت انتقام کے اپنی جان سے ہاتھ اٹھایا ہے ، اور میں حالت کارشناس کی اسی طرح سمجھتا ہوں ، اور آگے بھی کووں کو میں نے آزمایا ہے اور اندازہ ان کی دور اندیشی و فریب کا سمجھا ہے ۔ جب کارشناس کو میں نے اس حالت میں دیکھا ، مجھے یقین ہوا کہ رائے ان کی درست نہیں ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ وہ فریب سے ہمارا خون کرے ، ہم اس کے قتل میں جلدی کریں ۔ بادشاہ نے جب یہ باتیں سنیں ، خفا ہو کر منہ پھیر لیا اور کہا

'یہ کیا خشونت و بے مہری ہے! ایک درد مند جو ہماری خیر خواہی کے سبب اتنی اذیت اٹھاوے، ہم اس کے ستانے کی سعی کریں اور آفت زدے کو پھر آزمایش کی گھڑیا میں گلاویں؟'' تب فرمایا کہ اس کوے کو آبرو و حرمت سے اٹھالو۔ وزیر نے کہا ''جہاں پناہ! جو آپ نے میری بات کی طرف التفات نہ کیا اور میری صلاح کو کہ عین خیر خواہی تھی، قبول نہ فرمایا، چاہیے کہ اس کے ساتھ دشمنوں کی طرح بسر کیجیے اور ایک پل بھی اس کے فریب سے نڈر نہ رہیے کہ اس کے آنے کی وجہ سوائے الوؤں کی خرابی اور کووں کی رفاہیت کے نہیں ہے۔'' بادشاہ اس نصیحت سے برہم ہوا اور وزیر دانا کی بات پوچ جانی۔ کوا اس کی خدمت میں کمال عزت سے زیست کرنے لگا اور شرط خدمت و آداب ملازمت سے کچھ فروگذاشت نہ کرتا تھا۔ بادشاہ کے مقربوں اور ندیموں کو اس طرح سے خوش کیا کہ سبھوں کو اپنے سے ملا لیا۔ اسی سبب سے روز بروز درجہ اس کا بلند ہونے لگا اور سب کے دلوں میں جگہ کرنے۔ یہاں تلک نوبت پہنچی کہ معتمد و محرم راز اور مدارالمہام و مشیر ہوا۔ تمام امور ملکی میں اس سے صلاح پوچھتے تھے اور سب کام اسی کی تدبیر پر کرتے تھے۔ ایک دن کارشناس نے بار عام میں کہا کہ ہمارے شاہ نے مجھے بے سبب ستایا اور بے قصور مجھ پر ظلم کیا ہے، جب تلک اپنا انتقام نہ لوں اور جواں مردوں کی طرح اس سے نہ لڑوں، نہ مجھے چین پڑے گا نہ خواب و خور خوش آوے گا۔ میں نے اس کام کے واسطے بہت سا تامل کیا، آخر یقین جانا کہ جب تلک اس صورت میں رہوں گا اور کووں کی شکل نظر آؤں گا،

اپنے مطلب کو نہ پہنچوں گا اور غرض اپنی حاصل نہ کر سکوں گا۔ میں نے دنیا داروں سے سنا ہے کہ جب کسی مظلوم نے کسی ظالم سے اذیت پائی ہو اور سرکش ستم گار کے ہاتھ سے رنج اٹھایا ہو، اگر وہ مرنے پر مستعد ہو اور اپنے کو آگ میں جلاوے، اس وقت جو دعا کرے، قبول ہوتی ہے۔ اگر آپ کی مرضی ہو اور مجھے جلاویں تو جس وقت میرے بدن میں آگ لگے خدا سے دعا مانگو کہ مجھے بوم کی شکل بناوے۔ شاید اس وسیلے سے ان ظالموں پر غالب ہوں اور انتقام اپنا لوں۔ اس مجلس میں وہ وزیر جو کارشناس کے قتل کا قصد رکھتا تھا، حاضر تھا؛ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اس بات میں تو کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ بھی تازی ایک بازی ہے جو کمال فریب سے کی ہے؛ اگر ہزار مرتبے اس کو جلاویں اور اس کی خاک کو دریا میں دھوویں، ذات ناپاک اس کی ویسی ہی رہے گی۔ بدذات سے ہرگز نیکی کی توقع نہ رکھیے۔ بیت

کمینے سے نیکی کی مت رکھ امید
کہ دھونے سے زنگی نہ ہووے سفید[۱]

بالفرض اگر لباس طاؤسی پاوے اور خلعت سیمرغ پہنے، تب بھی زاغ تیرہ بخت کی صحبت کا مایل رہے گا؛ جیسے اس چوہے نے باوجود اس کے کہ آدمی کی شکل پائی تھی، پھر اپنی اصل کی خواہش کرکے ماہ آسمان جاہ، ابر فیض بخش، ہوائے راحت افزا اور کوہ ثابت قدم سے الفت نہ کی۔"
بادشاہ نے پوچھا "وہ کیوں کر ہے؟"

اردو کا یہ شعر فارسی کے اس شعر کا ترجمہ ہے:
۱ 'زبد اصل نیکی ندارم امید   کہ زنگی نہ گردد بہ شستن سفید
ملاحظہ ہو 'عیار دانش' صفحہ ۱۸۱۔

حکایت

وزیر نے کہا ''ایک فقیر مستجاب الدعوات تھا ۔ جو کچھ خدا کی درگاہ سے دعا مانگتا ، قبول ہوتی ۔ ایک دن کسی ندی کے کنارے بیٹھا تھا ، کوئی چیل اڑتی ہوئی وہاں پہنچی اور ایک چوہے کا بچہ اس کی چونچ سے چھوٹ کے اس بزرگ کے سامنے زمین پر گر پڑا ۔ بزرگ کو اس پر رحم آیا ، اٹھا کر خرقے میں رکھ اپنے گھر لے گیا ۔ پھر سوچا کہ مبادا اہل خانہ کو اس سے کچھ رنج و زیاں پہنچے ، اس لیے جناب اقدس الٰہی سے اس کے آدمی ہونے کی دعا مانگی ، فی الفور خدا نے اس کو ایک خوبصورت ، پاکیزہ سیرت لڑکی کردیا ۔ درویش نے اس کو اپنے مریدوں میں سے ایک شخص کو سونپ دیا کہ فرزندوں کی طرح اس کو عزیز رکھ ۔ مرید نے پیر کے حکم کے موافق اس کی پرورش میں کمال سعی کی ، یہاں تک کہ سن بلوغ کو پہنچی ۔ بزرگ نے کہا ''اے جان عزیز ! اب وہ دن پہنچا کہ تیری شادی کسی سے کردوں اور میں نے یہ کام تیری رضا پر موقوف رکھا ہے ؛ آدمی یا کسی اور مخلوقات سے جس کو تیرا جی چاہے ، اس سے تیرا نکاح کردوں ۔'' لڑکی نے کہا ''میں ایسا شوہر چاہتی ہوں جو زور قد اور شان و شوکت میں سب سے زیادہ ہو ۔'' درویش نے فرمایا کہ اس صفت کا جو تو کہتی ہے ، چاند ہے ۔ جب رات ہوئی تو لڑکی کا احوال چاند سے کہا ؛ اس نے جواب دیا کہ میں تجھے اپنے سے زور آور کا پتا بتا دیتا ہوں ؛ مجھ پر غالب ابر ہے جو میرے نور کو ڈھانپ دیتا ہے ۔ درویش نے یہ بات ابر سے کہی ؛ وہ بولا اگر مجھے زور

کے سبب پسند کرتا ہے تو ہوا مجھ سے زیادہ زور آور ہے کہ جس طرف چاہتی ہے مجھے کھینچ لے جاتی ہے۔ آخر یہ پیغام ہوا کو دیا ؛ اس نے کہا ”زور تمام جہان کا پہاڑ میں ہے جس نے پاؤں دامن وقار میں کھینچے ہیں۔“ تب پہاڑ کے پاس گیا اور احوال اس سے بیان کیا۔ اس نے جواب دیا کہ چوہے کو زور مجھ سے زیادہ ہے کہ وہ مجھے کھودتا ہے اور میں اس سے ناچار ہوں۔ لڑکی نے کہا ”سچ کہتا ہے، چوہا اس پر غالب ہے ؛ میرے شوہر ہونے کے لایق وہی ہے۔“

غرض اسے جب چوہے کے پاس لے جا کر یہ بات کہی ، اس نے بسبب علاقۂ ہم جنسی کے اپنے دل کی رغبت اس کی طرف زیادہ پائی ؛ جواب دیا کہ میں بھی ایک مدت سے آرزومند ایک دل آرام کا ہوں جو مونس و غم خوار ہووے ؛ پر چاہیے کہ میرا جوڑا میری جنس سے ہو۔ لڑکی نے کہا ”یہ آسان ہے ؛ یہ بزرگ دعا کرے گا ، میں چوہیا ہوجاؤں گی۔ جب درویش نے دیکھا کہ دونوں طرف سے خواہش ہے ، ہاتھ اٹھا کر دعا کی ، وونہیں اس کی دعا کی برکت سے وہ چوہیا ہو گئی اور اپنی اصل کی طرف پھری۔ وہ بزرگ اس کو چوہے کے حوالے کر اپنی عبادت گاہ کو گیا۔

حاصل اس قصے سے یہ ہے کہ اصل خلقت میں جو کچھ ہے آخر وہی ظاہر ہوتا ہے ، اگرچہ کسی طرح اسے اس حال سے پھیریں۔ شاہ بوم نے جیسا آئین بدبختوں کا ہے ، وزیر دانا کی نصیحت نہ سنی۔ کارشناس ہر روز ان کو ایک دل چسپ قصہ اور ہر رات ایک بے نظیر داستان سناتا ؛ نادر باتیں اور عجیب نکتے کہتا ، یہاں تلک کہ مقرب درگاہ ہو کر ان کے بھیدوں پر مطلع ہوا۔ اتفاقاً ایک دن فرصت پا کر

کووں کے پاس گیا اور اپنی آنکھیں بادشاہ کے دیدار سے
روشن کیں۔ اس نے خوش ہو کر پوچھا کہ اے کارشناس!
تو نے کیا کیا؟ جواب دیا ''جہان پناہ کے اقبال سے
جیسا کچھ چاہیے ویسا کام میں نے کیا؛ تیار رہیے کہ
وقت انتقام لینے کا اور خاطرخواہ دشمنوں کی تباہی دیکھنے کا
پہنچا ہے۔'' بادشاہ نے کہا ''کچھ کچھ حقیقت مشورت کی
کہہ کہ اس سے واقف ہو کر جو کچھ اسباب ضرور ہووے
تیار کیا جائے۔'' کارشناس نے کہا ''فلانے پہاڑ میں ایک غار
ہے، دن کو سب بوم وہیں رہتے ہیں، اور اس سرحد میں
سوکھی اکڑیاں بہت سی ہیں، جہاں پناہ فرمادیویں کہ
کوے تھوڑی سی لکڑیاں لے کر غار کے دروازے پر
جمع کریں اور میں رکھوالوں کے پاس سے جو اس کے قریب
رہتے ہیں، ذرا سی آگ لاؤں اور لکڑیوں کے اوپر ڈالوں،
تب بادشاہ کووں کو حکم کریں کہ اپنے پروں کی ہوا سے
آگ سلگاویں؛ جو بوم اس غار سے نکلے جل جاوے اور جو
نہ نکلے دھوئیں سے دم گھٹ کر مر جاوے۔'' بادشاہ کو یہ
تدبیر پسند آئی؛ اسی طور سے آلوؤں کو جلا دیا۔ کووں
نے یک بارگی فتح پائی، سب خوش ہوئے اور کام یاب ہو کر
پھرے۔ بادشاہ اور تمام لشکر کارشناس کی تدبیر سے ممنون
احسان ہوئے اور اس کی کاردانی کے سبب رتبہ اس کا بڑھایا۔
ایک دن بادشاہ نے کہا کہ تیری تدبیر درست دشمنوں کے
دفع کرنے اور دوستوں کے خوش ہونے میں عجب کچھ
تاثیر رکھتی ہے۔ کارشناس نے کہا کہ جو کچھ ہوا سو
بادشاہ کی خوبی اقبال سے اور جہاں پناہ کے طالع کی برکت
سے ہے۔ آثار اس فتح کے میں اسی روز سمجھا تھا کہ

جس دن ان نا عاقبت اندیشوں نے ویسا ظلم غریبوں پر کیا
اور طمع تصرف کی ہمارے ملک موروثی اور قدیم ولایت پر کی۔
پھر بادشاہ نے پوچھا کہ ان کی صحبت میں اتنی مدت تو
نے کیوں کر گزران کی ، اور ظاہر ہے کہ بھلوں کو
بروں کی صحبت کی تاب نہیں ہوتی ہے ، چنانچہ داناؤں نے
کہا ہے کہ بد ذات سانپ کے ساتھ رہنا یار بد کے منہ
دیکھنے سے بہتر ہے۔ کارشناس نے کہا ''یوں ہی ہے جو آپ
نے فرمایا ؛ کوئی اذیت طبیعت کو نا جنس کی صحبت سے
زیادہ نہیں ہے۔ لیکن دانا اپنے خاوند کی خوشنودی کے لیے
زمانے کی تصدیعوں سے کنارہ نہیں کرتا ، اور جو محنت
درپیش ہو ، کمال خوشی سے برداشت کرتا ہے اور عالی ہمت
کسی محنت سے تنگ نہیں ہوتا ہے ، کیوں کہ جس کام سے
فتح و نصرت ہو ، اگر اس میں کوئی رنج اور اذیت ہو ،
اٹھایا چاہیے اور اس سے منہ نہ پھیریے کہ گنج بغیر رنج کے
مل نہیں سکتا ہے۔ اور بدون کانٹے کی اذیت اٹھائے پھول
نہیں توڑ سکتے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے ''پریشانی کا گلہ نہ کر
کہ تلاش کی راہ میں جب تک رنج نہ اٹھاوے راحت کو نہ
پہنچے۔'' بادشاہ نے کہا کہ بوموں کی کچھ دانائی اور فراست
بیان کر۔ اس نے جواب دیا کہ ان میں کوئی دانا نہ دیکھا ،
سوائے ایک کے جو میرے قتل پر اصرار کرتا تھا۔ انھوں
نے اس کی رائے کو ضعیف جان کر اس کی نصیحتوں کو
نہ سنا اور اتنا نہ سمجھے کہ یہ ہمارے درمیان میں مسافر ہے
اور اپنی قوم میں عالی مرتبہ تھا اور عقل و فہم میں مشہور ،
مبادا کوئی فریب کرے۔ طرفہ یہ کہ اس بات کو نہ اپنی
عقل سے دریافت کیا ، نہ اوروں کی نصیحت نے ان میں اثر

کیا، نہ اپنے بھید کو مجھ سے چھپایا؛ ناچار جو دیکھنا تھا سو دیکھا۔ داناؤں نے کہا ہے ''بادشاہ کو اخفائے راز میں احتیاط ضرور ہے، خصوصاً نا امید دوستوں اور ڈرنے والے دشمنوں سے۔'' بادشاہ نے کہا ''معلوم ہوتا ہے کہ الوؤں کے ہلاک ہونے کا سبب ان کا ظلم تھا۔'' کارشناس نے کہا ''بجا ہے؛ جس حاکم نے ظلم کی بنا ڈالی، جلد اس کی سلطنت کی بنیاد اکھڑے گی۔''

حکیموں نے کہا ہے کہ جو کوئی چار کام کرے، چار چیز کا امید وار رہے۔ جو ظلم کرے اپنی ہلاکت کو یقین جانے اور جو رنڈیوں سے محبت زیادہ رکھے، رسوا ہونے پر موجود رہے، اور جو کھانے کا اندازہ نہ جانے بیماری کا منتظر رہے، اور جو بے تدبیر وزیروں پر اعتماد کرے بادشاہی سے ہاتھ دھووے۔ داناؤں نے یہ بھی کہا ہے کہ چھ شخصوں کو چاہیے کہ چھ چیزوں کی طمع نہ رکھیں: پہلے حاکم ظالم پائداری ملک کی؛ دوسرے متکبر و مغرور نیک نامی کی؛ تیسرے بدخلق دوستوں کی کثرت کی؛ چوتھے بے ادب بزرگی کی؛ پانچویں بخیل نیکو کاری کی؛ چھٹے حریص بےگناہی کی، کیوں کہ حرص[1] ہر ایک کو گناہ میں مرتکب کرتی ہے، جیسا الوؤں کے بادشاہ کو کووں کی لڑائی کی کمال خواہش تھی اس لیے چاہ بلا میں ڈوبا۔ بادشاہ نے کہا ''ہم کیوں کر اس نعمت کا شکر ادا کریں جو تیری کوشش سے حاصل ہوئی اور تو نے بڑی تصدیع کھینچی اور دشمنوں کے پنجے میں گرفتار ہو کر ہزاروں اذیتیں اٹھائیں۔ اگر وے اپنے وزیر خیر خواہ کی نصیحت سنتے تو جانیں اپنی نہ کھوتے۔'' کارشناس

۱- 'عیار دانش' کی عبارت یوں ہے: ''حرص آدمی را در گناه اندازد'' صفحہ ۱۸۳ -

نے کہا ''جواں مرد اس کو کہتے ھیں کہ جب کسی بات پر کمر باندھے پہلے اپنی جان سے ھاتھ دھووے اور زندگی سے دل اٹھا کر جان بازوں کے معرکے میں قدم رکھے ؛ کسی نے کہا ھے ۔ **بیت**

از جان مترس تا بحیات ابد رسی
بر آب خضر سد سکندر نہ بستہ اند

اگر مصلحت جانے کہ اپنے سے چھوٹے کی خدمت میں دن کاٹے، چاھیے کہ وھی طریقہ اختیار کرے تو مقصد کو پہنچے ؛ جیسے ایک سانپ نے اپنی صلاح اس میں دیکھی کہ مینڈک کی خدمت اختیار کرے ۔'' بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر ھے ؟''

حکایت

کارشناس نے کہا ''نقل ھے کہ ایک سانپ مارے بڑھاپے کے نہایت سست اور ضعیف ھو گیا تھا اور کم زوری کے سبب شکار سے عاجز اور طعمے کے لیے حیران ھوا ۔ اپنے دل میں کہا 'افسوس ھے کہ جوانی کے ایام پھر نہ آویں گے ، اب اس کی توقع کرنی ایسی ھے جیسے پانی سے آگ کی خاصیت چاھنی اور آگ سے پیاس بجھانی ۔ ساتھ اس کے کاش بڑھاپے کو بھی قیام ھوتا تو کیا خوب تھا ! جب کہ گزرا ھوا وقت پھر ھاتھ نہیں آسکتا تو آیندہ کا سر انجام کرنا مناسب ھے ۔ زور کے عوض تھوڑا سا تجربہ حاصل ھوا ھے ، اب مدار اپنے کاموں کا کم آزاری پر رکھیے اور جو خرابی اس سبب سے ھو ، اسے گوارا کیجیے ؛ تب اس چشمے کے کنارے گیا جہاں بہت سے مینڈک رھتے تھے اور ان کا ایک بادشاہ کامگار تھا ۔ سانپ مظلوم و غم گین کی صورت بن کر رستے میں پڑ رھا ؛

اس میں ایک مینڈک ادھر آ نکلا ، پوچھا کہ تجھے نہایت مغموم دیکھتا ہوں ، سبب اس کا کیا ہے ؟ جواب دیا کہ غم کھانے کے لائق مجھ سے زیادہ اور کون ہے ۔ میری زندگی کا سبب مینڈک کا شکار تھا ؛ آج ایسا ایک حادثہ پڑا ہے کہ ان کا شکار مجھ پر حرام ہوا ۔ اگر قصد کر کے چاہوں کہ ان میں سے کسی کو پکڑوں ، ممکن نہیں ۔ مینڈک نے وہاں سے جا کر اپنے بادشاہ کو خبر کی ۔ بادشاہ نے اس تازی خبر سے متعجب ہو ، سانپ کے پاس آ کر پوچھا کہ یہ حادثہ تجھ پر کیوں کر پڑا ہے ؟ اس نے کہا ''اے بادشاہ! اس بے حیا حرص نے مجھے بلا کے دام میں پھنسایا اور فتنہ انگیز لالچ نے یہ تصدیع مجھے دی ۔ ایک دن میں نے ایک مینڈک کا قصد کیا ، وہ ڈر سے بھاگ کر ایک پارسا کے گھر میں گھسا ، میں بھی اس کے پیچھے لگا ؛ گھر اندھیرا تھا اور درویش کا لڑکا وہاں سوتا تھا ؛ اس کے پاؤں کے انگوٹھے کی چوٹ میرے لگی ؛ میں سوچا کہ مینڈک ہے ، مارے حرص کے جو میں نے پکڑ لیا تو وہ وہیں سرد ہوگیا ۔ پارسا نے خبر پا کر لڑکے کے درد سے میرے مارنے کا قصد کیا ؛ میں جنگل کی طرف بھاگا چلا جاتا تھا اور وہ میرے پیچھے دوڑتا آتا تھا اور لعنت کر کے یہ بد دعا دیتا تھا کہ خدا تجھ کو ذلیل اور خوار کرے ! مینڈکوں کے بادشاہ کا مرکب بناوے اور ہرگز تجھے ان کے کھانے کا مقدور نہ ہووے ، مگر جو کچھ صدقے کے طور سے تجھے دیویں وہی کھا سکے ! اب دعا اس کی قبول ہوئی ، ناچار راضی برضائے الٰہی ہو میں یہاں آیا ہوں ؛ بادشاہ مجھ پر سوار ہوویں ۔'' اس کو یہ بات پسند پڑی ؛ اپنی بزرگی سمجھ کر ہمیشہ

اس پر سوار ہوتا اور اس بات کا فخر کرتا اور اپنے ہم جنسوں پر بڑائی جتاتا۔ جب ایک مدت اسی طرح گزری سانپ نے عرض کی ''جہاں پناہ کی عمر دراز ہوجیو ! مجھے طعمہ ضرور ہے کہ اس سے زیست کروں اور یہ خدمت بجا لاؤں۔'' بادشاہ نے کہا ''بات یہی ہے جو تو کہتا ہے ؛ مجھے سواری ضرور ہے اور مرکب کو بغیر قوت کے قوت نہیں ہو سکتی ہے۔'' تب دو مینڈک کا راتب اس کے لیے مقرر کیا کہ شام و صبح کھاوے۔ اور سانپ اس ذلت کو اس جہت سے کہ منفعت رکھتی تھی، عار نہ سمجھتا تھا۔'' کارشناس نے کہا ''یہ کہانی میں نے اس لیے کہی کہ میں بھی جو صبر کرتا تھا اور خرابی کھینچتا تھا سو بہ سبب اس کے کہ دشمنوں کی موت اور دوستوں کی بہتری اس پر موقوف تھی، اتنی کراہیت میرے مزاج میں نہ آتی تھی۔ اور یہ بھی ہے کہ نرمی سے جلد دشمن کی جڑ اکھڑ سکتی ہے، نہ لڑائی سے ؛ جیسے آگ باوجود اس حدت کے اگر کسی درخت میں لگے اسی قدر جلاوے جو زمین کے اوپر ہے اور پانی با وصف اس لطافت و ملائمت کے جو، درخت کہ سب سے سخت اور بڑا ہووے، اس طرح جڑ اس کی اکھاڑ دیوے کہ پھر وہاں نہ ٹھہر سکے۔ اور یہی سمجھ کر داناؤں نے کہا ہے کہ عقل و تدبیر شجاعت سے بہتر ہے۔ ایک مرد شجاع جنگاہ میں دس کا مقابلہ کر سکتا ہے یا بیس کا، حد سو تلک، پر ایک دانا تدبیر درست سے ایک ملک کو درہم برہم کر دیتا ہے اور ایک فکر نیک سے لشکر عظیم کو شکست دیتا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ ایک اچھی تدبیر سے وہ کام ہوسکتا ہے جو ایک بڑے لشکر سے نہ ہو سکے۔'' بادشاہ نے

کہا ''دشمنوں پر تو نے خوب فتح پائی اور انہیں ایک شکست فاحش دی ۔'' کارشناس نے کہا ''یہ کام صرف عقل و تدبیر سے نہیں ہوا بلکہ اقبال شاہی نے اس کی مدد کی ۔ داناؤں نے کہا ہے 'اگر ایک گروہ کسی کام کا قصد کرے اور کسی مہم پر کمر باندھے ، اس میں سے وہ کامیاب ہوگا جو صاحب مروت ہو ، کیونکہ مروت کی خاصیت یہ ہے کہ اہل مروت کا مطلب بر آوے ۔ اور اگر اس میں سب برابر ہوں تب وہ مطلب کو پہنچے گا کہ جس میں استقلال و راستی زیادہ ہووے ۔ اگر اس میں بھی برابر ہوں ، وہ کامیاب ہو جس کے یار و مددگار زیادہ ہوویں ۔ اگر اس میں بھی فرق نہ ہو تو جس کے طالع یاور ہوں اور اقبال مدد کرے ، وہی فتح یاب ہوگا ۔'' بادشاہ نے فرمایا ''معلوم ہوا کہ بوم اتنا نہ سمجھے تھے کہ ہم انتقام لے سکیں گے ، کس واسطے کہ ہماری جمعیت کم دیکھتے تھے اور ہم کو کمزور سمجھتے تھے ۔'' کارشناس نے کہا ''چار چیزیں اگرچہ تھوڑی ہوں پر ان کو بہت سمجھیے : ایک آگ کہ اس کی ایک چنگی بھی بہت ہے ۔ دوسری قرض کہ شرم قرض خواہوں سے ایک درم میں اتنی ہے جو ہزار دینار میں ہووے ۔ تیسری بیماری کہ ہر چند کم ہو حقیقت میں بہت ہے ۔ چوتھی دشمن ، باوجود اس کے کہ ذلیل و خوار ہو ، آخر کام اپنا کرے گا ۔ میں نے سنا ہے کہ ایک چڑیا نے باوجود اس ناتوانی کے ایک بڑے سانپ سے اپنا بدلا لیا ۔'' بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

کارشناس نے کہا ''نقل ہے کہ ایک چڑیا کے جوڑے نے

کسی گھر کی چھت میں گھونسلا بنایا تھا اور صرف گھر کے دانے دنکے پر قناعت کر کے گزران کرتے تھے ۔ تھوڑے دنوں میں بچے نکالے اور ہر ایک ان میں سے بچوں کی پرورش کے واسطے چوگے کی تلاش میں جاتا ؛ جو کچھ ملتا ، لا کر انھیں کھلاتا ۔ ایک دن نر باہر گیا اور دیر تلک رہا ، جب پھر آیا مادہ کو دیکھا کہ گھبرائی ہوئی گھونسلے کے آس پاس اُڑتی پھرتی ہے اور درد ناک آواز سے چلاتی ہے ۔ نر نے کہا ''اے یار جانی! یہ کیا احوال ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ کیا کہوں ، میں ایک دم یہاں سے کہیں گئی تھی ، جب پھر آئی ، دیکھا کہ ایک بڑے سے سانپ نے میرے بچوں کا قصد کیا ہے ۔ ہر چند میں نے منت کی اور کہا کہ اگرچہ تو زور آور ہے ، پر دشمن ضعیف سے ڈر ۔ مصرع

که تیر آه سحر بر نشانه می آید

اس بات نے اس میں کچھ اثر نہ کیا ؛ کہا کہ تیری آہ مجھ میں ہرگز تاثیر نہ کرے گی ۔ تب میں نے کہا کہ تو اس بات کو سوچ کہ میں اور ان بچوں کا باپ دونوں بدلا لینے پر کمر باندھیں گے اور جس طرح ہو سکے گا ، تیری ہلاکت کی کوشش کریں گے ۔ سانپ نے ہنس کر کہا ۔ بیت

دلاور جو شیروں پہ حملہ کرے
بھلا تجھ سی چڑیا سے وہ کب ڈرے

جب میں اس سے کسی طرح بر نہ آ سکی ، چلانے لگی پر کوئی میری فریاد کو نہ پہنچا ۔ اس بے درد ظالم نے میرے بچوں کو کھایا اور گھونسلے میں سو رہا ہے ۔ نر نے جب یہ ماجرا سنا ، اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور بچوں کے فراق سے سوز حسرت نے اس کی جان کو جلا دیا ۔

اتنے میں صاحب خانہ چراغ جلانے کی فکر میں ہوا اور بتی تیل
میں ڈبو روشن کرکے چاہتا تھا کہ چراغ میں رکھے ،
ونہیں نر آڑا اور بتی کو ہاتھ سے اس کے لے کر گھونسلے میں
ڈال دیا ۔ صاحب خانہ اس ڈر سے کہ مبادا گھر میں آگ
لگے ، جلد کوٹھے پر چڑھ کر گھونسلے کو نکالتا تھا تاکہ
آگ بجھے ؛ سانپ نے جب آگ کی چنگاریاں دیکھیں اور اوپر
سے آواز سونٹے کی سنی ، اس سوراخ سے جو چھت کی طرف
تھا ، سر نکالا ، ونہیں اوپر سے سونٹا لگا اور وہ مر گیا ۔

اس قصے کا حاصل یہ ہے کہ سانپ نے اپنے دشمن کو
حقیر جانا اور اس کو کسی شمار میں نہ لایا ، آخر سر اس کا
انتقام کے سنگ سے کچلا گیا ۔'' بادشاہ نے کہا ''ایسے
دشمنوں کی ہزیمت تیری عقل و اخلاص کی بدولت تھی ،
اور جس کام میں میں نے تیری بات پر اعتماد کیا ہے ،
فائدہ اس کا بخوبی حاصل ہوا ہے ؛ جو کوئی اختیار کی
باگ دانا وزیر کے ہاتھ دیوے ، ہرگز دست نا مرادی
اس کے دامن دولت تلک نہ پہنچے اور حادثے کا قدم
اس کے اقبال کے گرد نہ پھرے ، جیسا مجھے تیری
رائے سے حاصل ہے ۔ تیرے سب ہنروں میں سے یہ ہنر
بڑا تھا کہ ایک مدت دشمنوں کی صحبت میں رہا ، نہ تیری
زبان سے کوئی بات ایسی نکلی جس کا عیب کریں ، نہ تجھ
سے ایسا کوئی کام ہوا کہ ان کی بدگمانی کا سبب ہووے ۔''
کارشناس نے کہا ''جہاں پناہ ! یہ باتیں آپ ہی کی بدولت
تھیں ؛ میں نے سب جگہ اور سب کام میں آپ کے اخلاق
اور عادات کو اپنا پیشوا کیا اور شکر خدا کا کہ جہاں پناہ
کی ذات میں اقبال و شجاعت کے ساتھ نیک رائی اور حسن تدبیر

بھی ہے۔ امور ملکی و مالی کی باریکیاں آپ سے چھپی نہیں اور آھستگی و جلدی کا مقام اور نوازش و ظلم کا محل آپ کی رائے مبارک پر ظاہر ہے، اور ہر کام کے آغاز میں انجام کار کو بھی دور بینی سے دیکھتے ہیں، اور دور اندیشی سے غافل نہ ہو کر کبھی ناموس سلطنت اور رونق اقبال کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ جو ایسے بادشاہ سے دشمنی کرے اپنی موت کو ہزاروں کمند ڈال کر اپنی طرف کھینچے اور زندگی سے ہزاروں کوس بھاگے۔" بادشاہ نے کہا "تیرے جدا ہونے کے بعد میں نے کھانے پینے کی حلاوت اور سونے جاگنے کی لذت نہ پائی؛ شکر خدائے کارساز کا کہ مطلب کا چہرہ امید کے آئینے میں نظر آیا۔" کارشناس نے عرض کی "بجا ہے؛ جو کوئی ایک زور آور دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو، جب تلک اس سے رہائی نہ پاوے دن اور رات، روشنی اور تاریکی میں فرق نہیں کر سکتا۔ طبیبوں نے کہا ہے، جب تلک بیمار کو شفائے کلی نہ ہو، کھانے کا مزہ نہیں پاتا۔ سر بوجھی جب تلک اپنی گردن سے بوجھ نہ اتارے، اسے آرام نہیں ہوتا ہے اور عاشق جب تلک معشوق کے وصال کو نہ پہنچے اسے چین نہ پڑے؛ مسافر جب تلک منزل میں نہ اترے ماندگی اس کی کم نہ ہووے اور ڈرنے والا جب تلک دشمن غالب سے نڈر نہ ہو، چین سے دم نہیں لے سکتا۔" بادشاہ نے کہا "الوؤں کی خو بو بزم و رزم میں تو نے کیا دیکھی؟" اس نے جواب دیا کہ بنیاد ان کے کاموں کی کبر و خودبینی اور تن پروری پر تھی۔ نہ رائے درست سے کچھ بہرہ رکھتے تھے، نہ فکر صحیح و غلط میں امتیاز کرتے تھے۔ تمام لشکر ایک ہی طور پر تھا، مگر وہ ایک وزیر جو

میرے قتل پر مصر تھا۔ بادشاہ نے کہا ''اس کی دانائی کی دلیل کیا تھی؟'' جواب دیا ''دو چیزیں: ایک یہ کہ اس کی رائے میری ہلاکت پر ٹھہری تھی اور یہی تدبیر نیک تھی۔ دوسری یہ کہ اپنے خداوند کے نصیحت کرنے سے باز نہ رہا، اگرچہ جانتا تھا کہ نہ سنے گا، اور اس نصیحت میں ادب کا بھی لحاظ رکھتا تھا۔'' بادشاہ نے کہا کہ شاہوں کی نصیحت کا آئین کیا ہے؟ عرض کی ''باتیں ملائمت و نرمی سے کہے اور خداوند نعمت کی تعظیم کو لحاظ کرکے بے ادبوں کی طرح نہ بولے اور جب خاوند سے گفتار یا کردار میں کچھ سہو ہووے، تقریر مناسب سے آگاہ کر دیوے اور اچھی فکروں سے تدبیر کرے، اور اس بات سے نہ ڈرے کہ اگر خیر خواہی کروں اور سچ کہوں، مبادا بادشاہ کی خاطر آزردہ ہووے اور میرا یہ رتبہ نہ رہے۔ شاہ بوم کا وزیر یہ سب صفتیں رکھتا تھا اور کوئی نکتہ ترک نہ کرتا تھا۔ میں نے اپنے کانوں سنا ہے کہ وہ اپنے بادشاہ سے کہتا تھا کہ ملک داری ایک بڑا درجہ ہے؛ اپنی کوشش سے آرزو کا قدم اس جگہ نہیں رکھ سکتے اور بغیر مدد اقبال کے اس درجے کو نہیں پہنچتے۔ جب خدا کے فضل سے یہ درجہ حاصل ہووے، اس کو عزیز رکھیے اور اس کی حفاظت میں بہت احتیاط کیجیے، انصاف و عدل میں سعی بجا لائیے۔ اب مناسب یہ ہے کہ غفلت سے پرہیز کریں، حقارت کی آنکھ سے بڑے کاموں کو نہ دیکھیں۔ ملک اور دولت کی پائداری سوائے چار چیزوں کے نہیں ہوتی ہے: ایک کمال دوراندیشی کہ کل کے کام کو آج ہی ٹھہرائے۔ دوسرے عزم اس طرح کا کہ کسی نوع سے کوتاہی نہ کرے۔ تیسری رائے

نیک که کجی کی طرف میل نہ کرے - چوتھی شمشیر آب دار کی بجلی کہ دشمن کی عمر کے کھلیان کو جلاوے - بوم کے وزیر نے یہ باتیں سب کہی تھیں ، پر اس کا بادشاہ اس سبب سے کہ دشمن پر غالب ہوا تھا اور بہت مدت تلک حکومت کی تھی ، مغرور تھا ؛ نہ رعیت کی پروا رکھتا تھا نہ ملک کا بندوبست کرتا تھا - دنیا کی مستی سے جو اس کو اپنی کامیابی اور دشمن کے ذلیل ہونے کے سبب بہم پہنچی تھی ، وزیر کی بات پر التفات نہ کیا اور نصیحت اس کی نہ مانی ؛ یہاں تلک کہ اس کی دولت کی بنا اور ان کی پائداری کی بنیاد اکھڑ گئی - نہ ان کو وزیر کی دانائی سے کچھ فائدہ ہوا ، نہ اپنی عقل و کاردانی کے سبب اس بلا سے نجات پائی -

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ شاہ بوم نے اپنا لشکر لے کر کووں کی فوج پر شب خون مارا اور بہتوں کو بے پر و بال کرکے ان کے کاروبار درہم برہم کر دیے - دوسرے دن کووں کے بادشاہ نے اپنے ملک کے داناؤں کو بلوا کر صلاح پوچھی ؛ ہر ایک نے ایک بات کہی ؛ بعضوں نے صلح کی ، بعضوں نے جنگ کی ، اور ایک گروہ نے وطن چھوڑنے کی مصلحت دی ، یہاں تلک کہ نوبت کارشناس کی جو دانائے دور اندیش تھا ، پہنچی - اس نے عرض کی ''جو مشورت خیر خواہوں نے ٹھہرائی ہے ، اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ سراسر ہوا خواہی سے ہے لیکن انہوں نے اپنی اپنی رسائی کے موافق باتیں کہی ہیں - اے جہاں پناہ! اگر آپ دوستوں اور خیر خواہوں سے بھید چھپانے کا اقرار کریں تو ایک تدبیر جو میرے دل میں ٹھہری ہے ، عرض کروں ، کیوں کہ

بھید کے ظاہر کرنے سے اکثر بنے ہوئے کام بگڑ گئے ہیں، جیسے کشمیر کے حاکم نے اپنے حرم کی خیانت دریافت کی اور قبل اس کے کہ کام اس کا تمام کرے، اس راز کو وزیر سے کہا اور وزیر نے اپنی بیٹی سے جس کو بہت عزیز رکھتا تھا، ظاہر کیا؛ آخر اس حاکم کی حیات کی کشتی ہلاکت کے بھنور میں ڈوبی۔" کووں کے بادشاہ نے عہد کیا اور قسمیں کھائیں کہ بھید کسی سے نہ کہوں گا، اور خلوت کرکے پہلے کارشناس سے بوم اور کووں کی دشمنی کی وجہ پوچھی۔ کارشناس نے عرض کی کہ اگلے دنوں میں جتنے جانور تھے، اپنا ایک حاکم مقرر کیا چاہتے تھے؛ ہر ایک ان میں سے حکومت ایک کے نام ٹھہراتا، دوسرا دلیل لا کر اسے باطل کرتا تھا؛ یہاں تلک کہ بوم کی حکومت کی بات درمیان میں آئی اور قریب تھا کہ اس کو حاکم کریں، ایک کوے نے آ کر جانوروں کی اس تدبیر کی مذمت کرکے کہا کہ ایسے فریب کار و مکار اور کم ہمت کو کس نے حاکم مقرر کیا ہے۔ تم نے نہیں سنا ہے کہ خرگوش نے عقل مندی سے اپنے تئیں ماہ کا ایلچی کرکے ہاتھیوں کے ظلم سے اپنی قوم کو بچایا۔ یہ کیا بلا ہے کہ تم میں اتنا بھی کوئی دانا نہیں جو تم کو اس طرح کی باتوں سے باز رکھے۔ وہ بوم باوجود ان عیبوں کے جو بیان ہوئے ہیں، بدعہد و بے وفا بھی ہے۔ اگر وہ حاکم ہووے، تمھاری حالت وہ ہوگی جو کبک اور بٹیر کی بلی سے ہوئی۔ آخر معقول باتوں سے جانوروں کے ذہن نشین کر دیا کہ بوم لایق حکومت و سرداری کے نہیں۔ اے جہاں پناہ! تبھی سے آلوؤں نے کووں کی دشمنی پر کمر باندھی ہے۔ بادشاہ نے جب دشمنی کا

سبب سمجھا ، کارشناس سے پوچھا کہ تو نے دشمنوں کے
دفع کی تدبیر کیا ٹھہرائی ہے ؟ جواب دیا کہ وے شوکت
اور زور ہم سے زیادہ رکھتے ہیں ، پر جس طرح چوروں نے
فریب سے بکری کو کتا کہہ کر زاھد سے لے لیا ، میں نے
بھی اس کام میں ایک حیلہ ٹھہرایا ہے ؛ وہ یہ ہے کہ
جہاں پناہ خلوت سے نکل غصے ہو کر حکم کریں کہ میرے
پروبال کو نوچیں اور خون آلودہ کر کے مجھے یہیں چھوڑ
آپ فلانے مقام میں جو زمانے کے آسیبوں سے امن کی جگہ ہے،
ٹھہر کر منتظر رھیں ۔ شاہ زاغ اس بات پر عمل کر کے وہاں
سے گیا ؛ جب تھوڑی رات گزری ، شاہ بوم اپنے لشکر سمیت
کووں کا قصد کر کے ان کے گھونسلوں تلک آیا اور ان کو
بہتیرا ڈھونڈا پر کہیں نشان نہ پایا ۔ آخر بادشاہ کا گزر
کارشناس کے نزدیک ہوا اور اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا
ہے اور اس حالت میں کیوں پڑا ہے؟ اس نے کہا ''اے بادشاہ!
میرا نام کارشناس ہے ؛ کووں کا بادشاہ لشکر کی تیاری میں تھا
کہ تم سے لڑے ؛ میں جو تمھاری بزرگی سے واقف تھا ، اس
کو اس بات سے منع کرتا تھا ۔ بادشاہ کو گمان ہوا کہ یہ
کووں کی ہوا خواھی چھوڑ کے اُلوؤں کی خیر خواھی کرتا
ہے ' تب خفا ہو کر مجھے اس حال کو پہنچایا ۔'' شاہ بوم نے
اپنے کارپردازوں سے پوچھا کہ اس کوے سے کیا سلوک
کیجیے؟ وزیر اول نے کہا ''جلد اس کو مار ڈالیے اور اس کے
نالہ و زاری کو کچھ خاطر میں نہ لائیے ؛ ایسا نہ ہو کہ
جس طرح سوداگر کی جورو چور کے ڈر سے اپنے شوھر پر
مہربان ہوئی ، اسی طرح اس کوے کی باتیں بھی بادشاہ کو
فریب دیں ۔'' دوسرے وزیر نے کہا ''اے بادشاہ ! داناؤں

نے بہتیری کوششیں کر دشمنوں میں سے ایک کو جدا کر کے
تربیت کیا ہے اور اپنا کام نکالا ہے۔ اب جو یہ کوا اپنے
گروہ سے بچھڑا ہے اور اس آفت میں پڑا ہے، چاہیے کہ اسے
ہم اٹھا لے جاویں اور اس کی پرورش کریں کہ دشمنوں کے
نفاق سے دوستوں کی خوشی ہے، جیسے شیطان اور چور نے
زاھد کا قصد کیا اور سبقت کرنے کے واسطے آپس میں لڑے؛
آخر زاھد جان و مال کے زیان سے بچا۔" وزیراعظم نے غصے
ہو کر کہا کہ مجھے نظر آتا ہے کہ اس سیہ رو کوے کے
فریب نے تم میں اثر کیا ہے، جیسے اس بے وقوف بڑھئی نے
رنڈی کے مکر سے فریب کھایا اور باوجود اس کی بدکاری کے
اس کو دوست و خیر خواہ اپنا سمجھا۔ کارشناس نے آب دیدہ
ہو کر کہا "اے شاہ خدا شناس! اس جوان دانا کی
بے رحمی پر نظر کر، یہ کیا گمان بے جا مجھ پر کرتا ہے!
یہ حالت جو میری انھوں نے بنائی ہے، ہو سکتا ہے کہ اب
تلک ان کی دولت خواھی کا خیال مجھے ہووے؟ چھوٹے
بڑے پر یہ بات ظاھر ہے کہ یہ اذیت بغیر کووں کی
مخالفت کے نہیں ہو سکتی ہے۔" وزیر نے کہا "اے مکار!
فریب کار! یہ کیا افسوں ہے جو تو پھونکتا ہے، اور کیا
سخن آرائی ہے جو تو کرتا ہے؟ تو نے نہیں سنا ہے کہ
جان نثار نوکروں نے اپنے خاوند کی دولت خواھی کے
واسطے جان دریغ نہیں کی ہے؟ تو نے تو ابھی اپنے پروبال
ھی کو برباد کیا ہے، اور نہیں سنا ہے کہ ایک بندر اسی
شکل سے جو تو آیا ہے، ریچھوں میں ملا اور اپنے تئیں ان کا
دوست ٹھہرا کر اس بیشۂ مرد آزمائے میں جہاں سموم
جان گداز چلتی تھی، لے گیا اور انھیں ھلاک کیا اور اپنی

بھی جان کھوئی ۔" شاہ بوم نے غصے ہو کر کہا "تو یہ کیا بے جا باتیں اور بیہودہ قصے کہتا ہے ؛ مظلوم کو مارنا کس دین و آئین میں درست ہے ؟" غرض کارشناس کو لے گئے اور اس کی پرورش کرنے لگے ۔ ایک دن کارشناس نے شاہ بوم سے عرض کی کہ کووں کا بغض میرے دل سے نہیں جاتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ جب تلک کووں کے بھیس میں رہوں گا ، یہ اُمید بر نہ آوے گی ۔ اگلے داناؤں سے سنا ہے کہ جو کوئی جلتے وقت کچھ دعا مانگے ، قبول ہوتی ہے ؛ خود بدولت حکم کریں کہ مجھے جلاویں تو میں اس وقت خدا سے مناجات کروں کہ مجھے بوم کر دیوے ۔ شاید یہ دعا قبول ہو اور بوم کی صورت ہو کر اپنا بدلا کووں سے لوں ۔ بادشاہ کو اس پر بہت اعتماد تھا ، وزیراعظم سے پوچھا کہ اس میں تو کیا کہتا ہے ؟ اس نے عرض کی کہ سب مکر و فریب ہے ؛ اس سے راستی ہرگز مقصود نہیں ؛ بالفرض اگر وہ بوم ہو جاوے ، تب بھی اس سے نیکی نہ ہو گی ؛ جس کی سرشت میں بد ذاتی ہے ، لباس کے بدلنے سے خیر اندیش و نیک ذات نہ ہو گا ؛ جیسے وہ چوھیا جو زاھد کی دعا سے ایک خوبصورت لڑکی ہو گئی تھی ، اپنے تئیں بزرگوں میں نہ ملا سکی اور بغیر چوھے کے تسکین اس کی نہ ہوئی ، یہاں تلک کہ پھر زاھد کی دعا سے چوھیا ہو گئی ۔ شاہ بوم کے بخت برگشتہ ہوئے تھے ، اس لیے خیر خواہ داناؤں کی بات نہ سنتا تھا ؛ یہاں تلک کہ کارشناس ان کا محرم راز اور واقف اسرار ہوا ۔ ایک دن فرصت پا کر شاہ زاغ کے پاس جا عرض کی کہ فلانے غار میں اُلو رہتے ہیں ؛ آپ حکم کیجیے کہ فلانے وقت درگاہ کے ملازموں سے ہر ایک تھوڑی

سی لکڑیاں اس غار کے دروازے پر رکھے اور میں ذری سی آگ لا کر ان کو پھونک دوں۔ الوؤں میں سے جو باہر نکلے جلے اور جو وہاں رہے دم گھٹ کر مر جاوے۔

کووں کے بادشاہ نے کارشناس کی تدبیر پر عمل کیا اور تمام آلو اس کوے کے فریب سے ہلاک ہوئے۔ کووں کے بادشاہ نے کارشناس کو اپنے لشکر کا سردار کیا اور کہا "اے دور اندیش، راست تدبیر! تو نے اتنی مدت ان کے ساتھ کیوں کر گزران کی اور ان کی خدمت کا ننگ کس طرح اپنے اوپر گوارا کیا؟" کارشناس نے کہا "کمال خدمت گاری یہ ہے کہ اپنے آقا کے کام کے واسطے اپنی آبرو و حرمت کا لحاظ نہ کرے۔ اگلے زمانے کے بزرگوں نے فروتنی کر کے کمینوں سے عاجزی کی ہے، جیسے وہ سانپ بڑھاپے کے سبب شکار نہ کر سکتا تھا، اس لیے اپنے تئیں فریب سے مینڈک کا مرکب بنا کر زیست کرنے لگا۔ میں نے اگر اپنے خاوند کے کام کے لیے کئی دن الوؤں کی خدمت کی تو کون سا بڑا کام کیا۔ نوکر وہ ہے کہ اپنے آقا کے کام میں جان و مال، ناموس اور دین کو تصدق کرے، تب بھی اسے اچھی خدمت نہ سمجھے۔" بادشاہ نے کہا "اے کارشناس! یقین جانیو کہ الوؤں کے عاجز ہونے اور ہلاک ہونے کا اصل سبب غرور تھا کہ دولت کی کثرت اور دنیا کی کامیابی سے مست ہو کر اپنے کام کو نہ سمجھے اور نہ جانا کہ ضعیف چڑیا نے سانپ سے اپنا انتقام لیا۔" کارشناس نے کہا "آپ درست فرماتے ہیں! کوئی آفت بادشاہ کے حق میں اس کے برابر نہیں کہ اپنے دشمن کو حقیر سمجھے اور ملک کو شریک سے خالی جانے۔ پس عقل مند دور اندیش کو لازم ہے کہ ایسے وقت عقل

کی باگ کو ہاتھ میں لیے رہے اور کاروبار ملکی کو جس طرح کار پرداز داناؤں نے عقل کے آئین پر رکھا ہے، کرے۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی طرح دشمن سے نڈر نہ رہیے؛ ہر چند عجز و انکسار کرے اور اخلاص و اعتقاد کی لاف مارے، اس کو باور نہ کیجیے، کیوں کہ اکیلے ایک کوے نے باوجود اس عاجزی و کم زوری کے زبردست دشمنوں کو باوصف اس کثرت کے ایسی ہزیمت دی۔ اور ایک فائدہ اس داستان کا یہ ہے کہ سبھوں کو، خصوص بادشاہوں کو دانا اور یک دل دوستوں سے مفید کوئی چیز نہیں، اس لیے دوستی اور دانش کارشناس کی اور یک دلی اور دور اندیشی میمون کی شاہ زاغ و شاہ بوزنہ کے کام آئی۔ خدائے تعالی اپنی نوازش بے نہایت سے جس کو عقل کامل دے وہ اپنے خیر خواہ دوستوں کو نوازے اور ان کی صحبت سے بہرہ مند ہووے اور اپنے دشمنوں سے بھی پرہیز کرے اور ان کی بدی سے نڈر نہ رہے۔

ساتواں باب

غفلت سے مقصد کھونے میں

راے دابشلیم نے بید پاسنہ برھمن سے کہا کہ دشمن کے مکر سے پرھیز کرنے اور ان کی باتوں پر اعتماد نہ کرنے کا قصہ تو نے بیان کیا ؛ اب امید وار ھوں کہ اس بات کو بیان کرے کہ مقصد کے بہم پہنچانے کی تلاش میں کیا کیجیے اور اس کی حفاظت میں کیوں کر سعی بجا لائیے اور بے پروا غافلوں کا زیان کیوں کر ھوتا ہے ؟ برھمن نے رائے کی عقل پر اور دل پسند باتیں پوچھنے پر آفرین کی اور کہا کہ داناؤں پر یہ بات چھپی نہیں ہے کہ مطلب کی حفاظت اس کے حاصل کرنے سے مشکل ہے، کیوں کہ کبھی بخت و طالع کی یاوری سے مشکل کام بہ آسانی حاصل ھوتا ہے اور بغیر محنت و کوشش کے ھاتھ لگتا ہے، پر حفاظت اس کی بغیر محنت اور نیک تدبیر کے نہیں ھو سکتی ہے - اے راے بزرگ! داناؤں نے کامیابی و حصول مقصد سے مغرور نہ ھو کر ھمیشہ اس کی حفاظت میں ھوشیاری کی ہے اور دانائی سے بہتیرے حیلے اور تدبیریں کی ھیں، اس لیے روز بد میں گرفتار نہیں ھوئے ھیں اور خدا کی رضا حاصل کر کے نیک نام رہے ھیں - اور کم ظرفوں نے مطلب حاصل ھونے کے سبب اپنے تئیں بھول کر مراد ھاتھ سے کھو دی ہے اور بہت سی اذیتیں کھینچی ھیں - یقین جانو کہ جو کوئی دور اندیشی و

پیش بینی کی دولت سے محروم ہے ، جو کچھ اس نے بہم پہنچایا ہو ، تھوڑے دنوں میں برباد جاوے اور سوائے افسوس و پشیمانی کے کچھ ہاتھ نہ لگے، جیسے ایک کچھوے کو ایک بندر بہت دوست و مہربان بے محنت ہاتھ لگا تھا اور بے وقوفی و بے فکری سے ویسے بزرگ کو کھویا اور زخم اس کی نادانی کا کسی مرہم سے چنگا نہ ہوا۔ رائے نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

برہمن نے کہا ''نقل ہے کہ دریاے اخضر کے کسی جزیرے میں بہت سے بندر رہتے تھے ، کاردان نامی انہوں[1] کا حاکم تھا ۔ اس نے کمال دانائی کے سبب سلطنت کے کام کو کیا رعیت پروری اور کیا دشمن شکنی ، جیسا چاہیے سرانجام کیا تھا ۔ از بس کہ زمانۂ بے وفا کی خو ہے کہ جس کو کتنے ایک دنوں[2] کامیاب کرے ، آخر نامرادی کا شربت اسے پلاوے؛ کاردان کو بڑھاپا آیا ، روشنی آنکھوں کی اور زور بدن کا گھٹ گیا ۔ ارکان دولت نے بے وفائی کا طریقہ اختیار کر اس کے خویشوں میں سے ایک کو اس ملک کا مالک کیا اور اس بڈھے ناتوان کو معزول کر دیا ۔ بے چارے کاردان نے یہ عار اپنے اوپر روا نہ رکھی اور اپنی بہتری سفر میں دیکھی ۔ آخر خدا کے فضل سے ایک جزیرے کے کنارے جو میووں سے بھرا تھا ، پہنچا اور جنگل کے تر و خشک میووں پر قناعت کر ریاضت اختیار کی ۔ اوقات جو غفلت میں کٹی تھی ، اس کی تلافی میں سعی کرتا تھا ۔ ایک دن انجیر

١- ان کا ۔

٢- بہت دنوں تک ، ایک زمانے تک ۔

کے درخت پر چڑھ کر انجیر توڑتا تھا ، یکایک ایک انجیر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پانی میں گرا ؛ اس کی آواز جو اس کے کان میں پہنچی تو ایک ذوق اس کے دل میں پیدا ہوا ؛ ہر گھڑی اسی طرح ایک ایک انجیر پانی میں ڈالتا تھا اور اس کی آواز سے خوش ہوتا تھا ۔ ایک کچھوا جو اس پار سے سیر کے لیے آیا تھا اور اس درخت کے نیچے پانی کے اندر تھا ؛ جو انجیر پانی میں گرتا ، کمال رغبت سے کھاتا اور خیال کرتا کہ بندر میرے واسطے پھینکتا ہے ۔ سوچا کہ ہر گاہ ایک بیگانہ مجھ سے یہ بھلائی کرتا ہے، اگر اس سے آشنا ہوجیے اور دوستی کیجیے ، یقیناً نیکیاں اور خوبیاں میرے حق میں بجا لائے گا ۔ آخر جو کچھ اپنے دل میں ٹھہرایا تھا ، تقریر دل پسند سے بیان کیا ۔ کاردان بھی خوش ہوا اور دل پسند جواب دیا اور بات کو اس حد تک پہنچایا کہ تنہائی کی وحشت چھوڑنی اور دوست سے اُلفت کرنی داناؤں کی نیک خصلتوں سے ہے ۔ عقل مندوں نے دوستی کے واسطے کیا کیا تصدیعیں نہیں کھینچی ہیں ۔ کچھوے نے بندر کی مہربانیوں سے خوش ہو کر کہا ”اگرچہ میں تیری دوستی کی آرزو رکھتا ہوں ، پر اس سوچ میں ہوں کہ مجھے تیری دوستی سے سر فراز ہونے کی قابلیت ہے یا نہیں !“ بندر نے کہا ”دور اندیش داناؤں نے دوستی کے باب میں ایک آئین مقرر کیا ہے اور کہا ہے کہ تین قوم کے ساتھ دوستی و آشنائی کرنی عقل مندی کے آئین میں پسندیدہ ہے ؛ ایک وے دانا جو ہمیشہ زندگی اپنی خدا کی رضا میں صرف کریں ، دوسرے وے جو اصالت ذاتی کے سبب دوستوں کی خطا کو دشمنوں سے چھپاویں ، اور اپنے یار کے نصیحت

کرنے سے باز نہ رہیں اور اس کی آزردگی سے اندیشہ نہ کرکے اصلاح کار سے اس کے غافل نہ هوویں - تیسرے وہ گروہ جو بے غرض هو ، لالچ نہ کرے - اور یہ بھی بیدار دل داناؤں نے کہا هے کہ تین فرقے سے آشنائی نہ کیجیے ، دوستی کا تو کیا ذکر ؛ ایک تو وہ‌گروہ جو هوا و هوس میں گرفتار هووے اور اسے اپنے خواهش نفس کی فکر رهے ، دوسرے وے جھوٹے جو همیشہ جھوٹی باتیں تیرے پاس پہنچاویں ، خواہ اپنی خواہ اوروں کی ، اور تیری طرف سے جھوٹ بنا کر تیرے دشمن سے کہیں - تیسرے وے احمق اور بے وقوف جو نیک کو نیک تر سے امتیاز نہ کریں ، بلکہ بھلے برے میں تفاوت نہ کر سکیں - دلیل اس بات کی جو داناؤں نے کہی هے ، یہ هے کہ دانا دشمن نادان دوست سے بھلا هے - یہ هو سکتا هے کہ دشمن جب کہ عقل کے زیور سے آراستہ هو ، دور اندیشی نہ چھوڑے اور جب تک فرصت نہ پاوے آسیب نہ پہنچاوے ؛ پس اپنے تئیں اس سے محفوظ رکھیے - اور جو دوست کہ دولت دانش سے بے نصیب هو ، هر چند اپنے دل میں خیال مدد کا رکھے پر جب غور سے دیکھیے تو ظاهر هووے کہ تائید اس کی عین ضرر هے - اکثر هوتا هے کہ اس کی تدبیر ناقص سے رنج و حیرانی کے کوچے میں پڑتا هے ، جیسے کشمیر کا حاکم بوزنہ پاسبان کی محبت سے ، جو اس کی خوشی خاطر کا باعث تھا ، قریب تھا کہ هلاک هووے ، اور اگر وہ چور جو دشمن دانا تھا ، فریاد کو نہ پہنچتا ، اس کا کام تمام هوتا -" کچھوے نے کہا "وہ کیوں کر هے ؟"

حکایت

کاردان نے کہا ''میں نے سنا ہے کہ کشمیر کے ملک میں بڑا ایک حاکم تھا ۔ وہ ایک بندر کو بہت عزیز رکھتا تھا اور بادشاہی نوازشوں سے اسے نوازا تھا ۔ ہمیشہ بندر محبت سے خدمت میں حاضر رہتا اور رات کے وقت ایک آب دار کٹار ہاتھ میں لے کر حاکم کے سرہانے کھڑا رہتا ؛ فجر تک لازمہ نگہبانی کا بجا لاتا اور یہ خدمت اپنے شوق سے کیا کرتا ۔ اتفاقاً ایک دانا چور دور سے کشمیر میں آیا ؛ ایک رات چوری کے واسطے نکل کر محلے محلے گلی گلی پھرتا تھا ؛ ایک نادان چور جو اس شہر میں تھا ، وہ بھی اسی خیال میں نکلا تھا ؛ ہم جنسی کے سبب دونوں ملے ۔ مسافر چور نے پوچھا ''اے یار! ہمیں کس محلے میں جانا مناسب ہے اور کس کے گھر میں سیندھ[۱] دینا بہتر ؟'' بے وقوف چور نے جواب دیا کہ یہاں کے رئیس کے طویلے میں ایک موٹا تازہ تیز رو گدھا ہے کہ وہ اس کو بہت عزیز رکھتا ہے اور زنجیر محکم باندھ کر دو غلاموں کے سپرد کیا ہے ؛ صلاح یہ ہے کہ پہلے وہاں چلیں اور اس گدھے کو چراویں ، تب شہر کے ایک چوراہے میں جو ایک شیشہ گر کی دوکان ہے ، وہاں کونبھل دیں اور خوش رنگ صاف شیشے نکال اس گدھے پر لاد کر گھر کو جاویں ۔ دانا چور اس کی باتوں کی طرز سے حیران ہوا اور چاہتا تھا کہ اس کا احوال دریافت کرے ، یکایک کوتوال ان کے سامنے آپہنچا ۔ دانا چور عقل کی مدد سے ایک دیوار کی اوٹ میں چھپا اور نادان پکڑا گیا ۔ کوتوال نے پوچھا ''کہاں جاتا ہے اور تو کون ہے؟'' جواب

۱۔ 'سیندھ دینا' 'نقب لگانا' ۔

دیا کہ میں چور ہوں اور چاہتا ہوں کہ شہر کے رئیس کا گدھا چراؤں اور شیشہ گر کی دوکان توڑ کر شیشے لاد کر گھر کو لے جاؤں ۔ کوتوال نے ہنس کر کہا کہ چوری اسی کو کہیے کہ ایک گدھے کے لیے جو مضبوط بندھا رہتا ہے اور کتنے نگہبان اس پر مقرر ہیں اور ان شیشوں کے واسطے جو ٹکے کو دس دس بکتے ہیں ، اپنے کو ہلاکت کے گرداب میں ڈالیے ۔ ایسا خطرناک کام اگر راے کے خزانے چرانے کے لیے کرتا تو ایک بات تھی ۔ یہ کہہ کر ہاتھ باندھ، پنڈت خانے[1] میں بھیجا ۔ دانا چور کو احمق چور کی باتوں سے نصیحت ہوئی اور کوتوال کی باتوں سے تجربہ حاصل کر اپنے دل میں کہا کہ یہ چور میرے حق میں نادان دوست تھا اور کوتوال دانا دشمن ؛ اس دوست نے بے وقوفی سے مجھے ہلاک کیا تھا ، اگر یہ دانا دشمن نہ ہوتا تو کام میرا ہاتھ سے جا چکا تھا اور جان میری اس خیال میں تمام ہوئی تھی ۔ اب جس طرح کوتوال نے کہا ، راے کے خزانے کی طرف رخ کرنا بہتر نظر آتا ہے ۔ تب آہستہ آہستہ راے کے محل کے نیچے آ کر سیندھ دینے لگا ۔ آخر شب تلک روپیوں کی آرزو میں پتھروں کو اپنے ہتھیاروں سے تراشتا تھا ، تھوڑی سی رات رہ گئی تھی کہ سرا سیندھ کا راے کی خواب گاہ کے پاس نکلا ؛ دیکھا کہ وہ تخت زریں پر سوتا ہے اور دنیا کا اسباب، کیا بیش قیمت جواہر کیا اور چیزیں ، اس کے آس پاس پڑی ہیں ۔ خطائی[2] پردے ہر طرف

۱۔ بندی خانہ ، زندان ۔

۲۔ ترجمے میں لفظ 'خطائی' کا اضافہ مترجم نے کیا ہے۔ 'عیار دانش' کی عبارت صرف اتنی ہے ''پردھاے از ہر طرف آویختہ'' ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹۵ ۔

لگے ہیں ، کافوری بتیاں روشن ہیں ، نور سلطنت ہر طرف سے چمکتا ہے ۔ جب خوب غور کی تو دیکھا کہ ایک بندر کٹار ہاتھ میں لیے بادشاہ کے سرہانے کھڑا ہے اور پاسبانی کی نظر سے دہنے بائیں دیکھتا ہے ۔ چور حیران ہوا کہ کہاں ایک بندر اور کہاں پاسبانی ! اس بے چارے کی سکت کہاں اور شمشیر آب دار کہاں ! اس سوچ میں تھا کہ یک بارگی کتنی چیونٹیاں چھت سے بادشاہ کے سینے پر گریں ۔ بادشاہ نے ان کے رینگنے سے عین خواب میں چھاتی پر ہاتھ مارا؛ بندر نے جھک کر دیکھا کہ چیونٹیاں رائے کے سینے پر پھرتی ہیں ، غصے ہو کر کہا ''مجھ جیسے پاسبان کے ہوتے ادنےٰ چیونٹیوں کو کیا مقدور ہے جو بے ادبی کرے اور پاؤں میرے خداوند نعمت کی چھاتی پر دھرے ۔ تب مارے غصے کے کٹار نکالا کہ رائے کی چھاتی پر مارے اور چیونٹیوں کو ہلاک کرے ۔ چور پکارا ''اے نامرد! بے باک! اپنے ہاتھ کو تھام ، کیا ایک عالم کو تلف کرے گا !'' یہ کہہ کر لپکا اور بندر کا ہاتھ کٹار سمیت مضبوط پکڑ لیا ۔ رائے اس شور سے چونک پڑا اور چور سے پوچھا ''تو کون ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ میں تیرا دشمن دانا ہوں ؛ چوری کو یہاں آیا تھا ، اگر ایک دم تیری حفاظت میں دیر کرتا تو یہ بے وقوف جانور جو تیرا دوست نادان ہے ، تیری خواب گاہ کو لہو سے بھر دیتا ۔ رائے اس احوال پر مطلع ہو سجدہ شکر کا بجا لایا اور بولا ''سچ ہے ، جب خدا کی عنایت کسی کی حفاظت کرے ، چور پاسبان ہو جاوے اور دشمن مہربان ۔'' تب چور کو نوازا اور اپنا مقرب کیا ؛ بندر کے گلے مین زنجیر ڈلوا کر اصطبل میں بھیجا ۔ غرض چور جس

نے دولت کی آمید پر کمر باندھ کر خزانے کی دیوار توڑی تھی ، قبائے دانش پہنے ہوئے تھا ، تاج دولت اس کے سر پر رکھا گیا اور بندر کو جو اپنے کو پاسبان اور محرم راز سمجھا تھا ، پایۂ اعتبار سے گرا ، عزت کا خلعت اس کے بدن سے اتارا گیا ۔''

کاردان نے کہا ''یہ قصہ اس لیے میں نے ذکر کیا کہ انسان کو چاہیے کہ دوستی عقل مند سے کرے اور نادان دوست کی صحبت سے کوسوں بھاگے ۔ اے کچھوے ! یہ دانش جو بہ ظاہر تجھ میں دیکھتا ہوں ، اگر فی‌الواقع یونہیں ہے ، البتہ تو لایق دوستی کے ہے ۔'' کچھوے نے جب یہ باتیں سنیں ، کہا ''اے دریاے دانش! تو نے میرے گوش دل کو حکمت کے در شہوار سے زیب دی ۔ اب کہہ کہ دوست کی قسم کے ہیں ؟'' کاردان نے کہا ''حکیموں نے فرمایا ہے کہ دنیا داروں میں وے جو دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں ، تین گروہ ہیں : بعضے غذا کا حکم رکھتے ہیں کہ کسی طرح ان سے گریز نہیں ، اور بغیر ان کے جلوے کے صحبت کی شمع بے نور ہے ، اور ایک گروہ دوا کے مانند ہے کہ کبھی اس کی طرف احتیاج ہوتی ہے ، اور بعضے درد کی طرح ہیں کہ کسی وقت کام نہ آویں ، بلکہ دوستی کے لباس میں رہ کر ایذا پہنچاویں اور انہیں کو منافق کہتے ہیں ، کیوں کہ تجھ سے بہ ظاہر ملتے ہیں اور تیرے دشمنوں کی موافقت بھی نہیں چھوڑتے ہیں ۔ پس دانا کو چاہیے کہ ایسے دوست نما دشمنوں سے پرہیز کرے ۔ یک رنگ دوستوں اور مخلص مصاحبوں کا آسرا لیوے ۔'' کچھوے نے کہا ''کیا کام اختیار کیجیے کہ تمام شرطیں دوستی کی ادا ہوویں ؟''

بندر نے کہا ''جو چھ صفتوں سے موصوف ہو اس کی دوستی میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے : ایک یہ کہ اگر کسی دوست کے عیب سے واقف ہو ، کسو سے نہ کہے ۔ دوسری یہ کہ اگر ایک ہنر اس کا جانے دس درجے بڑھا کر کہے ۔ تیسری یہ کہ اگر دوست سے کچھ احسان دیکھے اس کو نہ بھولے ۔ چوتھی یہ کہ اگر کچھ نفع پاوے ، اس کو یاد رکھے ۔ پانچویں یہ کہ اگر دوست کا کچھ قصور دیکھے مواخذہ نہ کرے۔ چھٹی یہ کہ اگر دوست عذر خواہی کرے مان لے۔ جس میں یہ صفتیں نہ پائی جاویں وہ دوستی کے لایق نہیں ۔ جو کوئی اس سے دوستی کرے گا ، آخر پشیمان ہوگا ۔'' جب بات یہاں تلک پہنچی ، کچھوے نے کہا ''مجھے گمان یہ تھا کہ تیری دوستی میں مستقل رہوں گا ؛ اگر اپنی دور اندیشی سے میری راستی دریافت کر کے اپنی دوستی میں سرفراز کرے ، تیری بزرگی و بندہ نوازی سے کچھ بعید نہیں ۔'' بندر از راہ مروت درخت سے اترا ، کچھوا بھی پانی میں سے نکلا ، درخت کے پاس آپس میں گلے ملے ، پیمان دوستی کیا ، اور وحشت تنہائی اور مسافرت کی بندر کے دل سے جاتی رہی اور کچھوا بھی اس کی دوستی سے خوش دل اور آسودہ خاطر ہوا اور روز بروز محبت و یک دلی ان کی زیادہ ہوتی تھی ۔ یہاں تلک نوبت پہنچی کہ بندر اپنے ملک و حکومت کو بھول گیا اور کچھوے نے بھی اپنے اہل و عیال کو فراموش کیا ۔

جب ایک مدت اسی طور پر گزری اور کچھوے کی خبر اس کی مادہ کو نہ پہنچی ، بے شمار غم اور بے نہایت ملال اس کو ہوا اور روز بروز حقیر و ناتواں ہونے لگی ۔ آخر اپنے ایک ہم جنس دوست سے اس قصۂ پر غصہ کو بیان کیا

اور اس امر کی صلاح پوچھی ۔ اس نے کہا ”اے بہن! جو تو باور کرے اور مجھے جھوٹی نہ سمجھے تو تجھے اس حال سے مطلع کرتی ہوں ۔“ مادہ نے کہا ”اے دوست مہربان! تجھے میں دل سوز اور راست گو جانتی ہوں ، جو کچھ تو جانتی ہے بیان کر اور میرے کام کی تدبیر ٹھہرا ۔“ جواب دیا ”میں نے سنا ہے کہ تیرے نر نے ایک بندر سے دوستی کی ہے اور اس کی محبت کے برابر کسی نعمت کو نہیں سمجھتا ہے ۔“ مادہ نے جو یہ بات سنی ، مارے غیرت کے اس کے سر سے پاؤں تلک آگ لگی ؛ کبھی زمانے پر طعنے کی زبان کھولتی تھی ، کبھی اپنے نصیبوں کو کوستی تھی ۔ اس کی دوست نے کہا ”اس بیہودہ غم کھانے سے کیا فائدہ ہے ؟ بہتر ہے کہ کچھ تدبیر کر تاکہ خاطر جمعی حاصل ہووے ۔“ دوست کی نصیحت مان کر اس کام کی تدبیر کے درپے ہوئی ؛ کوئی صلاح بندر کے مارنے کے سوا انہیں نہ سوجھتی تھی اور اس مادے میں دونوں سوچتی تھیں ۔ مادہ نے منہ بولی بہن کے کہنے پر اپنے تئیں بیمار بنایا اور کسی کو کچھوے کے پاس بھیج کر اپنی بیماری کی خبر کی ۔ کچھوے نے اس خبر سے غمگین ہو کر بندر سے رخصت مانگی کہ گھر کو جا کر بیمار کی احوال پرسی کرے ۔ بندر نے کہا ”اے دوست غم گسار ! چاہیے کہ تو جلدی پھر آوے اور مجھ غریب کو اس گوشے میں تنہا نہ چھوڑے ۔“ کچھوے نے کہا ”اے یار عزیز ! ناچار چند روز میں تجھ سے بہ ظاہر جدا ہوتا ہوں ، پر اپنی جان تیرے پاس چھوڑے جاتا ہوں ۔ جلد مجھے اپنے پاس پہنچا جانیو ۔“ تب چار ناچار اس سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف چلا ۔ جب وہاں پہنچا، دوست آشنا

جمع ہوے اور خیر و عافیت پوچھنے لگے۔ کچھوا دوستوں اور محرموں کے ساتھ گھر میں آیا اور اپنی مادہ کو بستر ناتوانی پر پڑا دیکھا کہ نہ بولنے کی طاقت رکھتی تھی ، نہ اٹھنے کی قوت۔ ہر چند کچھوے نے شرط دوستی و مہربانی کی بجا لا کر باتیں پوچھیں پر کچھ جواب نہ پایا۔ تب اس کی منہ بولی بہن سے جو اس کی بیمار داری کرتی تھی ، پوچھا کہ یہ کیوں نہیں بولتی اور اپنا احوال مجھ پریشان خاطر سے کیوں نہیں کہتی ؟ اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا کہ جو بیمار علاج سے نا امید ہو ، دل اس کا کیوں کر بولنے کی اجازت دیوے۔ کچھوا بیماری کی باتیں سن کر رونے لگا اور کہا کہ کون سی دوا ہے جو اس ملک میں مل نہیں سکتی؟ جلد کہہ تا اس کے بہم پہنچانے میں تگ و دو کروں۔ بیمار دار نے جواب دیا کہ ایک درد جو خاص عورتوں کو ہوتا ہے ، اس کے پیٹ کے اندر ہوا ہے ، اور بندر کے دل کے سوا اس کے دور ہونے کی کوئی دوا نہیں۔ کچھوے نے کہا "یہ کہاں سے ہاتھ لگے گا اور کیوں کر ملے گا ؟" وہ منہ بولی بہن جو یہ مکر اسی نے پھیلایا تھا ، بولی کہ میں بھی جانتی ہوں کہ اس دوا کا ہاتھ لگنا مشکل ہے ، پر تجھے اس علاج کے ڈھونڈھنے کو نہیں بلایا ہے بلکہ آخری دیدار دیکھنے کے واسطے ، تا اپنی یار وفادار کو دیکھے۔ اس بے چاری کو پھر نہ امید جفت کی ہے نہ راحت صحبت کی۔ کچھوا بہت غمگین ہوا اور ہر چند سوچا ، پر سوائے بندر کے مارنے کے جو یار اس کا تھا ، کوئی تدبیر نہ دیکھی۔ اس کی طبیعت اور عقل میں نزاع ہوئی : عقل نصیحت کرتی تھی کہ دوست کے مارنے کا قصد

کرنا مروت نہیں ہے ، خصوص وہ دوست جو دانائی اور ہنرمندی سے آراستہ ہے ۔ اور استحکام دوستی میں کتنا عہد و پیمان درمیان میں آیا ہے ، یہ مروت سے بعید ہے کہ تو اس کا قصد کرے اور اس کے خون کی تدبیر سوچے ۔ ایسی بے وقوفی نہ کر۔ کچھوے کی طبیعت کہتی تھی کہ جو گھر کی آبادی اور سر انجام خانہ داری کا باعث اور نقد و جنس کی حفاظت کرنے والی ہے ، اس کی خاطر نہ کرنی ، اور جس کو تجھ سے نہ ہم جنسی ہے نہ خویشی ، اس آشنا کا پاس کرنا دانائی سے بعید ہے ۔ غرض کچھوے کی عقل سخت سخت باتیں کہتی تھی اور طبع شوم اس کے مقابل وسواس ڈالتی تھی ۔ از بس کہ زمانہ ناموافق کی روش یونہیں ہے کہ عقل عاجز اور نامراد ہوتی ہے اور طبع ہوا پرست ہمیشہ کامیاب و فتح یاب ، کچھوے کی طبیعت غالب ہوئی اور اس کے نفس شوم کو اس بات پر لائی کہ ایک فریب ٹھہراوے اور اپنے یار کا قصد کرے ۔ یہ نہ جانا کہ بے وفائی و ناراستی وہ بلا ہے کہ ثمرہ اس کا اسی کو ملتا ہے اور بدنامی و بد سرانجامی بے وفاؤں کے نصیب میں ہوتی ہے ۔ کچھوا اس اندیشۂ نا مبارک کے بعد اپنے دل میں سوچا کہ جب تلک بندر کو اپنے گھر میں نہ لاوے ، فریب بن نہ آوے گا ۔ تب اس ارادے سے بندر کے پاس گیا ۔ وہ کچھوے کی جدائی سے جاں بہ لب ہو رہا تھا ؛ اپنے یار کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بچوں اور خویش واقربا کی خیر و عافیت پوچھنے لگا ۔ کچھوے نے جواب دیا کہ تیرے فراق کے قلق سے مجھے چین نہ پڑتا تھا اور تیرے جمال کی یاد میں کسی کے احوال سے چنداں خبر نہ رکھتا تھا ۔ جب تمہاری تنہائی کو سوچتا ، زندگی مجھ پر

ناگوار ہوتی؛ قبل اس کے کہ اپنے بچوں اور عزیزوں کی خبر گیری کروں، تمھاری ملاقات کو آیا۔ اگر تم کو فرصت ہو اور میرے گھر تشریف لے چلو اور میرے اہل و عیال کو اپنے دیدار سے خوش کرو تو مجھے بھی تمھاری ملاقاتوں سے آرام حاصل ہووے اور اپنی قوم میں سرفراز بھی ہوں؛ جو کچھ ہو سکے تمھاری مہمانی میں خرچ کروں اور قصہ تمھاری محبت و وفا کا اپنے خویشوں اور بچوں سے کہوں۔ بزرگوں کا کیا نقصان ہو اگر ایک غریب کے گھر جاویں اور مقصد ایک نامراد کا بر لاویں۔ بندر نے کہا ''جو میرے تیرے درمیان میں دوستی ہے، تکلف و مہمانی کی کچھ احتیاج نہیں ہے کیوں کہ دوستوں اور بھائیوں میں بد تر وہ ہے کہ جس کے واسطے تکلف ضرور ہو۔ اور میرا یہ رتبہ بھی نہیں، ہے کہ میرے جانے سے تجھے بزرگی ہووے، بلکہ میں تیری دوستی و مہربانی کے سبب قید غم سے چھوٹا اور تنہائی کی خواری سے چھوٹ کر وطن کی جدائی کے بارگراں اور دولت کی بےوفائی کے رنج سے امان پائی ہے۔ اگرچہ مجھ پر تیرے حق بہت ہیں اور تجھ سے جدائی اختیار کرنی مشکل ہے، پر اس تکلف و سخن آرائی سے درگزر کہ دوستی میں صفائی دل کا اعتبار ہے، نہ اسباب دنیا کے بہم پہنچانے کا، کیوں کہ اس کو قیام نہیں اور ساتھ اس کے کسی سے وفا بھی نہیں کرتی ہے۔'' کچھوے نے کہا ''تو سچ کہتا ہے، میرا ارادہ بھی یہی تھا کہ ایک دم تجھ سے جدا نہ ہوں اور ہمیشہ تیرے سایۂ وصال میں رہوں۔'' بندر نے دور اندیشی سے اپنے وہاں جانے کی صلاح نہ دیکھی اور عذر نہ جانے کا درمیان میں لا کر کہا ''اے بھائی! دوستی کے ملک

میں نزدیکی و دوری نہیں ہے؛ ہمیشہ دیدۂ دل دوست کے جمال جہاں آرا کو دیکھتا ہے اور جدائی ظاہری کی گرد اس کے چہرۂ مقصود پر نہیں لگتی ہے۔" کچھوا روبہ بازی و فریب سازی کر کے دوستی آمیز محبت انگیز باتیں بندر کے لیے جانے کے واسطے کہنے لگا اور بات یہاں تلک پہنچائی کہ جو کچھ تو نے کہا، گویا در ریزی کی لیکن جس طرح سے باطن کی آنکھیں دوستوں کے جمال سے بینا ہیں، اگر چشم ظاہر بھی ان کے حسن دل آویز سے روشن ہو تو اس سے کیا بہتر ہے۔ بندر نے کہا "دوستوں کی دل بری اور ان کی رضا جوئی مروت کے آئین میں واجب ہے، پس جو کچھ فرماویں بجا لاؤں اور اس کو اقبال کا وسیلہ جانوں، لیکن دریا پار اترنا مجھے مشکل ہے اور جب تک پار نہ اترے تیری جگہ میں پہنچ نہ سکیے، اس کی کیا تدبیر ہے؟" کچھوے نے کہا "اس کا کچھ اندیشہ نہ کرو، میں تمھیں اپنی پیٹھ پر لے کر پار اتاروں گا اور اس جزیرے میں جہاں میرا وطن ہے پہنچاؤں گا" غرض کچھوے نے ایسا دم دیا کہ بندر نے اختیار کی باگ اس کے ہاتھ میں دی۔ کچھوا اس کو پیٹھ پر لے گھر کی طرف چلا۔ جب مانجھ دھار میں پہنچا سوچا کہ یہ کیا کام میں نے اپنے اوپر لیا۔ اپنی شامت نفس کے لیے ایک رنڈی کی خاطر دوست دانا سے بد عہدی و بے وفائی کرنی داناؤں کا آئین، بلکہ طریقہ کسی کا نہیں۔ غرض وہاں ٹھہر کر اپنے دل میں یہی سوچتا تھا۔ بندر نے اس احوال سے اس کو متردد اور اندیشہ مند دیکھ کر پوچھا "مگر میرا اٹھانا تجھ پر دشوار ہوا جو ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہے اور فکر مند ہے؟" کچھوے نے کہا "یہ بات تو نے کیوں کر جانی؟" بندر نے کہا "تیرے احوال سے

دریافت کرتا ہوں کہ تو اندیشہ مند ہے اور انجام کار میں، حیران ہے۔ اگر مجھے اطلاع کرے تو اغلب ہے کہ میں کچھ ٹھہراؤں کہ تو حیرانی سے نکلے۔ کچھوے نے کہا ”تو سچ کہتا ہے اور خوب سمجھا ہے؛ مجھے یہ فکر ہے کہ تم جیسے بزرگ پہلے پہل میرے گھر میں چلے ہو، میری جورو بیمار ہے، مبادا تمہاری مہانی میں قصور ہووے اور میں شرمندہ ہوں۔“ بندر نے کہا ”جہاں یاری و یگانگی ہے، اس بات کا کیا دخل ہے، مگر تو نے مجھے نہیں پہچانا یا میں نے تجھے؟“ کچھوا کئی قدم آگے بڑھتا تھا اور ہر دم ایک ایک خیال اس کے جی میں آتا تھا یہاں تلک کہ تھوڑی دور نہ چلا تھا کہ پھر کھڑا رہا اور اپنے دل میں کہا کہ بدعہدی و عہد شکنی کا زیان مشہور ہے اور عورتوں کی بےوفائی و نادانی ظاہر؛ پس حیف ہے کہ ایسی صحبت کے واسطے ایسے دوست کی جان کا قصد کیجیے اور چھوٹے بڑوں میں بدنام ہوجیے۔ حکیموں نے کہا ہے، دانا اس بات پر متفق ہیں کہ بےوفائی سے بدتر کوئی خصلت نہیں ہے، خصوص رنڈیوں کی خاطر دوستوں کے حق میں۔ کچھوے کے تیور دیکھ کر بندر کی بدگمانی زیادہ ہوئی؛ گھبرایا اور اپنے دل میں کہا، کر کسی کو دوست کی طرف سے دل میں شبہ گزرے، چاہیے کہ تدبیر کرے اور آلایش سے دامن کو بچا کر اپنے تئیں پاک رکھے، اس لیے کہ اگر یہ گمان یقین ہووے، بداندیشی سے بچے اور جو غلط ہو، بارے صاحب احتیاط کہلاوے اور غفلت کے عیب میں مطعون نہ ہو۔ تب کچھوے سے کہا ”کیا سبب ہے کہ ہر دم تیرا اور ہی ایک رنگ نظر آتا ہے اور متفکر ہوتا ہے؟“ کچھوے نے

کہا ''اے بھائی ! مجھے معاف کر کہ مادہ کی ناتوانی و بیماری سے اور بچوں کی پریشانی سے جو اس کی بیماری کی سبب ھے ، مین غم گین و پریشان خاطر ھوں۔'' بندر نے جواب دیا ''میں بھی سمجھتا ھوں کہ تیرا تردد اسی سبب ھے۔ اگلے داناؤں نے جو کہا ھے کہ بیمارداری سے بیمار ھونا بہتر ھے ، وہ سچ ھے۔ تو نے کچھ فکر دوا کی کی ھے اور طبیبوں سے علاج پوچھا ھے؟'' کچھوے نے کہا ''ھاں اس کی بیماری طبیبوں سے بیان کی ھے اور انھوں نے معالجہ اس کا ایسی ایک دوا پر موقوف رکھا ھے جو ھاتھ نہیں لگتی اور پریشانی میری اسی لیے زیادہ ھے۔'' بندر نے کہا ''کون سی دوا ھے جو عطاروں کی دوکان میں اور دوا فروشوں کی تھیلیوں میں نہیں ملتی ھے، اگر بیان کرے اور مجھے اس سے اطلاع ھو تو کوشش کر کے بہم پہنچاؤں۔'' کچھوے نے بے وقوفی سے کہا کہ وہ دوا بندر کا دل ھے۔ یہ سنتے ھی بندر کا دل ھاتھ سے جاتا رھا اور آنکھوں میں تیرگی آگئی ؛ قریب تھا کہ ڈر کے مارے مر جاوے ؛ آخر عقل کی مدد سے اپنے تئیں تھام دل کو ملامت کرنے لگا کہ اے نفس ! اگر تو حریص نہ ھوتا ، اس آفت میں نہ پڑتا اور جو شعور رکھتا فریب نہ کھاتا۔ اب جو کچھ دیکھتا ھے اپنے ھی ھاتھوں دیکھتا ھے۔ خوب ھوا کہ اس کے جزیرے میں جانے سے پہلے اس دوست نما دشمن کے مکر سے واقف ھوا۔ نہیں تو کام تدبیر کی حد سے گزر چکا تھا اور سوائے جان و دل کھونے کے کچھ چارہ نہ تھا۔ اب بہتر ھے کہ کوئی تدبیر کیجیے۔ تب کچھوے سے کہا ''اے بھائی ! اندیشہ نہ کر ، علاج اس نیک بخت کا میرے نزدیک آسان ھے۔ ھماری ماداؤں کو بھی اس طرح کی بیماریاں

ھوتی ھیں اور ھم اپنے دل نکال کر انھیں دیتے ھیں۔ اس لئے کچھ اذیت ھمیں نہیں پہنچتی ہے ۔ دل کو سینے کے اندر سے نکالنا ، پھر وھیں رکھ دینا ھمارے نزدیک آسان ہے۔ اگر ھمارے دل کے کھانے کی احتیاج ھو تو بھی مضایقہ نہیں ، کیوں کہ ھم بغیر دل کے جی سکتے ھیں ۔ اگر تیرا جوڑا بیمار ہے تو مجھے دل دینے میں کچھ دیر نہ لگے گی۔ حکیموں نے کہا ہے 'چار شخصوں سے بخیلی کرنی بہتر نہیں ؛ ایک بادشاہ ، دوسرا دوست ، تیسرا شاگرد ، چوتھا فقیر ۔' دل کیا چیز ہے کہ یار کے پاؤں پر صدقے نہ کرے ؛ نقد جان کیا مال ہے کہ دوستوں پر نثار نہ کیجیے ۔ اگر یہ احوال مجھے گھر میں کہتا اور میں اپنا دل ساتھ لاتا تو کیا خوب ھوتا کہ تیرے جوڑے کو آرام ھوتا اور میں بھی دل کے ھاتھ سے مخلصی پاتا ۔ میں اس سے بہ تنگ آیا ھوں ، کیوں کہ اس قدر غم اس میں بھرے ھیں کہ اس کی صحبت سے کوئی چیز مجھ پر زیادہ ناگوار نہیں ۔ کچھوے نے کہا ''تیرا دل کہاں ہے ، کیا اپنے ساتھ نہیں لایا؟'' جواب دیا کہ گھر میں چھوڑ آیا ھوں ۔ بندروں کی رسم ہے کہ اگر کسی دوست کی ملاقات کو جاویں اور چاھیں کہ خوشی و خرمی بہم پہنچے اور غم کا ھاتھ دامن خوشی تک نہ پہنچے ، دل کو اپنے ساتھ نہیں لے جاتے ھیں کہ وہ رنج کی کھان اور غم کا چشمہ ہے ۔ یہ بہت نا مناسب ہے کہ میں تیرے جوڑے کی بیماری کی خبر سنوں اور دل ساتھ نہ لاؤں ، اگرچہ میں جانتا ھوں کہ جب تو میری دوستی کی قدر جانتا ہے تو معذور رکھے گا ، اس واسطے کہ میں بے خبر آیا ھوں لیکن خویش و آشنا تیرے میری اس بات کو باور نہ کریں گے اور یہی سمجھیں گے

کہ یہ بدذات اور بدکردار ہے؛ جس میں دوستوں کو فائدہ ہو اور اس کو بھی ضرر نہ پہنچے، وہ چیز نہیں دیتا ہے اور بہانہ کرتا ہے۔ اگر پھر چلے تو میں دل کو ساتھ لے کر آؤں، تو بہتر ہے کہ تیرا مقصد بر آوے اور میں بھی بدنامی سے بچوں۔'' کچھوے کو یہ بات پسند آئی؛ تـرت پھرا اور اس امید پر بندر کو دریا کے کنارے پہنچایا۔ بندر فی‌الفور دوڑ کر درخت پر چڑھ گیا اور خدا کا شکر بجا لا کر بیٹھا۔ کچھوا ایک دم انتظار کر کے پکارا کہ اے یار عزیز! دیر ہوتی ہے اور کام ہاتھ سے جاتا ہے، جلدی کر۔ بندر نے ہنس کر کہا ''میں نے اپنی عمر حکومت میں کاٹی ہے اور گرم سرد زمانے کا چکھا؛ اگرچہ زمانے نے اپنی بخشش کو مجھ سے لے لیا اور فلک نے جو کچھ دیا تھا، چھین لیا، پر اب تک یہ حالت نہیں پہنچی ہے کہ میری عقل جاتی رہی ہو اور دوست دشمن میں فرق نہ کر سکوں۔ تو اس خیال سے باز آ اور جواں مردی کی مجلس میں بیٹھنے کا قصد نہ کر، دوستی کا نام پھر زبان پر نہ لے، مروت کا دم نہ مار۔ میں نے تجھ میں بے وفائی دیکھی ہے اور تیری آنکھوں سے فریب کا نقش دریافت کیا ہے۔ کام کا کمال ہر ایک آزمائش سے معلوم کیجیے اور نقد مروت کو تجربے کی کسوٹی سے جانچیے۔'' کچھوے نے شور مچایا کہ یہ کیا گمان ہے جو تو مجھ پر لے گیا اور یہ کیا تہمت ہے جو لگاتا ہے۔ ہرگز تیری مرضی کے خلاف کچھ میرے دل میں نہیں گزرا، فریب کا خیال تو ممکن نہیں۔ اگر تو لاکھوں سنگ جفا مجھ پر مارے، سر تیری آشنائی سے نہ اٹھاؤں۔ بندر نے کہا ''اے بے وقوف! یہ چاپلوسی چھوڑ، فریب کا دام اٹھا اور یہ خیال نہ کر کہ میں

ویسا ہوں جو اس لومڑی نے کہا تھا کہ گدھے کے دل اور کان نہ تھا۔ کچھوے نے کہا، ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

بندر نے کہا ''نقل ہے کہ ایک شیر بیماری میں گرفتار ہوا اور تپ دائمی کے ساتھ خارش سے بھی عاجز ہوا اور شکار کرنے سے باز رہا۔ زندگی اس کے فضلہ خواروں پر بھی دشوار ہوئی۔ ایک لومڑی جو اس کے خوان احسان کے ریزہ خواروں سے تھی، آئی اور طریقہ احوال پرسی کا بجا لائی اور اس جنگل کے جانوروں کی دقت اور بھوک کی شکایت کی۔ شیر نے کہا ''اے لومڑی! مجھے بھی لشکر کی فکر بہت ہے، پر کیا کروں کہ خارش کے سبب روز بہ روز کٹا جاتا ہوں اور بدن میرا کمزوری کے سبب بال کے مانند باریک ہو گیا ہے اور میرے بدن کے بال اڑ گئے ہیں۔ طبیبوں نے اس کی دوا گدھے کا دل اور کان مقرر کی ہے۔ میں اس سوچ میں ہوں کہ یہ مقصد کیوں کر بر آوے؟'' لومڑی نے کہا ''اے جہاں پناہ! میری خاطر میں یہ بات گزرتی ہے کہ آپ کو جنگل سے نکلنا مناسب نہیں، مبادا آپ کی شکوہ دوست و بیگانے کے نزدیک گھٹ جاوے اور اس سبب سے کہاں خلل بادشاہت میں پڑے۔ اور میں نے صلاح یہ ٹھہرائی ہے کہ اس جنگل سے نزدیک ایک چشمہ ہے؛ ایک دھوبی ضرور وہاں کپڑے دھونے کو آتا ہے اور ایک گدھا جو لادیاں اس کی اٹھاتا ہے، تمام دن چشمے کے گرد پھرتا ہے؛ شاید اس کو کسی فریب سے اس جنگل میں لا سکوں۔ لیکن آپ قول کریں کہ جب اس کے دل اور کانوں کو کھا لیویں، باقی درندوں کو اپنا تصدق بخش دیں۔'' شیر نے عہد کیا اور

کیا ؟ لومڑی نے کہا ''اے بے وقوف! تو نے کیا خیال کیا ہے اور اپنے دل میں کیا سوچا ہے ؟ اگر وہ شیر ہوتا تو تو اس کے چنگل سے ہرگز نہ چھوٹتا۔ اے کم عقل ! بد گمان ! وہ طلسم ہے کہ اگلے حکیموں نے اس رمنے کی حفاظت کے لیے بنایا ہے ، تا کہ وہاں کے جانور آسودہ حال رہیں اور بیگانے اس کو دیکھ کر اس مرغزار کے گرد نہ پھریں اور اس جنگل کے رہنے والے آرام و چین سے گزران کریں ۔ جس سے دوستی ہو اس طلسم کی حقیقت اس سے کہتی ہوں ، تو اس شکل سے کہ دھوکھے کے سوائے اور کچھ نہیں ہے ، وہ نڈر ہو کر اس نزہت گاہ زندگانی میں خوشی سے زیست کرے۔ میں پہلے ہی چاہتی تھی کہ تجھے اس سے آگاہ کروں کہ اگر اس طرح کی کوئی چیز دیکھے تو نہ ڈرے لیکن تجھ سے بات کرنے کے ذوق میں بھول گئی تھی؛ پھر چل تو حقیقت تجھے معلوم ہو۔ آخر سخن آرائی و فریب سازی کے افسون سے غریب گدھے کو اس جنگل میں لائی اور آپ آگے بڑھ کر اس کے آنے کی خوش خبری شیر کو پہنچائی اور یہ صلاح دی کہ آپ دیر تک چپ چاپ کھڑے رہیں ، مطلق حس و حرکت نہ کریں ۔ ہر چند گدھا آپ کے آس پاس پھرے، جب تلک قابو نہ پاویں اس کی طرف نہ دیکھیں ۔ شیر موافق لومڑی کے کہنے کے طلسم بے جان کے مانند جنگل کے کنارے کھڑا رہا ۔ لومڑی نے گدھے سے کہا کہ ٹھہر کر اس طلسم کو خوب دیکھ تو تجھے معلوم ہو کہ جو کچھ تو پہلے سمجھا تھا سو غلط تھا ۔ گدھا آہستہ آہستہ نزدیک گیا اور ہر چند غور کر کے دیکھا ، آثار جان کے اس میں کچھ نہ پائے اور علامت حس و حرکت کی نہ دیکھی؛ تب

گستاخانہ خاطر جمعی سے اس سرزمین پر پھرنے اور اس کے گرد چرنے لگا اور اتنا کھایا کہ پیٹ بھر گیا ؛ تب اس سبزہ زار میں سو رہا ۔ شیر اس کو غافل پا کر لپکا اور اس کے پیٹ کو پھاڑ ڈالا اور لومڑی سے کہا کہ تو گدھے کے پاس رہ ، میں ندی میں جا کر نہا آؤں اور اس کے کان اور دل کو کھاؤں کہ طبیبوں نے میری بیماری کی دوا یہی تجویز کی ھے ۔ غرض وہ ندی کی طرف چلا اور لومڑی نے فرصت کو غنیمت جان کر اس کے دل اور کان کو جو سب اعضاء سے بہتر تھے ، کھا لیا ۔ شیر جب نہا کر پھرا ، ھر چند اس کے کان اور دل کو ڈھونڈھا ، کچھ نشان نہ پایا ۔ لومڑی سے کہا ”وہ دو عضو جو میری بیماری کی دوا ھیں ، کیا ہوئے؟“ لومڑی نے کہا ”جہاں پناہ ! اس گدھے کے نہ کان تھے نہ دل ، کیوں کہ اگر دل جو عقل کی جگہ ھے ، اس کے ھوتا تو میری باتوں پر نہ بھولتا اور جو اس کے کان ھوتے تو جہاں پناہ کے ھاتھ سے زخم کھانے کے بعد میرے افسانے نہ سنتا اور جھوٹ سچ میں فرق کرتا ۔“ اے کچھوے! یہ قصہ میں نے اس لیے کہا تا تو سمجھے کہ میں بے دل اور بے گوش نہیں ھوں ۔ تو نے اپنی نامردی سے دوستی کے لباس میں یہ کوشش کی تھی کہ مجھے ھلاکت کے گرداب میں ڈالے ، پر میں نے خدا کے فضل اور عقل کی مدد سے سعی کی ، اس لیے مشکل آسان ھو گئی ۔ اب میری آشنائی کی آرزو نہ کر ، چلا جا اور میری رفاقت کا خیال دل میں نہ لا ۔“ کچھوا شرمندہ اور نا امید ھو کر پھر گیا ۔

خلاصہ اس باب کا یہ ھے کہ کاردان نامی بندروں کا ایک حاکم تھا ؛ زمانے کی گردش کے سبب امیری سے فقیری

کو پہنچا ؛ مارے شرم کے وطن سے نکل ایک جزیرے میں جا ، جنگل کے تر و خشک میووں پر قناعت کر ، اوقات بسری کرتا تھا ۔ ایک روز انجیر کے درخت پر جو دریا کے کنارے تھا ، چڑھا اور پھل توڑ کر کھانے لگا ۔ یکایک ایک پھل اس کے ھاتھ سے چھوٹ کر پانی میں گرا اور پانی کی آواز سے ایک خوشی اس کے دل میں ھوئی ۔ گھڑی گھڑی انجیر توڑ توڑ پانی میں ڈالتا تھا اور اس کی آواز سے خوش و خرم ھوتا تھا ۔ اس درخت کے نیچے ایک کچھوا دریا کے پار سے سیر کو آیا تھا ؛ دو تین روز سے اس صحرائے دل چسپ کا تماشا دیکھتا تھا ؛ وے انجیر جو بندر کے ساز و ترانے تھے ، جب پانی میں گرتے ، کچھوا انھیں کھاتا اور سمجھتا کہ بندر میری مہمانی کرتا ھے ۔ اپنے دل میں سوچا کہ جب یہ بغیر آشنائی کے ایسی مہمانی اور کرم کرتا ھے ، اگر اس سے دوستی کروں ، البتہ اس کی آشنائی میری دولت کا باعث اور سعادت کا سبب ھوگی ۔ یہ خیال کر کے پکارا اور دعا و ثنا کرنے لگا اور کہا ”اے حکیموں کے سردار ! میں بڑی دور سے آیا ھوں ، آرزو ھے کہ تیری دوستی سے سرفراز ھوں ۔ جس کے دوست نہیں ، اگرچہ وہ سب چیزیں رکھتا ھو ، تب بھی مفلس ھے ۔“ بندر نے تپاک کر کے مہربانی سے احوال پوچھا اور کہا ”یہ اچھا خیال تیرے دل میں آیا ھے ، پر جب تلک مجھے تیری دانائی پر اطلاع نہ ھو ، تجھ سے دوستی کرنی عقل کے آئین سے بعید نظر آتی ھے ۔ جیسے کشمیر کے حاکم نے ایک بندر کو بغیر آزمائے اور اس کی دانش کا اندازہ بے دریافت کیے اسے سرفراز اور مقرب درگاہ کیا ۔ اور وہ بندر فولادی کٹار ھاتھ میں لیے تمام رات اس کے سرھانے

کھڑا رہتا ، ہمیشہ نگہبانی کرتا اور ایک دم نہ سوتا ۔ ایک شب کوئی چور سیندہ دے کر حاکم کی خواب گاہ میں آیا تھا تا جو کچھ مال ہاتھ لگے چرا لے جاوے ۔ دہنے بائیں تکنے لگا ، دیکھتا کیا ہے کہ ایک بندر حاکم کے سرھانے کٹار ہاتھ میں لیے کھڑا ہے ۔ وہ اس سوچ میں پڑا کہ یہ کیا حکمت ہے کہ تیغ آب دار جو خیر خواہ عقل مندوں کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہ چاہیے ، اس بندر کے ہاتھ میں کیوں ہے اور محرمیت جو بزرگوں کے سوائے کسی کے لایق نہیں ، اس کمینے کو کس لیے ہوئی ہے ؟ اسی فکر میں تھا کہ کئی چیونٹیاں محل کی چھت سے حاکم کشمیر کی چھاتی پر گر کر رینگنے لگیں اور ان کے چلنے کی سلسلاہٹ چھاتی پر معلوم ہوئی ۔ بادشاہ نے عین خواب میں سینے پر ہاتھ مارا ؛ بندر دوڑا کہ اس کو دریافت کرے ؛ دیکھا کہ چیونٹیاں بادشاہ کے منہ اور چھاتی پر دوڑتی پھرتی ہیں ۔ بندر نے غضب میں آ کر چاہا کہ چیونٹیوں کو کٹار سے مارے ۔ حماقت سے یہ نہ سوچا کہ بادشاہ کے سینے پر لگے گا ۔ چاہتا ہی تھا کہ کٹار لگاوے ، چور نے شور کیا اور لپک کر بندر کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ حاکم اس شور سے چونک اُٹھا اور ماجرے سے واقف ہو کر بندر کو اپنی نظروں سے گرا دیا اور چور کو نوازا ۔ غرض اس بندر سے جو بے آزمائے دوستی کی تھی ، آخر پشیمان ہوا ۔'' کچھوے نے اس کے جواب میں دل پسند باتیں کہہ اپنی دانائی سے بندر کو آگاہ کیا اور دونوں آپس میں دوستی کا عہد و پیمان کر کے زیست کرنے لگے ۔ جب ایک مدت اسی طرح گزری ، کچھوے کی مادہ اس کے فراق سے مغموم ہوئی اور کچھ اسے

معلوم نہ ہوا کہ نر کیا ہوا اور کہاں گیا ، اس لیے نہایت حیران اور پریشان رہنے لگی ۔ اپنی منہ بولی بہن سے درد دل کہا اور تدبیر اس کی پوچھی ۔ اس نے کہا کہ تیرے شوہر نے بے وفائی کا طریقہ اختیار کر ایک بندر سے دوستی کی ہے اور اس کی صحبت میں مشغول ہو کر تجھے بھول گیا ہے ۔ اگر وہ بندر کسی حیلے سے مارا جاوے تو البتہ مقصد حاصل ہو ، اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ تو اپنے تئیں بیمار بنا ، جب تلک میں نہ کہوں کچھ نہ بول ۔ آخر اس نے یہی حیلہ ٹھہرا کر کسی کی زبانی کچھوے کو یہ پیغام کہلا بھیجا کہ تیری جورو کے مرنے کا وقت نزدیک پہنچا ہے ، اگر آ کر اس کا آخری دیدار دیکھے تو مروت سے بعید نہیں ۔ کچھوا خون جگر کھا کر بندر کا فراق اپنے جی پر گوارا کر رخصت ہو کر گھر کو آیا اور مادہ کی بے ہوشی دیکھ اس کی قدیم محبتوں کو یاد کر غم گین ہوا اور اس کی منہ بولی بہن سے پوچھا کہ کیا بیماری ہے اور دوا اس کی طبیبوں نے کیا تجویز کی ہے ؟ اس مکار نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا ”کیا پوچھتے ہو؟ یہ وہ بیماری ہے جو رنڈیوں کے پیٹ میں ہوتی ہے اور طبیبوں نے اس کی دوا ایسی چیز ٹھہرائی ہے کہ ہاتھ آنا اس کا مشکل ہے ، بلکہ مل ہی نہیں سکتی ۔ اب اس کا احوال کیوں پوچھتے ہو ؟ یہ وقت وداع کرنے کا ہے ، نہ پوچھنے کا ۔“ کچھوے نے آب دیدہ ہو کر کہا ”بھلا کہو تو سہی ، شاید میری کوشش سے بہم پہنچے“ تب اس نے کہا کہ اگر بندر کا دل کہیں ملے تو علاج اس کا ہو سکے ، لیکن بندر کہاں بہم پہنچتا ہے ۔ کچھوا گھر سے نکلا اور ایک ناقص العقل کی خاطر اس

فکر میں ہوا کہ اپنے دوست سے فریب کرے اور اپنے دل میں
کہا کہ بہتر یہ ہے کہ اس بندر کو اپنے گھر لاؤں اور
جس بہانے سے ہو سکے فریب دوں ۔ تب اس کے پاس آ کر
دوستی کی باتوں سے اُسے فریب دے ، اپنی پیٹھ پر سوار کر ،
دریا کے پار لے چلا ۔ ازبسکہ بےوقوف کو بےوفائی لازم ہے ،
مانجھ دھار میں مادہ کی بیماری کا قصہ اور اس کے علاج کا جو
طبیبوں نے تشخیص کیا تھا ، کچھوے نے بیان کیا ۔ بندر
دانا تھا اس نے کہا ''اے بھائی ! غمگین نہ ہو، یہ کام آسان
ہے ۔ ہماری ماداؤں کو بھی یہ بیماری ہوتی ہے ، ہم اپنے
دل نکال کر انہیں دیتے ہیں اور علاج ان کا کرتے ہیں ؛
پھر دل لے لیتے ہیں اور جہاں کا تہاں رکھ دیتے ہیں ؛ پر
افسوس ہے کہ یہ بات تو نے میرے گھر میں نہ کہی ،
اگر مجھ سے وہاں کہتا تو میں اپنے دل کو ساتھ لے آتا ۔
دل جو جہان کا غم خانہ ہے ، ہم جس وقت کسی دوست
کے یہاں جاتے ہیں ، اسے ساتھ نہیں لے جاتے ۔'' تب کچھوے
نے کہا ''ہم اب جا کر پھر آسکتے ہیں ۔'' بندر نے کہا ''اچھا ۔''
آدھی راہ سے پھر کر بوزنہ کے مکان میں آتے ہی بندر اچھل
کر درخت پر چڑھا اور دل میں عہد کیا کہ پھر کبھی
بغیر آزمایش کیے کسی سے یاری نہ کروں اور بےضرورت
اپنی جگہ سے نہ نکلوں ۔ جب ایک ساعت گزری ، کچھوے
نے پکار کر کہا کہ وقت جاتا ہے جلدی کر ۔ بندر ہنس کر
بولا کہ اے بے وقوف مکار ! میرا خیال چھوڑ کر اپنی
راہ لے اور یہ گمان مت کر کہ میں ویسا ہوں جیسا اس لومڑی
نے کہا تھا کہ گدھے کے دل اور کان نہ تھے ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ہے کہ مقصد حاصل کرنا اس قدر

دشوار نہیں ہے جس قدر اس کی حفاظت مشکل ہے ۔ بہتوں نے دشواری سے مقصد حاصل کیا اور تھوڑے میں گنوایا ہے ، جیسے کچھوے کو بے محنت ایک بندر دوست جو دانا اور مہربان تھا ، ہاتھ لگا ؛ آخر بے وقوفی سے کھو دیا ؛ پھر ہر چند سر دے دے مارا فائدہ نہ کیا ۔ عقل مند کو چاہیے کہ اس قصے کو سنے اور سمجھ کر اپنے کام کا پیشوا اسی کو کرے تو دین و دنیا میں کام یاب ہووے ۔

آٹھواں باب

شتابی کرنے کے زیان کے بیان میں

راے دابشلیم نے بیدپاے برھمن سے کہا ''حفاظت مقصود کے باب میں جو وسیلہ اقبال کا ھو سکے ، تم نے بیان کیا ، اب امیدوار ھوں کہ آپ کہیے کہ کاموں میں جلدی کرنی کیسی ہے ؟ بعضے کہتے ھیں کہ مطلب کے بہم پہنچانے اور مقصد کے حاصل کرنے میں جلدی کیا چاھیے؛ یہ بات عقل دور اندیش کے نزدیک کیوں کر ہے؟'' برھمن نے کہا ''مہاراج! آپ نے خوب پوچھا ؛ جو جلدی کو بہتر سمجھا ہے ، محض نادان اور بے وقوف ہے ۔ کوئی عیب جلدی کرنے سے بڑا نہیں ، کیوں کہ کون سے کام ھیں جو بے فکری سے برھم نہیں ھوئے ھیں اور کون سا خانماں ہے جو جلدی کے سبب خراب نہیں ھوا ۔ دانا کو چاھیے کہ جس کام کو شروع کرے، خواہ نیکی کرنے کی نیت ھو ، خواہ بدی کے رفع کرنے کی ، پہلے خوب سوچ لے ؛ جب تک کئی مرتبے اپنی عقل سے اور راست کردار دوستوں سے مشورت نہ لے اور انجام کار دریافت نہ کرے ، اس کام میں ھاتھ نہ ڈالے ۔ اگر کچھ فایدہ پہنچے ، اس سے خوش ھو کر مغرور نہ ھو جاوے ، اور جو تصدیع آ پڑے اس سے تنگ اور ناآمید نہ ھووے ۔ بہتیری خوشیاں ھیں کہ ثمر ان کا غم ہے اور بہت سے غم ھیں جو حاصل ان کا خوشی ہے ۔

اے رائے آگاہ دل! جلدی اگرچہ سب کے حق میں بد ہے؛ لیکن بادشاہوں سے جو ہو وہ بد تر ہے۔ اچھی خصلات جس سے خدا نے لوگوں کو آراستہ کیا ہے، حلم و وقار ہے کہ ہر ایک کام میں گراں باری اختیار کرکے، جو کچھ عقل نکتہ داں حکم کرے، سمجھ اور دانائی کے رو سے بجا لاویں۔ اور جو کوئی سب کاموں میں اختیار کی باک بے فکری کے ہاتھ دیوے، آخر پشیماں ہووے اور انجام کار اس کا حیرانی ہے۔ ہر چند اس بات کو عقل راست اندیش بغیر دلیل کے باور کرتی ہے، بادشاہ کہ خدا نے اسے چشم دور بین بخشی ہے، کیوں نہ مانے گا؛ لیکن اس گروہ کے سمجھانے کے واسطے جو عقل دور اندیش نہیں رکھتا ہے یا رکھتا ہے پر تقلید میں گرفتار ہو کر اس پر عمل نہیں کرتا ہے، اگلے داناؤں کے ماجرے میں سے جو دفتر بھرے ہیں، اس زاہد کا قصہ جس نے بے تأمل سبکی کے میدان میں پاؤں رکھا اور اپنا ہاتھ خون ناحق میں آلودہ کرکے بے چارے نیولے کو ہلاک کیا، دلیل واضح ہے۔'' رائے نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

برھمن نے کہا ''نقل ہے کہ ایک زاہد نے بہت سے تجربے کرکے اپنے دل میں کہا کہ بیاہ کیجیے؛ ایک دانا سے اس بات کی صلاح پوچھی۔ اس نے کہا ''تو خوب سوچا ہے؛ بیاہ کرنے میں کتنے فائدے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ شہوت کے بدلگام گھوڑے کو رام کر سکتے ہیں اور بد ذاتیوں سے جو تجرد میں ہوتی ہیں، بچ سکتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ جو فیض کہ کتنے ہزار برس میں تیرے بزرگ واروں سے تجھ کو پہنچا ہے، حیف ہے کہ وہ تجھ ہی پر موقوف

ہووے ۔ تیسرا یہ کہ نیک بخت عورت گھر کے بندوبست کا سبب اور تیری جمعیت و آرام کا باعث ہوگی۔ پر کوشش کر کہ خوش خو ہاتھ لگے اور نیک عورت گھر میں آوے ۔‘‘ زاہد نے پوچھا کہ کس طرح ہو ؟ جواب دیا کہ عورت جو پارسا اور زاہد دوست ہو ، اس کی تلاش کر کہ تیری آبرو رکھے اور غم‌گسار ہووے ۔ اور تین قسم کی رنڈیوں سے پرہیز کر : پہلی وہ کہ جس نے پہلا خصم چھوڑ دیا ہو اور ہمیشہ اس کی یاد میں رہتی ہو ۔ دوسری وہ جو اپنے دست و بازو سے تجھے ممنون کرے ۔ تیسری وہ کہ جب تجھے دیکھے مہین آواز سے بولے اور اپنے تئیں بیمار بناوے ۔ زاہد نے کہا ’’اے یار تجربہ کار! تو نے عورتوں کے سن و سال سے مجھے کچھ مطلع نہ کیا؛ بیان کر کہ کتنے برس کی عورت اپنے عقد میں لاؤں ؟‘‘ جواب دیا کہ جس کی اٹھتی جوانی ہو ، کیوں کہ بڑھیا کی صحبت سے بیماری اور کمزوری ہوتی ہے ۔ داناؤں نے کہا ہے کہ رنڈی چودہ برس سے بیس برس تلک امن و چین کا سبب ہوتی ہے ، اور بیس سے تیس تلک طلب گاروں کے دل کا آرام ہے ؛ تیس سے چالیس تلک صاحب مال و فرزند ، اور چالیس سے پچاس کے سن تلک ننگ و ناموس کی حفاظت میں پابند رہتی ہے یا مکر و فریب میں ، اور پچاس سے جب گزر جاوے تو ایک کالی بلا ہے اور آفت مال و جاہ اور کاہش جان۔ زاہد نے پوچھا کہ ان کی صورت و حسن کے باب میں کیا کہتے ہو ؟ اس نے جواب دیا کہ اصل صفت رنڈیوں کی پاکدامنی اور خوش خوئی ہے ، ساتھ اس کے اگر خوب صورت بھی ہو تو اس سے کیا بہتر کہ ظاہر و باطن دونوں خوب ہوں ، اور خوب صورت اگر

نیک سیرت نہ ہو تو آفت جان ہے ، اور خوش خو کیسی
ہی بد صورت ہو ، رفیق موافق اور مونس جان ہے ۔ القصہ
زاہد کو بہت سی کوشش کے بعد نصیب کی مدد سے بزرگ
گھرانے کی ایک خوب صورت نیک سیرت رنڈی ہاتھ لگی ،
اور زاہد اس لیے کہ اس سے فرزند عزیز پیدا ہووے ، بہت
سی کوشش کیا کرتا تھا ۔ جب ایک مدت گزری اور یہ
آرزو بر نہ آئی ، تب ارباب دنیا سے نا امید ہو کر خالق
کار ساز کی درگاہ میں مناجات کرنے لگا ؛ صبح و شام دعا
مانگنے اور برآرکار اپنا خدا سے چاہنے ۔ بارے اس کی جورو
حاملہ ہوئی ۔ زاہد بہت خوش ہوکر ہمیشہ فرزند کی یاد
میں دن کاٹتا ؛ ایک دن اپنی عورت سے کہا کہ خدا کرے
جلدی ایک لڑکا خوب صورت اور خوش خو پیدا ہووے تو
میں اس کا ایک اچھا سا نام رکھوں اور اس کی تربیت میں
محنت کروں اور خدا پرستی کا طریقہ سکھاؤں تو جلدی
درویشوں کا پیشوا ہو ، تب اس کی شادی کسی بڑے
گھرانے میں کر دوں اور اس سے نسل بڑھے اور میری نیک نامی
فرزندوں کے وسیلے سے جہان میں باقی رہے ۔ عورت نے
کہا ”اے زاہد! یہ باتیں جو تو کہتا ہے عقل مندوں کے
لایق نہیں؛ لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر تو نے کہاں سے پائی ؛
اور جو ہو بھی تو کہاں سے معلوم ہوا کہ بیٹا ہی ہوگا ،
بالفرض یوں بھی ہو تو کیوں کر تو نے جانا کہ جیے گا ؟
غرض جو مآل اس کا ظاہر نہیں ہے ، خیال پرست نادانوں کے
مانند کیوں باتیں کہتا ہے ، تو اس پارسا کے مانند نظر آتا
ہے جس کی بیہودگی سے شہد اور گھی اس کے منہ پر پڑا ۔“
زاہد نے پوچھا ”وہ کیوں کر ہے ؟“

حکایت

عورت نے کہا ''نقل ہے کہ ایک مرد پارسا کسی سوداگر کے ہمسائے میں رہتا تھا اور اس کی بدولت پارسا کی اوقات خوشی و کامرانی میں گزرتی تھی ۔ سوداگر ہمیشہ شہد اور گھی کی تجارت کیا کرتا اور ہر روز اس میں سے تھوڑا پارسا کے یہاں بھیجتا اور وہ اس میں سے کچھ خرچ کرتا اور باقی گھڑوں میں رکھتا جاتا ۔ ایک دن گھڑوں کو بھرا دیکھ کر سوچا کہ اگر یہ دس سیر ہو ، دس درم کو بیچوں گا اور اپنا سر انجام کروں گا ۔ اور اس زر سے پانچ بکریاں مول لوں گا ۔ وے چھ چھ مہینے میں جنیں گی اور ہر ایک کے دو دو بچے ہوں گے ۔ ہر سال پچیس بچے ہوں گے ۔ دس برس میں ان کے بچوں سے کئی گلے ہو جائیں گے ؛ ان میں سے بعضوں کو بیچوں گا اور اس سے اوقات بسری کروں گا ، اور ایک رنڈی کسی بڑے گھرانے کی ڈھونڈھ کر اس سے بیاہ کروں گا ۔ نو مہینے کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوگا ، تب اس کو تربیت کروں گا اور علم و ادب سکھاؤں گا ۔ اگر کبھی بے ادبی کرے ، اسی عصا سے جو میرے ہاتھ میں ہے ، اسے ادب دوں گا ۔ غرض اس خیال میں ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ خیالی بے ادب لڑکے کو اپنے سامنے جان کر عصا اٹھا شہد اور گھی کے گھڑوں پر مارا ۔ وے طاق پر دھرے تھے اور آپ نیچے اس کے مقابل بیٹھا تھا ؛ جونہیں عصا ان پر لگا ، وے ٹوٹ گئے ؛ تمام شہد اور گھی اس کے سر ، منہ ، ڈاڑھی اور کپڑوں پر پڑا اور وے سب خیال یک بارگی جاتے رہے ۔

یہ کہانی میں نے اس لیے کہی تا تو جانے کہ ایسے

خیال فاسد نہ کیا چاہیے۔‘‘ زاہد ان باتوں کو سن کر
خواب غفلت سے چونکا۔ آخر کو اس کے یہاں ایک
خوب صورت لڑکا پیدا ہوا ؛ شکر خدا کا بجا لایا اور نذریں
جو مانی تھیں ادا کیں۔ رات دن اُس کے پنگھوڑے کے گرد
رہتا اور اس کی پرورش میں کوشش کرتا اور کسی کام
میں مشغول نہ ہوتا۔ ایک دن اس لڑکے کی ماں حمام کرنے
گئی اور لڑکے کو اس کے باپ کے سپرد کیا اور حفاظت کے
واسطے بہت سی تقید کی۔ ایک دم نہ گزرا تھا کہ بادشاہ
زمان نے زاہد کو بلوا بھیجا ، تب اس نے جانے کے سوا
کچھ چارہ نہ دیکھا ؛ لڑکے کو اس نیولے کے ، جس کے
بھروسے پر ہمیشہ گھر کو چھوڑ کر جایا کرتا تھا ، سپرد
کیا اور آپ باہر نکلا۔ اس کا جانا تھا کہ بڑے سے ایک
سانپ نے گہوارے کی طرف رخ کیا۔ نیولے نے جب دیکھا
کہ ایسے بڑے سانپ نے قصد کیا ہے اور چاہتا ہے کہ
لڑکے کو ہلاک کرے ، تب لپکا اور اس سانپ کا ٹیٹوا پکڑ کر
مار ڈالا۔ جب زاہد آیا نیولا لہو سے بھرا ہوا اس آمید
پر کہ میں نے بڑا کام کیا ہے ، زاہد کے آگے دوڑا آیا۔ وہ
سمجھا کہ اس نے میرے لڑکے کو مار ڈالا ہے اور اسی کے
خون سے آلودہ ہے ، غصے ہو کر عقل کا سررشتہ ہاتھ سے
چھوڑ بغیر تحقیق کیے اس پر ایسا عصا مارا کہ وہیں
مر گیا۔ جب گھر میں آیا لڑکے کو پالنے میں سلامت پایا اور
اس کے پاس ایک بڑا سا سانپ موا دیکھ کر مارے تأسف
کے چھاتی پیٹنے اور نالہ و فریاد کر کے کہنے لگا ’’یہ کیا
سبکی و بے وقوفی تھی جو میں نے کی ! کاش کہ میرے یہ
لڑکا نہ ہوتا تو میں اس کی آلفت سے گھر کے چوکیدار کو

بے قصور نہ مارتا ۔" زاہد اس بے قراری میں تھا ھی کہ اس کی جورو آئی اور ماجرے سے واقف ہو کر ملامت کرنے لگی ۔ زاھد نے شرمندگی سے سر نیچے کرکے کہا "اے یار جانی! زیادہ اس سے مجھے ملامت نہ کر ، مین اپنے کیے سے آپ پچھتاتا ھوں ، اور تیری حالت اس شخص کی سی ھے جو زخم پر نشتر مارے اور گھاؤ پر نمک چھڑکے ۔" عورت نے کہا "تو سچ کہتا ھے ؛ اس وقت ملامت سے میری غرض یہ تھی کہ تو خواب غفلت سے جاگے ؛ شکر خدا کا کہ اس کام سے جو تو نے کیا ، تجربہ حاصل ھوا ، کیوں کہ کام میں جلدی کرنی آخر پشیمانی اور شرمندگی ھے ۔ کسی کام میں جلدی نہ کیا چاھیے ، اس لیے کہ جلدباز آدمی مقصد کو نہیں پہنچتا ھے ۔ کچھ تو ھی صرف اس دام میں نہیں پھنسا اور غم کا دروازہ اپنے اوپر نہیں کھولا بلکہ اس کے آگے بھی بہت سے حادثے ایسے ھوئے ھیں ۔ چنانچہ میں نے سنا ھے کہ ایک بادشاہ اپنے باز کو بے قصور مار کر بہت غمگین ھوا ۔" زاھد نے پوچھا "وہ کیوں کر ھے ؟"

حکایت

عورت نے کہا "نقل ھے کہ اگلیے زمانے میں کوئی بادشاہ ایک باز کو بہت پیار کرتا تھا اور وہ ھمیشہ بادشاہ کے ھاتھ پر بیٹھا رھتا تھا ۔ ایک روز باز کو ھاتھ پر بٹھا کر شکار کو گیا ؛ اتفاقاً ایک ھرن سامنے نظر آیا ؛ بادشاہ نے کمال شوق سے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور اس کو پکڑا ۔ ملازم درگاہ اگرچہ پیچھے لگے چلے آتے تھے پر کوئی بادشاہ تلک نہ پہنچا تھا ۔ اس میں بادشاہ پیاسا ھو کر ھر طرف پانی کی تلاش میں گھوڑا دوڑاتا تھا ؛ آخر ایک

دامن کوہ میں پہنچ کر دیکھا کہ پہاڑ پر سے پانی ٹپکتا ہے ؛ ترکش میں سے پیالہ نکال نیچے رکھا کہ قطرے جو ٹپکتے ہیں ، اس میں جمع ہوں اور پیالہ بھر جاوے ۔ جب پیالہ بھر چکا ، چاہا کہ پیوے ، باز نے ونہیں پر مارا ، تمام پانی گر گیا ۔ بادشاہ نے اس بات سے خفا ہو کر پھر پیالے کو اسی پتھر کے نیچے رکھا ؛ دیر کے بعد جب بھرا ، چاہا کہ منہ کو لگاوے ، باز نے پھر وہی حرکت کی اور اس پانی کو بھی گرا دیا ۔ بادشاہ نے کمال تشنگی کے سبب بے تأمل باز کو زمین پر پٹک دیا اور وہ مر گیا ۔ اس میں رکاب‌دار آن پہنچا ؛ باز کو موا اور بادشاہ کو پیاسا پایا ؛ فی‌الفور چھاگل شکار بند سے کھول پیالے کو خوب دھو دھا کر چاہا کہ بادشاہ کو پانی پلاوے ، اس نے فرمایا کہ مجھے اس خالص پانی سے جو پہاڑ سے جھڑتا ہے ، کمال رغبت ہوئی ہے ، تو پہاڑ پر چڑھ اور اس چشمے سے پانی کا پیالہ بھر کر لے آ ، کیوں کہ پھر یہ تاب نہیں ہے کہ جب تلک پیالے میں قطرہ قطرہ جمع ہووے ، میں انتظار کروں ۔ رکاب‌دار جب چشمے کے کنارے پہنچا ، دیکھتا کیا ہے کہ ایک اژدہا موا ہوا اس کے کنارے پڑا ہے اور زہر آلود لعاب اس کا پانی میں مل کر قطرہ قطرہ پہاڑ پر سے ٹپکتا ہے ۔ وہ گھبرا کر اترا اور یہ احوال عرض کر ایک پیالہ ٹھنڈے پانی کا چھاگل سے بھر کر بادشاہ کو دیا ۔ وہ پیالہ منہ سے لگا کر رونے لگا اور رکاب دار کو باز کے ماجرے سے آگاہ کر کے اپنی جلدی اور اضطرابی پر بہت سی نفرین کی ، اور جب تلک جیا ، یہ داغ حسرت اس کے دل سے نہ گیا ۔"

فائدہ اس قصے کا یہ ہے کہ عقل مند اپنے کام کو

بغیر تأمل کیے شروع نہیں کرتے ہیں ۔'' زاہد کو دانا عورت کی باتوں سے ذرہ تشفی ہوئی اور اس نے عہد کیا کہ پھر اس کے بعد ایسے کاموں کے نزدیک نہ جاؤں گا ۔

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ ایک زاہد گوشہ نشین کو خانہ داری کا خیال ہوا اور اپنے ایک تجربہ کار دوست سے مشورت کی ، جیسے آئین داناؤں کا ہے ۔ کسی بزرگ گھرانے کی ایک دانا اور خیر خواہ عورت سے شادی کی ۔ جب آثار حمل کے ظاہر ہوئے ، ہمیشہ لڑکے کے خیال میں مستغرق رہتا اور کہتا کہ اپنے لڑکے کو ایسی دانش اور ایسے ہنر سکھاؤں گا کہ سب درویشوں کا سردار ہوگا اور ایک بزرگ کی بیٹی سے بیاہ کردوں گا ۔ اس کے اچھے لڑکے بالے پیدا ہوں گے ۔ غرض اس طرح کی دور دراز تمنائیں جیسی بے وقوف حریص کرتے ہیں ، کیا کرتا ۔ اس کی جورو نے کہا ''یہ کیا بیہودگی ہے جو تو کرتا ہے ! تجھے کہاں سے معلوم ہوا کہ میں حاملہ ہوں ؛ اگر ہوں تو کیوں کر سمجھا کہ لڑکا ہی ہوگا ، جو تمام بیہودہ خیال لڑکے کے حق میں کرتا ہے ؟ تیرا احوال اس پارسا کے مانند نظر آتا ہے جس نے بیہودہ فکروں سے شہد اور گھی کے گھڑوں کو توڑ ڈالا اور اپنے سر اور منہ کو اس سے بھرا ۔'' زاہد نے جو خیال کیا تھا ، اس سے پشیمان ہوا اور عہد کیا کہ پھر وے آرزوئیں جو دیدۂ عقل کے لیے نیل کی سلائیاں ہیں ، نہ کروں گا ۔ جب تھوڑے دن گزرے ، اس کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کے دیدار سے خوش ہو کر گزران کرنے لگا ۔ ایک دن اس لڑکے کی ماں اسے باپ کے سپرد کر حمام کو گئی تھی ؛ باپ نے اس نیولے کو جو گھر کی

نگھبانی کرتا تھا ، سونپ کر حسب الطلب بادشاہ کی خدمت میں گیا ۔ قضا را ایک بڑے سے سانپ نے لڑکے کے کاٹنے کا قصد کیا ؛ نیولا اس کی طرف دوڑا اور ترت سانپ کو مار ڈالا ۔ جب زاھد کے پھر آنے کی خبر معلوم ھوئی ، نیولا اس سبب سے کہ یہ اچھی خدمت کی تھی ، لہو میں بھرا ھوا اس کے آگے دوڑا آیا ۔ زاھد کے دل میں گزرا کہ یقین ھے کہ اس نے میرے لڑکے کو مارا ھے ، وونہیں عصا اس کے سر پر مارا اور نیولے کو جو خیر خواہ خادم تھا ، بےسمجھے بوجھے مار ڈالا ۔ جب گھر میں داخل ھوا ، اپنے لڑکے کو سلامت پایا اور سانپ کو اس کے مہد کے پاس موا پڑا دیکھا ؛ تب اس حال سے مطلع ھو اپنی بے فکری اور خون ناحق پر افسوس کرتا تھا اور سر پیٹتا تھا کہ اس میں اس لڑکے کی ماں آئی اور ماجرے سے واقف ھو کر نصیحت کرکے کہنے لگی ”غم مت کر کہ ایسی آفتیں پہلوانوں اور بیدار دل بزرگوں پر بھی پڑی ھیں ۔ اگر فضل الٰہی شامل حال ھو تو کوئی کاموں میں جلدی نہ کرے اور مقصد کو پہنچے ۔ تونے نہیں سنا ھے کہ اگلے دنوں میں ایک وقت بادشاہ کو باز کے مارنے سے کیا کیا غم و الم ھوا تھا ؟ اس طرح کے ماجرے بہت ھیں ، چاھیے کہ کسی چیز کے غم بے فائدہ میں اوقات صرف نہ کریں ۔“ زاھد کو اس کی دل پسند باتوں سے ذرہ تسکین ھوئی اور راضی برضائے الٰہی رھنے لگا ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ھے کہ گزشتہ و حال کے عقلمندوں کے نزدیک جلدی ایک امر زبوں ھے ۔ چاھیے کہ کوئی دانا ، خصوص بادشاہ ، قہر و لطف کے وقت جب تلک اپنی

عقل دور اندیش سے مشورت نہ لیں ، بلکہ صرف اپنی عقل
پر اکتفا نہ کر کے خیرخواہ دانا سے نہ پوچھیں ، کسی
کام میں جلدی نہ کریں ، اور جب تلک حقیقت حال دلیل
سے بہ خوبی واضح نہ ہو ، کام شروع نہ کریں تا کہ مطلب
حاصل ہو ، اور غم کے گرد نہ پھریں اور ہمیشہ آرام و چین
سے زندگی کریں -

نواں باب

دور اندیشی سے اور فریب کرکے دشمن کے ہاتھ سے بچنے کے بیان میں

رائے دابشلیم نے بیدپائے برھمن سے کہا کہ بے فکری اور بے صبری کے خلل کی داستان میں نے سنی ، اب مہربانی کر کے بیان کیجیے کہ جو کوئی دشمن کے دام میں پھنسے یا کہ دھنے بائیں سے قوی دشمن نمود ھوویں اور کام اس پر تنگ ہو تو کیوں کر بچے ؟ برھمن نے کہا ''اگر دوستی کے حیلے سے کسی دشمن کے ھاتھ سے اپنی رھائی جانے تو فروگذاشت نہ کرے اور دوستی و صلح کا ارادہ کرے ، کیوں کہ دوستی اور دشمنی ابر بہار کے مانند ھے کہ کبھی برسے کبھی کھل جاوے ۔ داناؤں نے کہا ھے کہ زمانے کے لوگوں کا مہر و کینہ از بس کہ پایدار نہیں ھے ، اس لیے عقل مندوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتا ۔ بادشاھوں کا فریب[1] ، محبوبوں کا حسن ، رنڈیوں کی وفا ، دیوانوں کا لطف ، مستوں کی نوازش ، نادانوں کا اعتقاد ، لڑکوں کی خوش آوازی ، ان میں سے کسی پر اعتماد نہ کیا چاھیے اور ان پر جی نہ لگائیے ۔ بہتیری قدیم محبتیں اور گاڑھی دوستیاں صرف ایک خیال سے جاتی رھی ھیں اور عداوتیں ھو گئی

۱۔ 'فریب' کمپوزنگ کی غلطی ھے ، اسے 'قرب' ھونا چاھیے ، یہ 'نزدیکی پادشاھان' کا ترجمہ ھے ، ملاحظہ ھو 'عیار دانش' صفحہ ۲۱۲ (مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۹۴ء) (مرتب)

ہیں ۔ اکثر قدیم دشمن تھوڑے عرصے میں دوست ہوگئے ہیں ، اس لیے دور اندیش داناؤں نے دشمنوں کے ساتھ گزران کرکے دوستی کی توقع انھوں سے منقطع نہیں کی ، اور ہر ایک کی دوستی پر بھی بہت اعتقاد نہیں کیا ہے ۔ پس چاہیے کہ صلح کے وقت دشمن کی دوستی پر اعتماد نہ کرے ، خصوص جب یہ بات فائدے کا سبب یا رفع زیاں کا موجب ہو ۔ اے رائے روشن دل ! جو کوئی امیر یا فقیر یا بادشاہ یا ٹکڑ گدا چشم دوربین کھولے اور ان باتوں پر عمل کرے ! دولت کے دروازے اس پر کھلیں اور اقبال اس کا ہمیشہ رہے ! اس طرح کے ماجرے بہت ہیں اور قصے بے شمار ، ان میں سے ایک قصہ چوہے اور بلی کا ہے ۔'' رائے نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

برہمن نے کہا ''نقل ہے کہ کسی جنگل میں ایک درخت تھا ، بلندی میں سب درختوں سے بڑا ؛ اس کے نیچے ایک بل تھا جس میں ایک چوہا حریص ، مکار ، تیز ذہن ، جلد فہم رہتا تھا ، اور اس درخت کے پاس ایک بلی بھی رہتی تھی ۔ ایک دن کسی شکاری نے اس درخت کے پاس جال بچھایا اور تھوڑا سا گوشت اس میں باندھ دیا ۔ حریص بلی کو گوشت کی بو نے گھر سے نکال کر دام میں پھنسایا ۔ اس میں چوہا بھی روزی کی تلاش میں اپنے بل سے نکلا تھا ، اتفاقاً اس کی نظر بلی پر پڑی ؛ دشمن جانی کو دیکھ کر نہایت ڈرا اور قریب تھا کہ ہوش حواس جاتے رہیں ، پر جب خوب نظر کی تو اس کو شکاری کے دام میں پھنسا دیکھا ؛ خدا کا شکر بجا لانے لگا اور شکاری کو دعا دینے۔

اس میں اور ایک طرف جو نگاہ کی تو ایک نیولے کو دیکھا کہ اس کی گھات میں بیٹھا ہے ؛ ناچار درخت کی طرف چلا ؛ ایک کوے کو دیکھا کہ درخت کے اوپر سے اس کے پکڑنے کی خواہش رکھتا ہے ۔ چوہے پر دہشت غالب ہوئی ؛ اپنے دل میں سوچا کہ جو آگے بڑھوں تو بلی مجھے پکڑتی ہے ، اگر پھر جاؤں ، نیولا میری جان کا گاہک ہے ، جو یہیں کھڑا رہوں تو کوا میرے قصد میں ہے ۔ تب دل میں یہ سوچا کہ عقل ایسے ہی دنوں کے واسطے ہے کہ اس کی مدد سے کچھ تدبیر کیجیے ، تدبیر یہ ہے کہ ایسی آفت کے دن مصلحت اس سے لوں ، کوئی دست گیر مہربان عقل سے زیادہ نہیں ہے ۔ دانا وہ ہے کہ آفت کے وقت دل ہاتھ سے نہ دے اور برے خیالوں سے اپنے کام کو تباہ نہ کرے ۔ میرے لیے کوئی تدبیر درست اس سے بہتر نہیں ہے کہ دل میں خوف نہ کر کے بلی کے پاس جاؤں اور صلح آمیز محبت انگیز باتیں درمیان میں لاؤں ۔ جس طرح کہ مجھے اس کی طرف احتیاج ہے وہ بھی میری مدد کی محتاج ہے ۔ اگر بلی میری بات کو عقل کے کانوں سے سنے اور عقل مندوں کی طرح تمیز کرے اور مجھے سچا اور راست کردار جان کر فریب و نفاق سے دور سمجھے ، خدا کی درگاہ سے امید یہ ہے کہ سچ کی بہ دولت ہم دونوں غم کے چنگل سے چھوٹیں ۔ غرض بلی کے پاس جا کر پوچھا کہ کیا حال ہے ؟ اس نے اندوہ ناک آواز سے جواب دیا ”کیا پوچھتے ہو ! ایک تن جو رکھتی ہوں ، سو بند مشقت میں بندھا ہوا اور ایک دل ہے سو محنت کی آگ میں جلا ہوا ۔“ چوہے نے کہا ”غم نہ کر ؛ اگر تو سنے تو ایک دل پسند بات کہوں ؟“ بلی نے بہت سی چاپلوسی کر کے سننے

کی خواہش کی - چوہے نے کہا ''تو نے ہرگز مجھ سے جھوٹ نہ سنا ہوگا ، اور سوائے سچ کے دروغ کو دلوں میں رونق بھی نہیں ہوتی ہے - تو جانتی ہے کہ ہمیشہ میں تیرے غم سے خوش تھا اور تیری ناکامی کو اپنی خوشی سمجھتا تھا ، پر آج کے دن آفت میں تیرے ساتھ شریک ہوں اور اپنی رہائی اس چیز میں میں نے ٹھہرائی ہے ، جس میں تیری بھی مخلصی ہے - میں اس سبب سے چاہتا ہوں کہ تجھ سے دوستی کروں اور اس محبت کی بدولت مجھے اور تجھے دشمن کے ہاتھ سے رہائی ہووے - تیری دور اندیشی و پیش بینی سے امید ہے کہ مجھے اس بات میں سچا جانے ، اگر اعتبار نہ ہووے تو دیکھ کہ نیولا میری گھات میں بیٹھا ہے اور کوا درخت پر میرا انتظار کرتا ہے - دونوں یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ مجھے ہلاک کریں - اگر تو بھی اپنی طرف سے عہد و پیمان کر کے نڈر کرے تو تیرے پاس آؤں اور یقین ہے کہ ان دونوں جانی دشمنوں سے مخلصی پاؤں اور تھوڑے سے عرصے میں تیرے بندوں کو بھی کاٹوں تاکہ تو بھی اس دام آفت سے چھوٹے -'' بلی ان باتوں کو سن کر سوچنے اور فکر کرنے لگی اور کھوٹے اور کھرے پن کو پرکھنے - چوہا چلایا کہ اے دانا ! وقت جاتا ہے ؛ جیسا میں تیری زندگانی میں دل خوش کرتا ہوں ، تو بھی میرے جینے سے شاد ہو ، کیوں کہ ہم میں سے ہر ایک کی رہائی دوسرے کی زندگی پر موقوف ہے - میری اور تیری حالت کشتی اور ملاح کی سی نظر آتی ہے کہ ملاح کی سعی سے کشتی کنارے پہنچتی ہے اور وہ کشتی کی مدد سے اپنا کام کرتا ہے - تب بلی نے دور اندیشی سے چوہے کی راستی دریافت کر اس سے آشتی کی

اور اس کی دوستی اپنے دل پر ٹھانی - ہر ایک نے اپنی اپنی
مرضی کے مطابق دوستی کا عہد و پیمان کیا - تب بلی نے
پوچھا ''کہہ کہ اب میں کیا کروں اور تیرے ساتھ
کیوں کر مشغول ہوں؟'' چوہے نے کہا ''جب میں تیرے
پاس آؤں ، چاہیے کہ بہت سی تعظیم کرے جیسے قدیم دوست
آپس میں سلوک کرتے ہیں - یہ حال دیکھ وے دشمن مجھ
سے نا امید ہو کر بے نصیب پھر جائیں گے ، تب خاطر جمعی
و آرام سے تیرے پاؤں کے بند کاٹوں گا -'' بلی نے جب
اس بات کو قبول کیا ، چوہا کمال توقع پر اس کے پاس گیا -
بلی نے خاطر داری کر کے نوازش و مہربانی کی - نیولا اور
کوا اس حال کو دیکھ کر اس کے شکار کا خیال چھوڑ
اپنی اپنی روزی کی تلاش کو گئے - چوہا خوشیاں کر کر
بلی کے بندوں کو کاٹنے لگا ؛ اس میں اس کی قدیم عداوت
کو خاطر میں لا کر گرھوں کے کاٹنے میں جلدی نہ کرتا تھا ؛
بلی جو دور اندیش تھی ، سمجھی کہ چوہا کسی خیال میں
پڑا ہے ؛ ڈری کہ مبادا بند نہ کاٹے اور اپنی راہ لے ؛ تب
دوستی سے کہنے لگی کہ جب تو نے اپنا مطلب حاصل
کیا اور اپنے مقصد سے تجھے فراغت حاصل ہوئی ، ایفائے
وعدہ میں ڈھیل کرتا ہے اور عہد و پیمان جو کیا تھا ،
چاہتا ہے کہ توڑے؟ میں جانتی تھی کہ وفا وہ دوائی ہے
جو عطار روزگار کے ڈبے میں نہیں ہے اور قول کا بجا لانا وہ
جواہر ہے کہ زمانے کے خزانے میں موجود نہیں ؛ مجھے
معلوم ہوا کہ وفا عنقا ہے جو سوائے نام کے اس کا نشان
پیدا نہیں ، اور نیک عہدی کیمیا کے مانند ہے کہ کوئی
اس کی حقیقت کو نہیں جانتا -'' چوہے نے کہا ''ہرگز میرا چہرہ

خال بے وفائی سے داغ دار نہیں ہے ۔ خاک پڑیو اس سر پر جس میں وفا کا مغز نہیں !'' بلی نے کہا ''اگر یہی ہے جو تو کہتا ہے ، اپنے کام کو اس پر گواہ کر ، کیوں کہ کوئی قول بغیر فعل کے سچ نہیں ہوتا ۔ اے چوہے ! جانیو کہ جو کوئی عہد شکن ہو اور جس کا قول سچ نہ ہو ، اس کی حالت وہ ہو جو اس کسان کی جورو کی ہوئی ۔'' چوہے نے کہا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

بلی نے کہا ''نقل ہے کہ فارس[1] کے کسی گاؤں کا ایک زمیندار زمانے کے حوادث سے تہی دست اور غریب ہو گیا تھا اور ہمیشہ فقر و فاقہ میں دن کاٹتا تھا ؛ اگرچہ کشت و کار میں سلیقہ درست رکھتا تھا ، پر تنگ دستی کے سبب افلاس میں اوقات بسری کرتا ۔ اس کی جورو جو خوبی اور حسن میں یکتائے عصر تھی ، غریبی اور فلاکت کے مارے طعنے دینے لگی کہ کب تک گھر کے کونے میں بیٹھا رہے گا ، مجھے اور اپنے تئیں افلاس کے غم میں رکھے گا ؛ بہتر یہ ہے کہ تو گھر سے نکل کر تلاش اور دوڑ دھوپ کرے ، شاید روزی کا دروازہ کھلے ۔ کسان نے کہا ''جو کچھ تو کہتی ہے ، تیرے حق بہ جانب ہے اور سچ کہتی ہے ۔ ایک عمر میں نے اس ملک میں ریاست سے کاٹی ہے اور اس گاؤں کے اکثر لوگ میرے مزدور تھے ، اب مجھ سے سوائے

۱- عیار دانش (صفحہ ۲۱۵ مطبوعہ ۱۸۹۴ء نول کشور کانپور) میں فارس کی جگہ 'کارتن' (از دیہاے کارتن) ہے لیکن انوار سہیلی (صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۰ء) ''میں از دیہائے فارس'' ہے ۔ (مرتب)

مزدوری کے کوئی کام بن نہیں آتا اور اپنے مزدوروں کی مزدوری کا ننگ اٹھا نہیں سکتا ۔ اگر تو کہے تو اس ملک سے نکل جاؤں کہ سفر میں اگر مزدوری بھی کروں تو کچھ شرم نہیں ۔'' عورت فقر و فاقہ کی اذیت سے تنگ آئی تھی ، غربت کی محنت قبول کر شوہر کے ساتھ سفر اختیار کیا اور دونوں بغداد کی طرف متوجہ ہو کر پہاڑ اور جنگل طے کرتے ہوئے چلے جاتے تھے ؛ ایک دن بہت سے تھک کر ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ ہر طرح کی باتیں آپس میں کہتے تھے ؛ اس میں دھقانی کے دل میں ایک فکر دراز گزری ۔ جورو سے کہا ''اے یار جانی! ہم اپنے وطن سے نکلے ہیں اور وہاں جاتے ہیں جہاں ہمیں کوئی نہ پہچانے اور ہم بھی کسی کو نہ جانیں ، شاید وہاں کے آدمی ظالم هوویں یا لچے شہدے ، اور کوئی ان میں سے تجھ پر عاشق ہو ، زور یا فریب سے تجھے مجھ سے جدا کرے اور تو میرے بڑھاپے اور افلاس کے سبب بیزار ہو کر جدائی قبول کرے ؛ اس صورت میں مرنے کے سوا مجھ سے کچھ نہ بن پڑے گی ۔'' عورت نے جواب دیا کہ یہ کیا بات ہے جو تو کہتا ہے اور یہ کیا خیال ہے جو تو دل میں لاتا ہے ؟ اگر مجھے اس طرح کے خیال دل میں ہوتے ، سفر کا رنج قبول نہ کرتی اور دوری وطن کا داغ اپنے دل درد مند پر نہ رکھتی ۔ قول و قرار جو تجھ سے کیا ہے ، جان کے ساتھ ہے ؛ نہ ظالموں کے ظلم سے دور ہوگا ، نہ مکاروں کے فریب سے جائے گا ۔ اگر تو چاہے تو پھر نئے سرے سے تیرے ساتھ قول و قرار کروں اور قسم کھاؤں کہ تیری خاطر جمعی ہو ۔ غرض سر نو سے عہد کیا کہ اگر مجھے تجھ سے

آگے موت آوے ، شکر خدا کا ہے کہ دوستی میں پوری رہی ؛ اگر بر تقدیر میرے جیتے جی تجھے قضا آوے ، تو یہ نیت ہے کہ میں بھی اپنی جان تجھ پر صدقے کر ایک دم تیرے بغیر نہ جیوں۔ اور اگر نصیب کا بدا ایسا ہو کہ مجھ کو چند روز تیرے بعد زیست کرنی ہو ، یقین جانیو کہ تیری یاد میں سدا بیمار اور ناتواں رہوں گی اور قول و قرار جو کیا ہے اس پر عمل کروں گی ۔ کسان ان مکر آمیز باتوں سے خوش ہو سر یار دل دار کے زانو پر رکھ کر سو گیا ۔ ایک گھڑی نہ گزری تھی کہ ایک بادشاہ جو شکار کو نکلا تھا اور اپنے لشکر سے جدا ہو کر اکیلا رہ گیا تھا ، بھٹکتا ہوا اس طرف آ نکلا ۔ عورت نے اس سوار کو دیکھ کر دل ہاتھ سے دیا اور رنڈی کی خوب صورتی بھی اس سوار کے دل کے پھنسانے کو دام ہوئی۔ تب بادشاہ نے دھوکا دے کر پوچھا ”تو کون ہے اور یہاں کیوں پڑی ہے؟“ رنڈی نے ایک آہ سرد بھر کر کہا ”اے بخت بیدار! اس کم بخت کا احوال کیا پوچھتا ہے ؛ میرا یار غم گسار یہی بڈھا ہے ؛ عمر تصدیع سے کاٹتی ہوں اور زندگی کی کچھ لذت نہیں پاتی ہوں ۔“ سوار نے کہا ”یہ کب روا ہے کہ تو باوجود اس قبول صورتی[1] کے اس بڈھے پھوس[2] کی صحبت اختیار کرے اور باوصف اس دولت حسن کے تہی دستی سے گزران کرے ؛ میرے ساتھ چل میں ، تجھے

۱- 'قبول صورتی' ترجمہ ہے 'روی دل افروز' کا - حوالے کے لیے ملاحظہ ہو 'عیار دانش' صفحہ ۲۱۶ -

۲- 'بڈھے پھوس' 'پیر فرتوت' کا ترجمہ ہے ۔ 'عیار دانش' صفحہ ۲۱۶ -

تخت بزرگی پر بٹھال کر اس ملک کی ملکہ بناؤں۔'' از بس کہ بے وفائی عورتوں کی سرشت ہے ، قول و قرار جو کیا تھا وونہیں بھول گئی اور اس کے ساتھ جانے پر راضی ہوئی ۔ جوان نے جب اس کو اپنی طرف مایل دیکھا ، کہا ''فرصت کو غنیمت جان ، اٹھ اور میرے پاس آ تو تجھے سوار کر لوں ، اور جب تلک یہ دھقانی جاگے دورنکل جاویں۔'' رنڈی نے بڈھے کسان کا سر زانو پر سے اٹھا زمین پر رکھا اور جلدی سے جوان کے پیچھے سوار ہو کر ہاتھوں سے اس کی کمر کو پکڑا ۔ اتنے میں زمین دار جاگا اور دیکھا کہ ایک جوان سوار کھڑا ہے اور رنڈی نے محبت کا ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا ہے ۔ اس کے سر سے پاؤں تلک[۱] آگ لگ گئی اور کہا ''اے بے وفا! یہ کیا صورت ہے جو نظر آتی ہے اور یہ کیا تماشا ہے جو عہد شکنی سے تو نے دکھلایا ؛ مگر بے وفائی کی سزا سے نہیں ڈرتی ہے کہ زمانہ تجھے دے گا۔'' رنڈی نے کہا ''عبث غل نہ مچا ، خوب صورت وفا نہیں کرتے ہیں'' اور جوان سے کہا ''جلدی کر کہ بڈھے کے ہاتھ سے چھوٹ جاویں۔'' بادشاہ نے اپنے تیز رو ہامون نورد گھوڑے کو دوڑایا اور پل مارتے اس دھقانی کی نظر سے غائب ہوگیا ۔ بے چارہ بڈھا دل بریاں چشم گریاں اس کے پیچھے دوڑتا تھا اور اپنے دل میں سوچتا تھا کہ رنڈیوں کے قول و قرار کو وفا اور ان کی وفا کو بقا نہیں ہے ؛ میں اس کی باتوں پر اعتماد کر گھر سے نکلا اور

۱۔ اس کے سر سے پاؤں تلک آگ لگ گئی ، مترجم نے دود از نہادش برآمد ، کا ترجمہ کیا ہے ۔ 'عیار دانش' صفحہ ۲۱۶ ۔ (مرتب)

سفر کی اذیت اختیار کی ؛ اب نہ پھر جانے کا منہ رہا ہے نہ پیچھا کرنے کی طاقت ؛ نہیں جانتا ہوں کہ آخر کیا حالت ہوگی ۔ غرض بادشاہ اور عورت تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک چشمے کے کنارے پہنچے ؛ بہت تھک کر ایک درخت کے سائے میں گھوڑے پر سے اترے اور اس کی چھاؤں میں آرام کیا۔ ایک دم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دیدار سے خوش اور کامیاب تھا ۔ اس میں عورت رفع حاجت کے لیے اس جنگل کو جو چشمے کے کنارے تھا ، چلی ؛ ہنوز وہاں نہ پہنچی تھی کہ ایک شیر مست نکلا اور اسے اٹھا لے گیا ۔ بادشاہ نے شیر کے گرجنے کی آواز سن کر گھوڑے پر سوار ہو جنگل کی راہ لی ؛ جان کے ڈر سے گھوڑا بھگاتا تھا اور پیچھے دیکھتا تھا کہ اس کی محبوبہ شیر کے چنگل میں گرفتار ہے اور بے وفائی کی سزا پاتی ہے ۔ اس میں وہ بڈھا کسان گرتے پڑتے چشمے کے کنارے پہنچا اور اپنی معشوقہ کے پاؤں کے نشان دیکھتا ہوا اس جنگل میں گیا ۔ شیر اس کے پیٹ کو پھاڑ کر جو کھانا تھا کھا کر چلا گیا تھا ۔ وہ اس حال کو دیکھ کر ڈرا اور جانا کہ بے وفائی کی شامت نے اس کا کام تمام کیا ۔ تب اپنے اور زمانے پر ملامت کرکے کہنے لگا :

رباعی

تھا کل تو وہ عیش وصل محبوب مجھے
ہیں آج غم ہجر سے ٹکڑے دل کے
افسوس یہ ہے کہ دفتر عمر میں دھر
اک روز آسے لکھے ہے اک روز اسے

فائدہ اس قصے کا یہ ہے کہ جو کوئی وفا کا سر رشتہ

ھاتھ سے دے، بلا کی بیڑی دل کے پاؤں میں ڈالے اور عذاب کا طوق جان کی گردن میں پہنے۔ چوہے نے کہا ''جو کچھ میں آگے جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہوں، سو یہ ہے کہ بد قولی و بدعہدی نیک صفت بزرگوں سے علاقہ نہیں رکھتی ہے؛ خصوص جب تیری دوستی کی بہ دولت دشمن کے چنگل سے چھوٹا اور بہ خوشی تجھ سے عہد و پیمان کیا، سوائے اس کے کہ ایفائے وعدہ کروں، کوئی چارہ نہیں؛ پر دل میں یہ بات گزرتی ہے کہ دوست دو قسم کے ہوتے ہیں؛ ایک وہ کہ نیک ذاتی سے آپس میں آشنائی کرکے بے غرضانہ دوستی کا رشتہ مضبوط کرے، دوسرا وہ کہ بہ ضرورت اپنے مطلب کے واسطے کسی سے دوستی کرے۔ اے بلی! گروہ اول ہر صورت سے جائے اعتماد ہے اور ہمیشہ اس کے ساتھ بہ فراغ خاطر زندگی کر سکتے ہیں، کیوں کہ اس کی دوستی کی بنا عقل مندی پر ہے کہ ہلنے کی نہیں؛ لیکن دوسرے گروہ سے خاطر جمع نہیں کر سکتے ہیں، اس لیے کہ قول و فعل اس کا دفع ضرر کے لیے یا فائدے بہم پہنچانے کے واسطے ہے۔ اور دانا کو اگر اس گروہ سے سروکار ہووے تو چاہیے کہ بعضے کاموں کو موقوف رکھے اور ایک بارگی اختیار کی باگ اس کے ہاتھ میں نہ دے، بلکہ اس کے کاموں کے انصرام دینے کو عذر و حیلہ سے ٹالے، یہاں تک کہ عقل کی رہبری سے اس کے کام کو سر انجام کرے اور اپنے تئیں بھی اس سے نکالے تا عقل کے حکم سے منحرف نہ ہوا ہو اور مروت و جواں مردی کا طریقہ نہ چھوڑا ہو۔ اور تو دوسرے گروہ سے ہے، میں بھی تجھ سے یہی سلوک کروں گا اور تدبیر سے تیرے بند کاٹ دوں گا؛

دوراندیشی بھی کروں گا تاکہ میں بھی تیرے ضرر سے محفوظ رہوں ۔" بلی نے کہا "دل پسند باتیں تو نے کہیں اور رتبہ تیری دانائی و ہشیاری کا مجھ پر ظاہر ہوا اور تیری عقل مندی سے فائدہ مند ہوئی ؛ اب بتا کہ تو نے کیا فکر کی ہے جو میرے بند کھلیں اور تجھے بھی آسیب نہ پہنچے اور احتیاط کا طریق نہ چھوٹے ؟" چوہا ہنس کر بولا "جہاں درد ہے اس کی دوا بھی مقرر ہے ؛ میرے دل میں یہ ہے کہ تیرے بندوں کو کاٹوں مگر اس بند کو جو سبھوں سے مضبوط ہووے اپنی حفاظت کے واسطے رہنے دوں ، تاکہ جس وقت تجھے میرے قصد کرنے سے بھی زیادہ ایسا کوئی کام ضرور درپیش ہو کہ میرا خیال نہ کر سکے ، اس رہ گئے ہوئے بند کو کاٹوں تو تجھے بند سے اور مجھے گزند سے رہائی ہو ۔" بلی سمجھی کہ چوہا اپنے کام میں ہشیار ہے ، فریب پر نہ بھولے گا ؛ ناچار چوہے کی بات پر راضی اور خوش ہوئی ۔ چوہا احسان کے بدلے بندوں کو آہستہ آہستہ کاٹنے لگا ، یہاں تلک کہ رات تمام ہوئی ، اور ایک مضبوط بند کو باقی رکھا ۔ جب دن ہوا ، صیاد دور سے نظر آیا ، بلی اس کو دیکھ کر گھبرائی ، چوہے نے فرصت پا کر اس مضبوط بند کو کاٹا ۔ بلی جان کے ڈر سے چوہے کی مروت[1] بھول گئی ، گھسٹتی ہوئی درخت پر چڑھ گئی۔ چوہا ویسی آفت کے گرداب سے نکل کر اپنے بل میں گھسا۔ شکاری دام کی ڈوری ٹوٹی دیکھ کر حیران ہوا اور اپنے کٹے ہوئے جال کو اٹھا کر نا امید پھر گیا ۔ ایک دم کے

۱- 'مروت' قیاساً لکھا گیا ؛ نسخہ کرم خوردہ ہے، اصل لفظ پڑھا نہ جا سکا ۔

بعد چوہے نے جو بل سے سر نکالا ، بلی کو دیکھا ؛ ہراساں ہو کر چاہتا تھا کہ پھر گھسے ، بلی پکاری کہ کیوں تو ڈرتا ہے اور میری صحبت سے کس لیے پرہیز کرتا ہے ؟ نہیں جانتا ہے کہ ایسا ایک جانی دوست تیرے ہاتھ لگا ہے جو مدت تک خویش و قوم اور آشنا کے کام آوے گا ؟ آگے آ کہ نیکیاں کروں ؛ اگرچہ میں نہیں جانتی ہوں کہ تیری مروتوں اور مہربانی و جاں بخشی کا شکر کس تقریب سے ادا کروں ، پر جس قدر ہو سکے تیرے احسان کا حق بجا لاؤں ۔ چوہا از بس کہ دانا اور ہشیار تھا ، بلی کی مصاحبت سے کنارہ کر کہنے لگا "بہتر یہ ہے کہ اس زمانے میں آشنائی کا دروازہ بند کروں اور تنہائی کے گوشے میں بیٹھوں ۔" بلی نے کہا "اپنی محبت کو مجھ سے دریغ مت رکھ ؛ جو کوئی ایک دوست بہم پہنچاوے اور سہج میں اس سے دست بردار ہو ، دوستی کے فائدے سے محروم رہے اور دوست اس سے نا امید ہو جاویں ۔ مجھ پر تیرے بہت حق ہیں اور تیری یاری کے سبب نئے سرے میرے تن میں جان آئی ہے ، ہرگز مجھ سے سوائے نیکی کے کچھ نہ ہوگا اور جب تلک جیوں گی سوائے خدمت گاری اور ادائے حقوق کے کچھ نہ کروں گی ۔" ہر چند بلی نے اس مادے میں بہت سی باتیں کہیں اور قسمیں کھائیں ، چوہے نے اسے ان سنا سمجھ کر جواب دیا کہ جب کوئی دشمن جانی اور عدو قدیمی ہووے ، نئی دوستی جو اس سے غرض کے ساتھ ہوئی ہو ، کس کام کی ہے اور دانا کیوں کر اس پر اعتماد کریں ؛ خصوص جب جنسیت نہ ہو ۔ پس بہتر یہی ہے کہ تو میری صحبت سے دل اٹھاوے ، اس واسطے کہ میں بہ دل و جان تیری آشنائی سے آپ کو

بھگاتا ہوں اور جو کوئی غیر جنس سے ملے ، اس کی وہ حالت ہووے جو اس مینڈک کی ہوئی ۔" بلی نے پوچھا "وہ کیوں کر ہے ؟"

حکایت

چوہے نے کہا "نقل ہے کہ ایک چشمے کے کنارے کسی درخت کے تلے چوہے نے بل بنایا تھا اور ایک مینڈک بھی وہاں پانی میں رہتا تھا ؛ کبھی کبھی کنارے آتا اور آواز دل فریب سے راگ گاتا ۔ چوہا وہ آواز جاں گداز سن کر حیران ہوتا تھا اور بل سے نکل خوش ہو کر تالیاں بجاتا اور سر ہلاتا ۔ مینڈک کو وہ حالت خوش آئی ، چاہا کہ اس سے دوستی کرے ۔ عقل اس کو منع کرتی تھی کہ اپنے غیر جنس سے آشنائی کرنی دانش کا آئین نہیں ہے ، اور طبع شوم اس بات پر لاتی تھی کہ دوستی کا رشتہ مضبوط کرے ۔ آخر اس لیے کہ مدبروں کی طبیعت ان کی عقل و مزاج پر غالب ہوتی ہے ، مینڈک نے عقل سے عدول حکمی کر چوہے سے دوستی کی اور دونوں خوش ہو کر دوستوں کی طرح گزران کرتے تھے ؛ اچھے قصے اور دل پسند باتیں آپس میں کہتے تھے ۔ چوہے نے ایک دن مینڈک سے کہا "اے یار دل نواز ! جس وقت میرا دل خوش ہوتا ہے ، چاہتا ہوں کہ تجھ سے اپنے دل کے بھید کہوں اور غم جو میرے دل میں ہے ، بیان کروں ، پر تو اس وقت پانی کے اندر رہتا ہے ؛ اگر پکاروں تو پانی کے شور سے نہیں سنتا ہے ، اور جو غل مچاؤں ، اور مینڈکوں کے شور سے تیرے کان میں آواز نہیں پہنچتی ہے ، اس کی تدبیر کیا ہے ؟ چاہتا ہوں کہ جب میں پانی کے کنارے آؤں اور بغیر اس کے کہ

پکاروں ، تو میرے آنے کی خبر پاوے ۔'' مینڈک نے کہا ''سچ کہتا ہے ؛ میں بھی اکثر اس فکر میں رہتا ہوں کہ اگر میرا یار کنارے پر آوے تو میں اس چشمے کے اندر سے کیوں کر مطلع ہوں گا ، اور جو میرے انتظار کرے گا ، اس کا کیا عذر کروں گا ۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ میں تیرے بل کے پاس آتا ہوں ، تو اور طرف سے نکل جاتا ہے ۔ میں چاہتا تھا کہ یہ درد دل تجھ سے بیان کروں ، بہ سبب صفائی ذہن کے جو کچھ میرے دل میں تھا ، سو تو نے خود کہا اور کرامات کی ؛ اب اس کام کی تدبیر تیرے دل دانا کے حوالے ہے کہ بڑے کام کامل عقل مندوں کی تدبیر کے سوا حاصل نہیں ہوتے ہیں ۔'' چوہے نے کہا کہ سر رشتہ اس کام کی تدبیر کا میرے ہاتھ میں ہے اور میں نے ٹھہرایا ہے کہ ایک لمبی[۱] ڈوری کہیں سے لا کر ایک سرا اس کا تیرے پاؤں میں اور دوسرا اپنے پاؤں میں مضبوط باندھوں تاکہ جب پانی کے کنارے آؤں اور ڈوری کو ہلاؤں ، میرے آنے سے تو واقف ہووے ، اور اگر تو میرے بل کے پاس جاوے تو اسی طرح مجھے بھی تیرے آنے کی خبر ہو ۔ آخر یہ بات ٹھہرا کر ایک دوسرے کے احوال سے خبردار رہنے لگا ۔ ایک روز چوہا پانی کے کنارے آیا کہ مینڈک کو بلا کر ایک دم جی بہلاوے ، اچانک ایک کوا آیا او چوہے کو اٹھا کر لے گیا ۔ از بس کہ ڈوری مضبوط بندھی تھی ، مینڈک بھی اپنے گھر سے آوارہ ہوا ۔ کوا چوہے کو چونچ میں لیے اڑا جاتا تھا اور اس کے نیچے مینڈک الٹا

۱۔ اصل نسخے میں اس کا املا ''لنبی'' ہے جو اب متروک ہے

لٹکا ہوا تھا ۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھ کر شور مچایا کہ عجب حال ہے کہ کوے نے خلاف عادت مینڈک کو شکار کیا ہے ؛ ہرگز کبھی یہ شکار اس کا نہ تھا ۔ اس نے پکار کر کہا کہ اب بھی مینڈک کوے کا شکار نہیں ہے ، چوہے کی صحبت کی شامت سے اس آفت میں پڑا ہے ۔ جو کوئی غیرجنس سے آشنائی کرے گا ، ایسی ہی سزا پاوے گا ۔ چوہے نے یہ کہانی بلی کو سنا کر کہا ''میں نے عہد کیا ہے کہ اپنے ہم جنسوں سے بھی آشنائی نہ کروں اور تنہائی کے گوشے میں اوقات کاٹوں ؛ پس غیر جنس کی دوستی میں کہ اتنی بلائیں اس کا لازمہ ہے ، کیوں کر زندگی بسر کروں گا ، اور جب کہ میری اور تیری قوم میں قدیم سے دشمنی ہے ، مجھے ہرگز تجھ پر اعتماد نہ ہوگا ۔'' بلی نے کہا ''جو تیرے ذل میں یہ بات تھی ، تو نے پہلے کیوں دوستی کا تخم بویا اور خوشامد و ملایمت سے مجھے اپنا گرفتار کیا ۔ جب میں تیری دوستی کی پابند ہوئی ، تو اب محبت کی ڈوری کیوں کاٹتا ہے اور مجھے جدائی کے غم میں کیوں ڈالتا ہے ؛ یہ بے وفائی اور ترک آشنائی کیا ہے؟'' چوہے نے جواب دیا کہ اس وقت مجھ پر ایک آفت پڑی تھی کہ بغیر تیری دوستی کے اس سے رہائی متصور نہ تھی ۔ دانا اگر بلا میں پھنسے ، اس کو چاہیے کہ دشمنوں سے آشتی کرکے دوستی کا طریقہ اختیار کرے ؛ بعد اس کے اگر اس کی صحبت سے کچھ ضرر پہنچنے کا گمان ہو تو آشنائی چھوڑ دے ۔ یہ دشمنی اور تکبر کی راہ سے نہیں ہے بلکہ ویسا ہی ہے جیسے وحشی جانوروں کے بچے دودھ پینے کے واسطے ماؤں کے پیچھے دوڑتے ہیں ؛ جب سیر ہوتے ہیں ، ان کا ساتھ چھوڑ کر

اپنے طور پر سیر کرتے ہیں اور تماشا دیکھتے ہیں۔ کوئی عقل مند اس کو کبر اور دشمنی نہیں سمجھتا ہے۔ بلی نے کہا ''تو یہ باتیں ٹھٹھے سے کہتا ہے یا تہ دل سے؟'' چوہے نے جواب دیا کہ جاں بازی کے وقت ظرافت کی کون سی جگہ ہے، یہ باتیں سچ کہتا ہوں۔ اگر مجھ سا کوئی ناتواں تجھ جیسے قوی دشمن کی صحبت سے پرہیز نہ کرے، البتہ اسے ایسا زخم لگے گا کہ کسی مرہم سے اچھا نہ ہوگا۔ اگر فی الواقع تیری سرشت میں میری دوستی ہے، بہتر ہے کہ دوستی دل میں رہے؛ ظاہری آشنائی اور روبرو کی دوستی چنداں معتبر نہیں۔ غرض چوہا غم گین بلی کو رخصت کرکے بل میں جا گھسا۔

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ جب تیز ہوش چوہا بلی، کوے اور نیولے کے درمیان میں کہ یہ تینوں اس کے جانی دشمن ہیں، گرفتار ہوا، عقل کی مدد سے سمجھا کہ میرا دم اس قیدی بلی میں کہ وہ بھی میری طرف احتیاج رکھتی ہے، اثر کرے گا؛ بہتر یہ ہے کہ اس کی دوستی کے وسیلے سے دونوں دشمنوں کے ہاتھ سے چھوٹیں؛ پھر کوئی فکر کروں گا کہ بلی بھی دام سے چھوٹے اور میں بھی اس کے چنگل سے بچوں۔ تب اس کے نزدیک گیا اور جس طرح دانا دوستی کرتے ہیں اسی طرح اپنے اور اس کے درمیان میں دوستی کی بنیاد ڈالی۔ کوے اور نیولے نے جب ان دونوں میں یگانگی اور دوستی دیکھی، اس کا خیال دل سے اٹھا کر ہر ایک نے اپنی اپنی راہ لی۔ چوہا شکر الٰہی بجا لا کر بلی کے بند کاٹنے لگا؛ پر متفکر تھا کہ میرے اور اس کے قدیم سے دشمنی چلی آتی ہے اور حال کی غرض آمیز

دوستی کا کچھ اعتبار نہیں ؛ مبادا یہ دام سے چھوٹ کر میرا قصد کرے تو میں کیا کروں گا ۔ بلی نے اسے فکر مند دیکھ کر جانا کہ میرے بند کے کاٹنے میں چنداں کوشش نہیں کرتا ہے ؛ شاید مجھ سے ڈرتا ہے ، مبادا بند کاٹنے کے آگے بے وفائی کرے ۔ تب اس نے بے وفائی اور بے مروتی کا زیان بیان کر کے کہا ''تو نے سنا ہوگا کہ ایک کسان کی رنڈی نے وفا کا قول و قرار کیا ؛ آخر بے وفائی سے بادشاہ کے ساتھ چلی اور اپنے مطلب سے باز رہ کر شیر کے پنجے میں گرفتار ہوئی اور سیکڑوں خرابی سے جان دی ۔'' چوہے نے کہا ''عقل مند ہرگز بےوفائی کا خیال اپنے چہرۂ خال نہیں رکھتا ہے ، خصوص کہ ابھی تیری دوستی سے مجھے فایدہ پہنچا ہو ۔ اور جو میں بندوں کے کاٹنے میں دیر کرتا ہوں ، سو میری غرض یہ ہے کہ جس وقت شکاری آن پہنچے اور تو قدیم دشمنی کو دل میں لا کر میرا قصد نہ کر سکے ، اس وقت ایفاے وعدہ کروں اور تجھے بند غم سے چھڑاؤں اور اپنے تئیں بھی تجھ سے بچاؤں ۔'' آخر جس طرح سوچا تھا بجا لایا اور ہر ایک نے اپنی جگہ میں جا کر آرام کیا ۔ ایک دم کے بعد چوہا بل میں سے سر نکال خدا کی قدرت کا تماشا دیکھتا تھا ؛ بلی دور سے دیکھ کر پکاری کہ آگے آ اور اپنی ملاقات سے محظوظ کر ۔ جواب دیا کہ اگر میں تجھ سے نڈر ہوتا تو تیرے بندوں کو اس طرح سے نہ کاٹتا ۔ عقل جو تن کی مالک ہے ، مجھے تیری صحبت سے منع کرتی ہے کہ قدیمی دشمن اور ناجنس سے آشنائی کرنی مناسب نہیں ، دوستی تو کیا ۔ جو ان باتوں سے خاطر جمعی تیری نہ ہو تو مینڈک اور چوہے کی دوستی کا قصہ یاد کر کہ بے وقوف

مینڈک نے چوہے سے کہ اس کا غیر جنس تھا ، دوستی کی اور عہد محبت آپس میں استوار کیا ؛ آخر چوہے کی شامت سے آفت میں پڑا ۔ اور اب اس زمانے میں کہ جھوٹ اور ناحق بہت ہے ، میں چاہتا ہوں کہ اپنے ہم جنسوں کی صحبت بھی چھوڑ کر گوشے میں بیٹھوں ؛ پس کیوں کر یہ خیال ہووے کہ غیر جنس کے ساتھ اوقات بسر کروں ۔ غرض ہرچند بلی نے دوستی کا ارادہ کیا ، مفید نہ ہوا ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ہے کہ عقل مند دور اندیش اپنے کام میں دشمن کی آشتی پر غافل نہ رہے اور دوستوں کی دوستی پر بھی بہت اعتماد نہ رکھے ؛ ہمیشہ عقل سے مشورت لیا کرے ؛ وہ جو کچھ فرماوے بجا لاوے ؛ کیوں کہ عقل کی رہبری کے سبب غریب کمزور چوہا کتنے قوی دشمنوں سے طالع کی مدد پا کر چھوٹ گیا ۔

دسواں باب

اهل کینه سے پرهیز کرنے اور ان کی چاپلوسی پر اعتماد نه کرنے میں

رائے دابشلیم نے بیدپائے برهمن سے پوچھا که اے دانش مند، دوربین! تو نے هر طرح کی باتیں جو اقبال کا وسیله هوسکیں، بیان کرکے مجھے ممنون احسان کیا؛ اب میں چاهتا هوں که تو ظاهر کرے که اس فرقے کے ساتھ جو بدباطنی اور کینه وری میں گرفتار هے، کیوں کر زیست کیجیے اور ان کی آشنائی و آمد و رفت کا دروازه بند کر دیجیے یا نهیں؟ اور اگر ان میں سے کوئی فریب اور چرب زبانی اور خوش گوئی سے خیر خواهی اور محبت کا آئین جتاوے، باور کیجیے یا نهیں؟ برهمن نے کہا "اے دانائے دور اندیش! وے عقل مند جنهوں کا دل نور الٰهی سے روشن هوا هے، آزرده دوستوں اور رنجیده مصاحبوں سے بهت سا ملاحظه کرتے هیں اور ان کی صحبت سے پرهیز؛ خصوصاً وے قیافه شناس جو دانش کی قوت اور ذهن کی صفائی سے دلوں کے مخفی بهیدوں کو دریافت کر لیتے هیں اور کینه وروں اور آزرده دلوں کی بدباطنی کی علامت معلوم کرتے هیں، هرگز ان کی کشاده روئی اور خوش دلی پر فریب نهیں کهاتے هیں، اور ان کے قول و فعل پر اعتماد نهیں کرتے۔ اگرچه اس بات میں احتیاج دلیل لانے کی نهیں اور عقل اس کے قبول کرنے میں عذر نهیں کرتی هے، پر کوته نظروں کے سمجھانے کے واسطے بادشاه اور چکاوک کا قصه

اچھی دست آویز ہے۔'' راے نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

برہمن نے کہا ''نقل ہے کہ ابن مدین نامی ایک بادشاہ تھا؛ اسے ایک سرخاب سے بہت سی اُلفت تھی۔ ایک تو وہ خوب صورت اور خوش خو تھا، تس پر گویا اور دانا دل؛ ہمیشہ بادشاہ اس کے ساتھ باتیں کرتا، درست جواب اور میٹھی باتیں سنتا۔ یک بہ یک اس نے بادشاہ کے دیوان عام میں انڈے دیے اور بچہ نکالا۔ بادشاہ از بس کہ اس سے کمال محبت رکھتا تھا، اسے محل سرا میں لے گیا اور خادمان محل کو حکم دیا کہ اس کی اور اس کے بچے کی خوب خبر گیری کر کے حفاظت و پرورش میں کمی نہ کریں۔ اسی دن بادشاہ کے محل میں بھی ایک فرزند خجستہ رو مبارک قدم پیدا ہوا۔ جب شہزادہ کھیلنے لگا اور چکاوک کا بچہ بھی سیانا ہوا، بادشاہ زادے کو اس سے اُلفت ہوئی؛ ہمیشہ اس کے ساتھ کھیلتا اور چکاوک ہر روز پہاڑوں اور جنگلوں میں جاتا اور اُن میووں[۱] میں سے کہ آدمی جنھیں نہیں پہچانتے تھے، اور اگر جانتے بھی تھے تو وہاں نہ جا سکتے تھے، ہر روز دو لاتا؛ ایک بادشاہ زادے کے حضور گزرانتا، دوسرا اپنے بچے کو کھلاتا۔ تھوڑے سے عرصے میں دونوں خوش گوار لذیذ میوے کھا کر بڑے ہوئے اور اس اچھی خدمت کے سبب چکاوک کا رتبہ زیادہ ہوا۔

ایک دن سرخاب کہیں گیا تھا، اس کا بچہ شاہ زادے کے پہلو میں جا بیٹھا اور اپنے چنگل سے اس کے ہاتھ کو زخمی کیا۔ شاہ زادہ غصے ہوا اور خفگی سے اس کی ٹنگڑیاں

---

(۱) اصل متن میں یہ لفظ 'میوؤں' ہے (مرتب)

پکڑ، سر ہر سے پھرا، زمین پر اس طرح پٹک دیا کہ خاک میں مل گیا ۔ جب سرخاب پھر آیا اور اپنے بچے کو موا دیکھا، درد فرزندی سے قریب تھا کہ مر جاوے؛ اپنے دل میں سوچا کہ یہ بلا کی گرد تیری ہی اٹھائی ہوئی ہے، کیوں کہ تیرا گھونسلا ایک کانٹے کے درخت میں یا کسی دیوار کے اوپر چاہیے تھا، نہ بادشاہ کی محل سرا میں ۔ اگر نامرادی کے گوشے اور توشے پر قناعت کرتا تو آج اس بلا میں نہ پھنستا ۔ غرض اہل دنیا کی بے وفائی میں درد آمیز باتیں کہتا تھا اور اپنے کو کہ زیادہ طلبی کر کر آپ کو اس بدحالی میں ڈالا، ملامت کرتا تھا ۔ از بس کہ آزردہ اور انتقام کے درپے ہوا تھا، بادشاہ زادے کے منہ کی طرف لپکا اور اس کی چشم جہاں بیں کو نکال اڑ کر کوٹھے کی منڈیر پر جا بیٹھا ۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی؛ لڑکے کی آنکھوں کے واسطے رونے لگا اور چاہا کہ کسی حیلے سے جانور کو دام فریب میں لا کر سزا کو پہنچاوے؛ کوٹھے کے نیچے آکر کہا "اے مونس روزگار! اتر آ؛ اگر بچے کے غم سے آنکھیں میرے نور چشم کی نکالیں، مضایقہ نہیں؛ اب میرے عیش کو برہم نہ کر اور اپنی آتش فراق سے مجھے مت جلا ۔" چکاوک نے کہا "جہاں پناہ! داناؤں نے مجھے آدم زاد کی صحبت سے کنارہ کرنے کو فرمایا ہے، کیوں کہ آدمی اپنے بڑے کاموں کو تھوڑا سمجھتے ہیں، اور کی تھوڑی سی خطا کو بہت جانتے ہیں ۔ مجھے حرص کی شامت اور آپ کی مہربانی نے اپنے بزرگوں کی صحبت سے جدا کیا اور وطن سے نکال کر آپ کی خدمت میں پہنچایا ۔ میں نے اپنے دل میں عہد کیا تھا کہ باقی عمر حضور کی

خدمت میں کاٹوں گا ، پر میرے مدت کے حق خدمت کو بھلا کے تھوڑے سے گناہ پر میرے بچے کو مار ڈالا ۔ بزرگوں کی نصیحت مجھے یاد آئی ؛ اب خیال نہیں ہے کہ حضرت سے ملاقات کروں ۔ اور اگر جانتا کہ جان شیریں کا عوض ہے، ایک بار پھر بھی آتا ، پر آزمائے کو پھر آزمانا عقل کے دائرے سے قدم باہر رکھنا ہے ۔ آپ نے نہیں سنا ہے کہ دور اندیش بزرگ ایک چیز کو دوبارہ نہیں آزماتے ہیں اور سانپ کی بانبی میں ہاتھ نہیں ڈالتے ۔ اور جہاں پناہ کے ضمیر منیر پر روشن ہے کہ تقصیر واروں کو نذر زندگی کرنی بے وقوفی ہے ۔ اگر سیاست اور سزا اس کی فوراً نہ ہووے ، آخر عذاب شدید میں گرفتار ہوگا ۔ اور اگر نصیب اور طالع یاور ہوں اور قبل اس کے کہ سزا کو پہنچے اور آفت دیکھے ، مر جاوے ، خویشوں ، لڑکوں اور دوستوں کو اذیتیں پہنچیں گی ، اس لیے کہ سرشت آدمی کی بلکہ سب جان داروں کی مکافات پر ہے ؛ اب جو میں نے اپنے بچے کا بدلا لیا ہے اور شاہ زادے کو اذیت دی ہے ، کیوں کر آپ کی ملازمت کو دل قبول کرے ۔ مگر آپ نے قصہ دانا دل اور ٹھگوں کا نہیں سنا ہے ۔ بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

سرخاب نے کہا ''نقل ہے کہ رقبہ[۱] نام ایک شہر ، اس

۱۔ 'رقبہ' غلط ہے ، 'عیار دانش' میں 'رقہ' ہے، نیز 'انوار سہیلی' میں بھی 'رقہ' ہی ہے ۔ ملاحظہ ہو 'عیار دانش' صفحہ ۲۲۴ ، مطبوعہ ۱۸۹۴ء نول کشور ۔ نیز 'انوار سہیلی' صفحہ ۳۱۰ ، مطبوعہ ۱۸۸۰ء نول کشور ۔ 'رقہ' دریائے فرات کے کنارے پر ایک شہر ہے ۔ (مرتب)

میں کوئی فقیر تھا ؛ اخلاق نیک اور اوصاف پسندیدہ سے آراستہ ؛ نام اس کا دانا دل تھا۔ وہاں کے بزرگ اسے دوست رکھتے تھے ۔ درویش نے اپنی گرم بازاری کا ہنگامہ برہم کر کے رضائے الٰہی حاصل کرنے کو سفر اختیار کیا اور تنہائی و بے کسی میں گزران کرنے لگا ۔ ٹھگوں کا ایک گروہ ، اس کے پاس زر و جواہر سمجھ کر ، اس کے پیچھے لگا اور اس کے مار ڈالنے کا قصد کیا ۔ دانا دل نے ہرچند تہی دستی کا اظہار کیا ، نہ مانا ، اور بہتیرا چاہا کہ نصیحت کی باتوں سے چھوٹ جاوے ، فائدہ نہ کیا ۔ درویش اس دشت تنہائی میں اپنے کام میں عاجز تھا اور دھنے بائیں دیکھتا تھا کہ کوئی مددگار نظر آوے ؛ یکایک کونجوں کے ایک پرے کا وہاں گزر ہوا ؛ دانا دل نے پکار کر کہا کہ اے کلنگو! اس جنگل میں ان ظالموں کے ہاتھوں سے مارا جاتا ہوں ؛ خدا کے واسطے میرا بدلہ اس گروہ سے لیجیو ۔ ٹھگ اس بات کو سن کر ہنسے اور کہا ”تیرا کیا نام ہے ؟“ اس نے کہا دانا دل ۔ تب انھوں نے کہا کہ سوائے نام کے تجھ میں کچھ دانائی نہیں اور جو لوگ بے وقوف ہیں ان کا مار ڈالنا اتنا برا نہیں ہے ۔ غرض اس درویش کو مارا اور جو کچھ اس کے پاس تھا لے لیا۔ جب اس کے مارے جانے کی خبر شہریوں کو پہنچی ، سب مغموم ہو کر افسوس کرنے لگے اور اس کے قاتلوں کے دریافت کرنے کی کوشش میں پڑے ۔ آخر کو مدت کے بعد عید کے روز بہت سے آدمی عیدگاہ میں جمع ہوئے ، اور دانا دل کے کشندے بھی وہاں آئے تھے ۔ اس میں ایک قطار کونجوں کی ہوا پر سے آتری ؛ ان ٹھگوں کے سر پر اڑنے لگی اور شور

کرنے۔ اُن میں سے ایک نے اپنے یاروں سے کہا ''یقین جانو کہ یہ جانور دانا دل کے خون کا دعویٰ کرتے ہیں۔'' شہریوں میں سے ایک جو اُن کے پاس بیٹھا تھا، یہ بات اس کے کان میں پڑی اور اس نے دوسرے سے کہی، یہاں تلک کہ حاکم کو خبر پہنچی۔ حاکم نے اُن کو قید کیا اور تھوڑی[1] سی سیاست میں انھوں نے تمام ماجرا کہہ دیا اور بطور مکافات و قصاص کے وے سزا کو پہنچے۔

یہ قصہ میں نے اس لیے کہا تا بادشاہ کو معلوم ہو کہ مجھ سے ایسا ہی برا کام ہوا ہے، پر کیا کروں کہ مکافات کے رو سے تھا۔ جب ایسا کام میں نے کیا، مقتضایٔ عقل کا یہ ہے کہ تیری بات پر اعتماد نہ کروں اور تیری صحبت چھوڑ کر گوشے میں بیٹھوں۔'' بادشاہ نے فرمایا کہ انتقام لینا کوتہ بینوں کا کام ہے؛ داناؤں نے بدی کا بدلہ نیکی مقرر کیا ہے۔ ہر گز میری مروت اس بات کو نہیں چاہتی ہے کہ تیرے ہنروں کو ڈھانپ کر تجھے رنج پہنچاؤں، خصوصاً اس وقت کہ تجھ سے کوئی برا کام نہیں ہوا ہے بلکہ میرے بیٹے نے تیرے بچے کو بے گناہ مار ڈالا اور تو نے مروت سے جان کے عوض صرف آنکھ پر اکتفا کی ہے۔ اے چکاوک! بے فایدہ اپنے دل میں متفکر نہ ہو اور جدائی کی کوشش نہ کر۔ اگر تجھ سے بدی بھی ہوتی تو میں نیکی ہی کرتا۔ میرے نزدیک انتقام لینا بد بات ہے۔ چکاوک بولا کہ میں نے فرض کیا کہ آپ کے دل میں کچھ نہیں ہے، پر اپنے دل کے اندیشے کا کیا

۱- تھوڑی سی سیاست میں، 'بہ اندک شدتے' کا ترجمہ ہے، ملاحظہ ہو 'عیار دانش' صفحہ ۲۲۵ مطبوعہ ۱۸۹۳ء 'نول کشور' کانپور۔ (مرتب)

علاج کروں ؛ پھر آنا میرا ہرگز ممکن نہیں ہے ۔ داناؤں نے کہا ہے کہ آزردہ دل پر ہرچند لطف اور خاطرداری کریں ، اس کی بدگمانی زیادہ ہووے ۔ بادشاہ نے کہا ''اے چکاوک! ان باتوں کو جو دوستی سے بعید ہیں ، چھوڑ ؛ تو بجائے فرزند ہے بلکہ اس سے بھی عزیز تر ؛ وہ محبت جو مجھے تیرے ساتھ ہے ، سو اپنے لڑکوں اور خویشوں سے نہیں ۔'' چکاوک نے کہا ''میں ان باتوں پر ہرگز نہ بھولوں گا اور اپنے پاؤں سے دام میں نہ آؤں گا ؛ ہرگز میں آپ کے فرزند کی جگہ نہیں ہو سکتا ، اس لیے کہ آدمیوں نے حادثے کے وقت بیٹوں کے ساتھ کیا کیا سلوک کیے ہیں ، میں ایک مشت پر جانور کس گنتی میں ہوں ۔ شاید بادشاہ نے بڑھیا اور مہستی کا قصہ نہیں سنا ہے ۔'' بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

چکاوک نے کہا ''نقل ہے کہ کسی بڑھیا کے مہستی نامی ایک بیٹی تھی ، نہایت خوب صورت اور حسین ؛ قضا را زمانے کی گردش سے بیمار ہوئی اور تپ کی سوزش سے بیتاب ۔ بڑھیا اس کے گرد پھرتی تھی اور دعا و نیاز سے کہتی تھی ''اے جان مادر! میری جان تجھ پر قربان ہوجیو ! میں اپنے تئیں تجھ پر صدقے کروں !'' ہمیشہ صبح کے وقت آہ و نالہ کرکے کہتی ''یا خدا! اس نوجوان کو بخش اور اس بڑھیا پھوس کی جان جو اپنی زندگی سے سیر ہے ، اس کے بدلے لے!'' غرض شفقت مادری سے بڑھیا شب و روز دعا و زاری کرتی تھی ؛ اتفاقاً اس کی ایک گائے ہار سے آئی اور باورچی خانے میں جا کر شوربے کی بو سے سر کو دیگچے کے اندر ڈال ،

جو کچھ تھا کھا گئی ؛ جب سر نکالنے لگی ، نکال نہ سکی ؛ بے تاب ہوئی اور اسی طرح دیگچا سر پر لیے باورچی خانے سے نکل کر اس کونے سے اس کونے پھرتی تھی ؛ ناگاہ بڑھیا کی نظر اس بھیانک صورت پر پڑی ؛ بہت ڈری اور سمجھی کہ لوگ جو کہتے تھے کہ فرشتہ آ کر جان قبض کرتا ہے ، سو یہی ہے ؛ بے شک مہستی کی جان قبض کرنے کو آیا ہے ؛ چلائی اور نالہ و زاری کر کے کہنے لگی ''ملک‌الموت ! میں مہستی نہیں ہوں ؛ میں تو ایک محنتی بڑھیا ہوں ؛ اگر تو اس کی روح قبض کرنے آیا ہے تو مہستی گھر کے اندر ہے ، وہاں جا اور اس کی روح قبض کر اور مجھے چھوڑ ۔'' غرض جب بلا نہ تھی اس وقت اس کو نازنین سمجھی اور جب بلا دیکھی ، اس کو اس کے حوالے کر دیا ۔ پس یہ جانیو کہ کوئی آپ سے غیر کو عزیز نہیں جانتا ہے ۔ بہتر یہ ہے کہ پھر آشنائی نہ کروں اور اپنے تئیں اس بلا کے گرداب سے نکالوں ۔'' بادشاہ نے کہا ''اے چکاوک ! تو دانا ہے ، گزری ہوئی باتوں کو کیوں خیال میں لاتا ہے ؟ میرے اگلے احوال کو سوچ کہ مجھے تجھ سے کیسی الفت تھی ، اور تجھ سے بھی کوئی کام ایسا نہیں ہوا ہے کہ حاکم عقل سیاست کا حکم کرے ۔ وفا کا آئین نہ چھوڑ اور مجھ پر غم و اندوہ روا نہ رکھ ۔ قبل لڑکا ہونے کے آرام کا موجب تو ہی تھا اور جب خدا نے لڑکا عنایت کیا تب بھی آرام دل تو ہی ہے اور مجھے تیرے ساتھ لڑکے سے زیادہ دل بستگی ہے ۔ اب جو خدا کی مرضی سے اس کی آنکھوں کی یہ حالت ہوئی تو مجھے اس طرح بے یار غم گسار چھوڑ کر کہاں جاتا ہے اور مجھ پر اتنے غم اور بلا کیوں روا رکھتا ہے ؟ میرا اور

تیرا قصہ بادشاہ اور قوال کا سا ہے ۔'' چکاوک نے پوچھا
''وہ کیوں کر ہے ؟

حکایت

ملک نے کہا ''کسی بادشاہ کے یہاں ایک خوش آواز گوّیا تھا ؛ ہمیشہ اسے عزیز رکھتا اور اس کی دل پسند باتوں سے خوش ہوتا تھا ۔ اور وہ قوال ایک قابل غلام کو گانے بجانے میں تربیت کرتا تھا اور مہربانی سے اچھی چیزیں سکھاتا ؛ تھوڑے سے عرصے میں وہ ایسا کامل ہوا کہ اپنے استاد سے بہ مرتبہ گزر گیا ۔ جب بادشاہ غلام کے احوال سے واقف ہوا، اس کو اپنا مقرب کر تربیت کرنے لگا ؛ تھوڑے دنوں میں یکتائے عصر ہوا ۔ از بس کہ کوتہ بینوں اور ۔ وقوفوں کا کام ناتواں بینی ہے ، استاد کو اس پر حسد ہوا ، یہاں تلک کہ فرصت پا کر اس تان سین وقت غلام کو مار ڈالا ۔ یہ خبر جو بادشاہ کو پہنچی ، اس کو بلوایا تا سزا کو پہنچاوے ۔ جب لوگوں نے اسے حضور میں حاضر کیا ، بادشاہ نے غضب سے عتاب کیا اور کہا ''تو نہیں جانتا ہے کہ میں نشاط دوست ہوں ؛ میری خوشی دو طرح سے تھی ؛ ایک تیرے گانے سے ، دوسرے اس کے بجانے سے ۔ کون سی چیز تجھے اس بات پر لائی کہ میرے غلام کو تو نے مارا اور آدھے عیش کو برہم کیا ۔ ابھی حکم کرتا ہوں تو تجھے بھی وھی شربت پلاویں جو اس غلام کو تو نے پلایا تاکہ اوروں کو عبرت ہو اور تو بھی اپنی سزا کو پہنچے ۔'' قوال نے جواب دیا کہ جہاں پناہ میں نے برا کیا کہ بادشاہ کی آدھی خوشی کو برہم کیا ، پر آپ اگر مجھے قتل کریں گے تمام عیش آپ کا برباد ہوگا ۔ بادشاہ کو یہ بات خوش آئی ،

اس کے قتل سے درگزرا اور نوازش کی ۔

یہ قصہ میں نے اس واسطے کہا تا جانے تو کہ میری کچھ خوشی بیٹے کی آنکھ کے سبب گئی اور تو جو جدائی کا باجا بجایا چاهتا ھے ، تمام خوشی جاتی رهے گی ؛ تب میرا حال کیا هوگا ، مآل کار کہاں تلک پہنچے گا ؟'' چکاوک نے کہا ''غصہ نہاں خانۂ دل میں اور بغض سینے کے اندر رهتا هے ؛ زبان ایک پیغام بر هے ؛ آپ دل کی بات خوب جانتے هیں ، نادان زبان کیا جانے گی اور کیا کر سکے گی ۔ اے بادشاہ ! میں عقل کے زور سے اتنا سمجھتا هوں کہ آپ کی زبان دل کے موافق نہیں هے ، اور حضرت کے غصے سے خوب واقف هوں اور آپ کی خو کو خوب جانتا هوں ۔ مجھ سے جب ایسی تقصیر هوئی هے ، ایک دم آپ سے نڈر رهنا عقل سے باهر هے ۔ میں اس طرح کا نہیں هوں جس طرح ایک طبیب نے اس مریض سے جو درد شکم میں گرفتار تھا ، کہا تھا کہ تجھے آنکھ کی دوا درد شکم کے علاج سے بہتر هے ۔''
بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر هے ؟''

حکایت

چکاوک نے کہا ''ایک شخص کسی طبیب کے پاس آیا ؛ پیٹ کے درد سے بے قرار هو کر زمین پر لوٹنے لگا اور بےتابی سے نالہ کرتا هوا دوا مانگنے۔ طبیب نے اس کے همراهیوں سے پوچھا کہ اس نے آج کیا کھایا هے ؟ کہا ''جلی روٹی کا ٹکڑا ۔'' اس نے فرمایا کہ دوا جو آنکھ کی بصارت کو زیادہ کرتی هے ، لاؤ تا اس بیمار کی آنکھوں میں لگاؤں ۔ وہ چلایا کہ اے طبیب ! یہ کون سا مقام خوش طبعی و هزل کا هے ؟ میں پیٹ کے درد سے چلاتا هوں اور تو آنکھوں کی دوا بتاتا

ہے؛ آنکھ کی دوا درد شکم سے کیا علاقہ رکھتی ہے؟
طبیب نے کہا ''میں چاہتا ہوں کہ تیری آنکھیں روشن ہوں
تاکہ سیاہ و سفید میں تفاوت کر سکے؛ پھر کبھی جلی ہوئی
روٹی نہ کھاوے۔ پس تیری آنکھوں کی دوا پیٹ کے علاج
سے واجب تر ہے۔''

غرض میری اس قصے کے کہنے سے یہ ہے کہ جہاں پناہ
یہ خیال نہ کریں کہ میں بھی اسی قسم کا ہوں کہ جلے
ان جلے کو نہ پہچانوں اور کچے پکے میں فرق نہ کروں۔''
بادشاہ نے کہا کہ جو حالت میرے تیرے درمیان میں ہوئی،
اس طرح کے ماجرے اکثر دوستوں میں گزرے ہیں؛ آخر
دانش سے دوستی کی بنیاد مضبوط کی ہے۔ جو کچھ تو سوچتا ہے
سو بجا ہے، پر جانیو کہ جس کا دل نور عقل سے روشن
ہوا اور زیور دانش سے آراستہ، وہ بردباری چھوڑ غصے کو
اختیار نہ کرے گا، اور جب تلک عفو ممکن ہو، انتقام
نہ لے گا، کیوں کہ بردباری و عفو میں وہ لذت ہے کہ اس
طرح کے سیکڑوں رنج کھینچیے تو بھی اس کو نہیں پہنچتا ہے۔
چکاوک نے کہا ''بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو کوئی
کام آسان خیال کرے، آخر کو دشواری میں گرفتار ہوتا ہے۔
اے بادشاہ! اس مشکل کام کو ہرگز میں سہل نہیں
جانتا ہوں۔ مجھے اس قدر دانائی ہے اور گرم و سرد زمانے
کا میں نے چکھا ہے اور بادشاہوں کے غصے کا اندازہ سمجھتا
ہوں اور اپنے گناہ کا رتبہ جانتا ہوں؛ دشوار ہے کہ میں
اس بات پر بھولوں؛ بہتر یہ ہے کہ جنگل کی راہ لوں،
کیوں کہ دشمن سے ہرگز بر نہ آؤں گا۔ شاید بادشاہ
طبرستان کے پیغام کا احوال آپ کے گوش مبارک تلک نہیں

پہنچا ہے ۔" بادشاہ نے پوچھا "وہ کیوں کر ہے ؟"

حکایت

چکاوک نے کہا "نقل ہے کہ بادشاہ طبرستان کے ملازموں میں سے ایک ملازم بدبختی کے مارے بغی ہو کر فتنہ و فساد کے درپے ہوا تھا ؛ بادشاہ نے مہربانی سے کچھ نصیحتیں لکھ بھیجیں ؛ از بس کہ نصیب اس کے برگشتہ ہوئے تھے اور دولت نے اس سے منہ پھیرا تھا ، ان نصیحتوں کو گوش ہوش سے نہ سنا ۔ تب بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ ہم اور تو شیشے اور پتھر کے مانند ہیں ؛ چاہو پتھر کو شیشے پر مارو ، خواہ شیشے کو پتھر پر ، بہر صورت شیشہ ہی ٹوٹے گا اور پتھر کو کچھ آسیب نہ پہنچے گا ۔ غرض اس قصے سے یہ ہے کہ بادشاہ کو معلوم ہو کہ میں بھی حکم شیشے کا رکھتا ہوں ؛ بادشاہ کے غصے کا کہ وہ رتبہ پتھر کا رکھتا ہے اور دشمن شکن ہے ، ہم سنگ نہ ہوسکوں گا ۔ بادشاہ نے کہا "تیری بدگمانی حد سے گزری ، یہ کیا طور ہے جو تو نے اختیار کیا اور قدیم دوستی کو یک بارگی بھول گیا ، اور یہ کیا عقل ہے کہ تو طریقۂ وفا میں کتے سے بھی کم ہے ؟" چکاوک نے کہا "اے بادشاہ ! کیوں یہ باتیں آپ کہتے ہیں ؟ حضرت آپ فریب کے درپے ہیں ، مجھ پر بے وفائی کا نام دھرتے ہیں ۔" بادشاہ نے کہا "عجب ہے کہ تو ایک ہی طرف دیکھتا ہے اور دوسری جانب کو نظر نہیں کرتا ہے ۔ اس جہان میں صرف تجھی نے گناہ نہیں کیا ہے ؛ دیکھ غریبوں نے نادانی سے کیا کیا قصور کیے ہیں اور کرتے ہیں اور بزرگوں نے بزرگی کے سبب ایک مزہ جو عفو میں پایا ہے ، کس کس طرح سے بخشا ہے ، بلکہ اس کو لحاظ نہ کر کے

نہیں درجۂ عالی کو پہنچایا ہے ۔ شاید تو نے اگلے بزرگوں کا قصہ نہیں سنا ہے ؟'' چکاوک نے کہا ''جہاں پناہ سچ کہتے ہیں ، پر اکثر بزرگوں نے اپنے غصے کو نہ چھوڑ کے تھوڑے سے گناہ میں جان سے مار ڈالا ہے ؛ مجھے کیوں کر معلوم ہو کہ آپ اس گروہ سے نہیں ؛ حال آں کہ میں حضرت کی خو سے خوب واقف ہوں اور علامت فریب کی آپ کے طور سے سمجھتا ہوں ؛ کس طرح حضرت کے کہنے سے اپنے کو گرفتار کروں ؟'' بادشاہ نے کہا ''تو غلط سمجھا ہے ؛ بے شک مارے ڈر کے تیری عقل جاتی رہی ہے ۔ جب میں جانتا ہوں کہ دنیا میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے ، کیا بھلا اور کیا برا ، سب خدا نے پیدا کیا ہے ، اور کسی کو اس میں دخل نہیں ، پس کیوں کر بہ سبب اس چیز کے جو تجھ سے وقوع میں آئی ، تجھے تقصیروار ٹھہراؤں ؟ جب دانائے مہربان کی حکمت یہی چاہتی تھی ، میرے اور میرے بیٹے کے حق میں وہی صلاح تھی ۔'' جواب دیا کہ اگرچہ تمام دانا اسی بات پر متفق ہیں ، پر ساتھ اس کے پیش بینی اور احتیاط میں بھی سعی کرتے ہیں ۔ ٹک سوچیے کہ جس وقت اپنے بیٹے کی بصارت چشم کو یاد کرتے ہو ، تمھاری کیا حالت ہوتی ہے ۔ میں نے فرض کیا کہ آپ آج عقل کی رہبری سے غضب پر غالب آئے لیکن اور دن کی کیا تدبیر میں سوچوں؟ بادشاہ نے کہا ''تو ٹھیک کہتا ہے ، لیکن یہ حالت ان لوگوں کی ہے جو کبھی اپنے احوال کے حساب و کتاب میں نہ رہیں ، پر جو شخص کہ ہمیشہ اپنے قول و فعل کو سوچتا ہو اور کوئی کام بغیر صلاح عقل کے نہ کرے اس سے بدگماں ہونا دوراندیشی نہیں ہے ۔ تو جانتا ہے کہ میرے نزدیک کتنا

ہی بڑا گناہ ہو ، عفو اس سے زیادہ ہے اور دانا کو اتنی سکت ہے کہ گنہ گاروں کے خیال سے اس طرح درگزرے کہ پھر کبھی اس کے دل میں نہ آوے۔ تو یہ بدگمانیاں میرے حق میں ناحق کرتا ہے۔'' چکاوک نے کہا ''جہاں پناہ جو کچھ فرماتے ہیں ، سچ اور ٹھیک ہے ، پر کیا کروں کہ میری عقل مجھ سے یہی کہتی ہے کہ آپ ان باتوں سے خیال اور ہی کچھ رکھتے ہیں۔ اور میں اپنے کو اس کے مانند جانتا ہوں جس کے تلوے میں کوئی زخم لگے اور وہ مزاج کے زور سے بے باک ہو کر اندھیری رات کو سنگستان میں چلے ؛ پھر یقیناً وہ زخم زیادہ ہووے اور پاؤں کام سے ایسا جاتا رہے کہ نرم زمین پر بھی نہ رکھ سکے۔ اور اب میرے رہنے نے بادشاہ کی خدمت میں یہی حالت پیدا کی ہے۔ حکیموں نے کہا ہے کہ تین شخص آئین حکمت سے دور ہیں اور طریق دانش سے باہر : ایک وہ جو اپنے زور پر اعتقاد رکھتا ہو اور بے ملاحظہ اپنے کو مشکل مقاموں میں ڈالے۔ دوسرا وہ جو اپنے کھانے پینے کا اندازہ نہ سمجھے اور اتنا کھاوے پیوے کہ معدہ اس کا ہضم نہ کرسکے۔ تیسرا وہ جو دشمن کے کہنے پر بھولے۔'' بادشاہ نے کہا ''ہر چند میں لطف اور مہربانی کرتا ہوں تو اسی طرح ٹیڑھی راہ چلتا ہے اور دوستانہ نصیحت پر کان نہیں رکھتا۔ پس نصیحت تجھ ایسے کے حق میں بے فائدہ ہے ، جس طرح نصیحت کرنی زاہد کی بھیڑیے کو بے حاصل تھی۔'' چکاوک نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

بادشاہ نے کہا ''نقل ہے کہ ایک زاہد گوشہ نشین

خیر اندیش جنگل میں چلا جاتا تھا ؛ ایک بھیڑیے کو اس نے دیکھا کہ طمع کا منہ کھولے ہوئے اور حرص کی آنکھوں سے ٹکٹکی لگائے، تمام تر ارادے سے اس گھات میں بیٹھا ہے کہ کسی بے گناہ کو ستاوے اور جان‌دار کو بے جان کرے ۔ زاهد نے مہربانی سے نصیحت کی زبان کھولی اور کہا خبردار، لوگوں کی بکریوں کے گرد نہ پھرنا اور قصد ان بےچاروں کا نہ کرنا کہ عاقبت اس کی خواری ہے اور مآل کار خوں خواروں کا رسوائی و افلاس ہے ۔ غرض اسی طرح کی باتیں کہتا تھا ۔ بھیڑیے نے جواب دیا کہ نصیحت کرنی موقوف کر اس لیے کہ اس ٹیلے کے پیچھے ایک گلہ بکریوں کا چرتا ہے، ایسا نہ ہووے کہ ان کے پکڑنے کا وقت جاتا رہے، پھر سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ ہو گا ۔ غرض اس قصے کے کہنے سے یہ ہے کہ تجھے میں ہر چند نصیحت کرتا ہوں، تو اسی طرح اپنے خیال میں ہے ۔'' چکاوک نے کہا ''میں نصیحت اپنی عقل دور اندیش، راست بیں کی سنتا ہوں ؛ پھر وے باتیں کہ جن میں جان کا ڈر ہے کیوں کر سنوں ! میں نے داناؤں کی طرح گریز کی راہ لی ہے اور ایسی جگہ جاتا ہوں جہاں کسی کا زور مجھ پر نہ چلے گا ۔'' بادشاہ نے کہا ''تو نے سفر کا رنج کبھی نہیں اٹھایا ہے اور مسافرت کی تکلیف نہیں کھینچی ہے ؛ یہ محنتیں اپنے اوپر گوارا نہ کر ۔'' جواب دیا کہ جو کوئی پانچ خصلتوں کو راہ کا توشہ اور اپنی زندگی کا سرمایہ کرے، جہاں جاوے مقصد اس کا برآوے اور تنہائی کی اذیت اور سفر کا رنج نہ اٹھاوے : پہلی بدکاری سے پرے رہنا، دوسری نیک کام اختیار کرنا، تیسری تہمت کی جگہ میں نہ ٹھہرنا، چوتھی تھوڑی پر قناعت

کرنی ، پانچویں چھوٹے بڑے کا لحاظ کرنا ۔ بادشاہ نے کہا ''اگر تو جایا چاھتا ھے ، پھر کب آوے گا ؟'' اس نے کہا ''میرے پھر آنے کی توقع مت رکھ کہ آزردہ دل نہیں پھرتا اور جان کا خطرہ اس کو پھر نہیں لاتا ھے ۔ قصہ اس عرب اور نان بائی کا ٹھیک میرے احوال کے مانند ھے ۔'' بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر ھے ؟''

حکایت

چکاوک نے کہا کہ ایک عرب بدوی شہر بغداد میں آیا اور گردے نان بائی کی دوکان میں دیکھ کر مضطرب ہوا ۔ بے چارہ صرف بو سے جیتا تھا ؛ جب کہ روٹی کا منہ دیکھا ، صبر کا گریبان چاک کر کے نان بائی کے پاس گیا اور کہا ''اے خواجہ ! میرے پیٹ بھر روٹیاں کھلانے کا کیا لو گے ؟'' اس نے اس جوان کو اوروں کے مانند خیال کیا کہ کتنا کھائے گا ، اگر بہت بھوکھا ھو تو دو تین روٹیوں سے زیادہ نہ کھا سکے گا ، بولا ''اے عرب ! آدھی دینار دے اور جتنی چاھے کھا'' عرب نے آدھی دینار دی اور دجلے کے کنارے بیٹھا ؛ نان بائی روٹیاں نکال نکال دیتا تھا اور وہ پانی میں بھگو بھگو کر کھاتا تھا ۔ روٹیاں آدھی دینار کی قیمت سے گزر کر چار دانگ تلک پہنچیں ، بلکہ اس سے گزر کر دینار کی نوبت آئی ؛ نان بائی بے اختیار ھو کر بولا ''اے عرب ! کتنی کھائے گا ؟'' اس نے جواب دیا کہ جب تلک یہ پانی بہے گا ، میں کھاتا جاؤں گا ۔

حاصل اس داستان کا یہ ھے کہ جب تلک زندگی باقی ھے ، خوف و احتیاط سے باز نہ آؤں گا ۔ میرا پھر آنا ممکن نہیں اور ملاقات نہ ھوگی ۔'' بادشاہ نے جانا کہ یہ جانور

ہوشیار ہے ، فریب کے دام میں نہ پھنسے گا اور حیلہ کر کے
اس سے انتقام نہ لے سکوں گا ؛ تب رونا شروع کیا اور
پھر قسمیں کھائیں اور عہد و پیمان کر کے خواهش اس کے
پھر آنے کی کی ۔ سرخاب نے کہا ''اے شاہ جواں بخت ! تو
جتنا لطف کرتا ہے ، میری فکر زیادہ ہوتی ہے ۔ اس خیال سے
باز آ کہ میں نہ آؤں گا اور محال ہے کہ پھر تجھ سے
آشنائی کروں ۔ بہتر یہ ہے کہ تیرے اس پنڈپرنے پر جدا ہوں
اور تنہائی کا گوشہ اختیار کروں ۔'' بادشاہ نے کہا ''جب
تو نے اپنے دل پر جدائی ٹھانی ، آرزو رکھتا ہوں کہ کچھ
نصیحتیں جو دولت کا وسیلہ ہو سکیں، تو اپنی یادگاری کے لیے
مجھ سے کہے ، کیوں کہ اچھی بات سے کوئی اچھی یادگاری
نہیں ۔'' چکاوک نے کہا ''اے بادشاہ ! دنیا کے کاروبار
تقدیر الٰہی پر ہیں ؛ کمی و بیشی اور تقدیم و تاخیر کی
سکت کسی کو نہیں ؛ جو کچھ مقدر ہے ، آگے پیچھے
نہ ہو گا اور نیک بختی و بد بختی اگرچہ پردے میں ہے ، پر
چاہیے کہ ہمیشہ کاروبار کی بنیاد تدبیر پر رکھ کر
دور اندیشی عمل میں لاوے ۔ اس صورت میں اگر مطلب بر
آوے ، اس سے کیا بہتر اور اگر مراد حاصل نہ ہو ، بارے
داناؤں کے نزدیک مطعون نہ ہو گا ۔ پھر یہ دریافت کیجیے
کہ ضائع تر مال وہ ہے کہ جس سے بہرہ مند نہ ہو سکیے ،
اور بادشاہوں میں دانا وہ ہے جو ملک کی حفاظت میں اور
مظلوموں کی داد رسی میں اور رعیت کے کاموں کے سرانجام
میں کوشش بہت سی کرے ۔ دوستوں میں بد وہ ہے جو
افلاس کے وقت دوست کے ساتھ رعایت نہ کرے ۔ رنڈیوں
میں نکمی وہ ہے جس کا اپنے خصم سے بناؤ نہ ہو ۔ لڑکوں

میں برا وہ ہے جو ماں باپ کی دل جوئی و خاطر داری نہ کرے ۔ ملکوں میں ویران وہ ہے جس میں امن و ارزانی نہ ہو ۔ صحبتوں میں بری وہ صحبت ہے کہ لوگ آپس میں یک دل نہ ہوں ۔ جب میرے اور بادشاہ کے درمیان میں کدورت آئی تو بہتر یہ ہے کہ جدائی کی راہ اختیار کروں ،، اس پر بات تمام کر کے محل کے کنگرے سے اڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا ۔ بادشاہ نے حسرت سے دانتوں تلے انگلی دابی ، صبر کے سوا چارہ نہ دیکھا ۔

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ جب شہزادے نے چکاوک کے اس بچے کو جس نے بے وقوفی سے اس کے ہاتھ کو نوچا تھا ، مار ڈالا ، چکاوک نے درد فرزندی سے جوش میں آ کر شاہ زادے کی چشم جہاں بیں کو نکال لیا اور اڑ کر محل کے کنگرے پر جا بیٹھا تا بہ دل جمعی دھیان کر کے سلامت اڑ جاوے ۔ بادشاہ یہ خبر جاں کاہ سن کر کوٹھے کی منڈیر کے نیچے آیا اور چاہا کہ افسانہ وافسوں سے اس کو نیچے اتار کر سزا کو پہنچاوے ؛ مہربانی کر کے پکارا کہ اے یار مہربان ! تو مجھے چھوڑ کر کہاں جاتا ہے ؟ اگر اپنے بچے کی جان کے عوض میرے نور چشم کی صرف آنکھ نکالی تو کمال مروت کی ۔ کہا ”اے بادشاہ ! تیرے بیٹے نے جھنجھلا کر میرے بچے کو ناحق مار ڈالا اور میری خدمت کے حق پر خیال نہ کیا اور تو جانتا ہے کہ ظالم کو جلاد دنیا ہی میں سزا دیتے ہیں ۔ تو نے نہیں سنا ہے کہ ٹھگوں نے زاہد کو جنگل میں مار ڈالا ، آخر وے کیوں کر کونجوں کی گواہی سے مارے گئے ۔ تیرے لڑکے نے خون ناحق کے بدلے اگر آنکھ کھوئی ہے تو بھی

سزا کم پائی ہے ؛ پر میرے دل پر دہشت غالب آئی ہے ، سوائے خدا کے کسی سے توقع نہ رکھوں گا ۔'' بادشاہ نے جواب دیا ''اے یار غم گسار ! تو مجھے اس زمانے کے آدمیوں کی طرح سمجھتا ہے اور نہیں جانتا ہے کہ میرے نزدیک ہر چند بڑا گناہ ہو ، بخشنا اس کا کہیں بہتر ہے ۔ اور جب تو میرے نزدیک فرزند کے برابر ہے ، بلکہ اس سے بھی زیادہ چاہتا ہوں ، کیوں کر یہ گمان بد مجھ پر کرتا ہے ؟'' اس نے کہا ''اے بادشاہ ! شاید تو نے قصہ اس بڑھیا کا نہیں سنا ہے جو اپنی مہستی نامی ایک بیٹی پر بیماری کے وقت جاں نثاری اور الطاف کرتی تھی ، آخر کیوں کر اپنے تئیں اس سے الگ کیا اور بیٹی کی جان کو تیر بلا کی سپر بنایا ۔ اے بادشاہ ! اگرچہ آپ مجھ پر مہربانی کرتے ہیں اور شرط دوستی کی بجا لاتے ہیں ، پر جب درد فرزندی یاد آوے گا ، مشکل ہے کہ غصہ پی جاویں ۔'' بادشاہ نے کہا ''اے چکاوک ! اس سے پہلے کہ میرے یہاں لڑکا نہ ہوا تھا ، یار جانی میرا تو ہی تھا ؛ جب خدا نے ایک فرزند عنایت کیا ، تب بھی تجھے پیار کرتا تھا ؛ کبھی تیرے دیکھنے سے خوش ہوتا ، کبھی لڑکے کے دیکھنے سے ؛ اب جو اس کی یہ حالت ہوئی ، کس لیے تو جدائی کا روادار ہوتا ہے اور یک بارگی میرا عیش کھوتا ہے ۔ میرا حال ٹھیک اس بادشاہ اور دونوں گویوں کے مانند ہے کہ جب ان میں سے ایک نے مارے حسد کے دوسرے کو ہلاک کیا ، بادشاہ نے غضب میں آ کر اسے طلب کیا تا سیاست کرے ؛ جب حاضر ہوا ، اس سے کہا ''تو جانتا تھا کہ جس طرح آدھا عیش میرا تیرے سبب تھا ، اسی

طرح آدھی خوشی کھو دی ۔ سزا اس کی یہ ہے کہ حکم کروں کہ ابھی تجھے ذلت و خرابی سے قتل کریں ۔ اس نے جواب دیا کہ قبلۂ عالم ! میں نے برا کیا کہ آپ کی آدھی خوشی کو کھودیا لیکن اگر جہاں پناہ مجھے قتل کریں گے تو اپنی تمام خوشی کو برباد کریں گے ۔'' سرخاب نے کہا ''اے بادشاہ ! آپ کی پیشانی سے مجھے فریب نظر آتا ہے ، اس خیال سے در گذریے ؛ میں ویسا نہیں ہوں جیسا کہ طبیب نے اس آدمی کو جو پیٹ کے درد سے نالاں تھا ، کہا تھا کہ تیرے حق میں آنکھ کی دوا پیٹ کے علاج سے بہتر ہے ، اس لیے کہ تو جلی ہوئی روٹی کو نہیں دیکھتا ہے اور کھاتا ہے اور پیٹ کے درد سے لوٹتا ہے ۔ اگر تیری آنکھیں روشن ہوں ، ہرگز اس درد میں گرفتار نہ ہو گا ۔ اے بادشاہ ! زنہار خیال میرے ہاتھ آنے کا اپنے جی میں نہ لا کہ میری حالت وہ ہے جس طرح طبرستان کے بادشاہ نے اپنے نوکروں میں سے ایک کو کہ جس نے کم بختی سے فتنہ برپا کیا تھا ، کہلا بھیجا کہ ہم اور تو شیشے اور پتھر کے مانند ہیں ؛ چاہو شیشے کو پتھر پر مارو ، خواہ پتھر کو شیشے پر ، دونوں صورت میں شیشہ ہی ٹوٹے گا ، پتھر کو کچھ صدمہ نہ پہنچے گا ۔'' ہر چند بادشاہ دل پسند باتیں کہتا تھا ، وہ سخت سخت ہی جواب دیتا تھا ؛ آخر بادشاہ نے عاجز آ کر کہا ''تو عجب طرح سے تو ایک ہی بات پر ہے اور میری محبت آمیز باتوں پر کان نہیں رکھتا ہے ۔ تیرا احوال اس بھیڑیے کے مانند ہے جس کو زاھد نے بہتیری نصیحتیں کیں ، پر کچھ مفید نہ ہوئیں ۔ میں جانتا ہوں کہ تو خواہ مخواہ مجھ سے جدا ہو گا ، لیکن کہہ کہ کب

پھر آوے گا ؟ اس نے کہا ''اے بادشاہ ! مجھ سے توقع پھر آنے کی نہ رکھ ؛ میری حالت اس عرب کی سی ہے جس سے نان بائی نے کہا تھا ''تو کب تلک روٹیاں کھایا کرے گا ؟'' اس نے جواب دیا کہ جب تلک دجلے میں پانی رہے گا ۔ پس جب تک زندگی ہے ، بار دگر تیرے یہاں نہ آؤں گا ۔'' جب یہاں تلک بات پہنچی ، تب چکاوک اڑ گیا ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بغض بادشاہ کے دل میں ہوا ، چکاوک اس کو اپنی عقل‌مندی سے سمجھا اور بادشاہ ہر چند محبت آمیز باتیں درمیان میں لایا ، اس نے نہ سنیں اور اس کی باتوں پر اعتماد نہ کیا ۔ عقل مند کو چاہیے کہ ان حکمت آمیز باتوں پر جو قصے کے پردے میں بیان ہوتی ہیں ، اپنی چشم بصیرت کھولے اور اگلے داناؤں کے ماجراؤں کو جس کی راستی دلیل واضح سے ظاہر ہے ، اپنا دستورالعمل کر کے کاروبار کا مدار اسی پر رکھے ۔

گیارھواں باب

گناھوں کے بخشنے میں جو بادشاھوں کے واسطے ایک اچھا وصف ہے

رائے دابشلیم نے بیدپائے برھمن سے کہا ''تیرے گنج دانش سے میں نے بڑی دولت پائی ، اب امیدوار ھوں کہ تو بیان کرے کہ اگر بادشاہ نے اپنے مقربوں میں سے کسی کو ایک گناہ کے واسطے نظر سے گرا دیا ھو ، پھر اس کو نوازے کہ نہیں ؟ ''برھمن نے جواب دیا کہ اگر عفو بادشاھوں کا پیشہ نہ ھو تو یقیناً لوگ ان پر اعتماد نہ کریں ، تمام کاروبار برھم ھو جاویں ، ملک کا انتظام جاتا رھے اور بادشاہ عفو کی لذت سے محروم رھے۔ کسی دانا بادشاہ نے کہا ھے ''اگر خلق جانے کہ ھم عفو کی چاشنی سے کیا مزہ پاتے ھیں تو سوائے گناہ کے کوئی تحفہ میری درگاہ میں نہ لاوے۔'' جہان کے بادشاھوں کے جمال حال کے واسطے عفو سے زیبندہ تر کوئی زیور نہیں ھے اور بزرگوں کی کمال بزرگی پر گناھوں کے معاف کرنے سے زیادہ کوئی دلیل واضح نہیں ۔ آدمی، کی قوت غصے کے فرو کرنے سے معلوم ھووے اور جواں مردی اور مروت کے آثار شربت خوش گوار غضب کے پینے سے دریافت کیجیے ۔ بادشاھوں نے جو ملک کی حکومت پائی ھے ، سو اس سبب سے کہ ھمیشہ لطف و غضب کے طریقے پر چل کر دوست نواز

اور دشمن گداز تھے ، اور عقل دور اندیش کی رہبری سے کام کرکے مہربانی و تند خوئی سے زیست کرتے تھے ۔ اور اتنی مہربانی جو ناتوانی اور عجز پر محمول نہ ہو ، اور اس قدر تند خوئی جو ظلم نہ کہلاوے ، کرکے بادشاہت کے کارخانے کو خوف و رجا سے آراستہ فرما کر کامیاب ہوئے ہیں ۔ ایک عقل مند نے کہا ہے کہ غصہ مارنے کے معنی یہ ہیں کہ سیاست میں زیادتی نہ ہو ، اور عفو یہ ہے کہ آثار ناخوشی کے صفحۂ خاطر سے دور کرے ، اور احسان وہ ہے کہ باوصف تصور کے لطف و مہربانی سے زیست کرے اور جس طرح سے پہلے اس کو عزیز رکھتا ہو ، اسی طرح گناہوں کے بعد بھی دوست رکھے ۔ اے رائے روشن دل ! انسان بے سہو و خطا کے نہیں ہے ؛ اگر تغافل عمل میں نہ لاوے اور گناہ نہ بخشے تو ملک کا انتظام اور دنیا کا بندوبست کیوں کر ہووے ۔ بادشاہوں کو ضرور ہے کہ دیانت دار اور انہیں لوگوں کو جو عقل مندی و رعیت پروری کے زیور سے آراستہ ہوں ، کاموں پر متعین کریں ، اور ان کی کیفیت حال کماحقہ معلوم کرنے کے درپے رہیں ، تو خیرخواہ اور بدخواہ میں فرق کر کے مخلصوں ، ہواخواہوں پر مہربانی اور الطاف فرماویں اور بد باطن خوشامدیوں کو جو حضور میں خدمت گاری و اخلاص کا دم ماریں اور غائبانہ برخلاف اس کے عمل کریں ، جیسی چاہیے ویسی سزا دیں کہ اوروں کی عبرت کا موجب ہووے ۔ جو بادشاہ اس طرح کی پیروی نہ کرے ، جلد دولت خواہ ناخوش اور بدخواہ دلیر ہو جاویں اور تھوڑے عرصے میں فساد واقع ہووے ۔ اور فتنے انہیں دونوں کاموں

سے برپا ہوتے ہیں۔ اور اگر بہ حسب تقدیر کوئی دولت خواہ تہمت میں گرفتار ہو کر اذیت کھینچتا ہو یا بشریت کے سبب پائے ہمت اس کے ڈگیں ہوں، چاہیے کہ پھر اس کو دلاسا دے کر کام پر بحال کرے؛ کیوں کہ نیک آدمی بہت کم بہم پہنچتے ہیں۔ بادشاہوں کو سب چیزوں سے زیادہ نیک سیرت آدمیوں کی احتیاج ہے، اور بدذات اور رعیت کے ستانے والے بے وقوف سے سب کو احتراز ضرور ہے، اور بادشاہوں کو تو ضرور تر۔ اگلے زمانے کے حاکموں نے فائدۂ کلی سے دست بردار ہو کر کمینے بد ذاتوں سے صحبت نہیں کی ہے۔ چاہیے کہ بادشاہ کی نظر دور بیں زیادہ عقل مند پر مصروف ہووے، نہ اس پر کہ زباں نہ ہو۔ حکیموں نے کہا ہے کہ جو کوئی یار بے عیب ڈھونڈھے وہ آخر بے یار رہے اور جو قصہ کہ اس سے مناسبت رکھتا ہے، داستان شیر اور گیدڑ کی ہے۔" رائے نے پوچھا "وہ کیوں کر ہے؟"

حکایت

برہمن نے کہا "نقل ہے کہ ہندوستان میں فریسہ نامی ایک گیدڑ تھا؛ زیادہ طلبی سے پاؤں کھینچ کر گوشے میں بیٹھا تھا؛ گوشت کھانے اور خون کرنے سے اس نے احتراز کیا تھا؛ ہمیشہ خویش اور رفیق اس کے ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہماری صحبت سے تو نے کنارہ کیا تو کیا، پر ہماری خو و عادت سے کیوں پرہیز کرتا ہے؟ اور ہمیشہ اپنی عمر عزیز کو محنت میں کاٹنا اور دنیا کی لذتوں سے محروم رہنا آثار عقل مندی کے نہیں ہیں۔ گیدڑ نے کہا "اگر تم جانتے ہو کہ گیا ہوا پھر نہیں

آتا ہے اور عقل مند آیندے پر اعتماد نہیں رکھتا ہے، تو آج کا دن اس چیز میں کہ خدا کی مرضی ہے، کاٹنا اور نفس کی آرزو سے درگذر کرنا مناسب نظر آتا ہے۔ اگر تم اس پر عمل نہیں کر سکتے ہو اور ہوا و ہوس کو نہیں چھوڑ سکتے ہو تو پیٹوؤں، کم ہمتوں کی باتیں کیوں مجھ سے کہتے ہو؟ میرا خیال نہ کرو اور مجھے چھوڑ دو۔ اس عاریت کے گھر کو اور مکان نا پایدار کو نہ بناؤ اور یوں ہیں رہنے دو تا خراب ہو جاوے۔" شغالوں نے کہا "اے فریسہ! اگر خدا کی مرضی اگر دنیا کی نعمتوں کے چھوڑنے میں ہوتی تو وہ ان نعمتوں کو پیدا نہ کرتا۔" فریسہ نے کہا "جو کچھ عقل پسند کرے وہی نعمت ہے، اور جس کو تم اپنی طبع ناقص سے نعمت جانتے ہو وہ نعمت نہیں ہے۔ اور ایک لذت کے واسطے جو گلے سے اترنے ہی تک ہے، ایک جان دار کا بے جان کرنا روا رکھتے ہو۔ تمھاری گذران کے واسطے خدا نے بہت سی چیزیں پیدا کی ہیں، جس کی ضرورت ہو، اسی پر اکتفا کرو۔ اور عقل جس چیز کی اجازت نہ دے، اس میں اگر تمھاری مخالفت کروں، طعنے مت دو۔" یار و اقربا فریسہ کی دل پسند باتیں سن کر ملامت سے باز آئے اور اس کو اپنا پیشوا بنا کر اس کی پیروی کرنے لگے۔ فریسہ تھوڑے دنوں میں عقل مند اور خدا شناس مشہور ہوا۔ وہاں سے نزدیک ایک جنگل تھا؛ کام جوی نامی ایک شیر وہاں کے درندوں کا بادشاہ تھا۔ ایک دن وہ اپنے ارکان دولت سے ہر طرح کی باتیں کرتا تھا؛ اس میں فریسہ کی خدا پرستی و دور اندیشی اور عقل مندی کا ذکر بھی

درمیان میں آیا ۔ مجلس کے چھوٹے بڑے یک زبان ہو کر تعریف اس کی کرتے تھے ، یہاں تک کہ بادشاہ کو فریسہ کے دیکھنے کا اشتیاق ہوا ، کسی کو اس کو بلانے کو بھیجا ۔ وہ بہ موجب بادشاہ کے حکم کے کہ حکم خدا کے مانند ہے ، حضور میں حاضر ہوا ۔ بادشاہ نے مہربانی اور الطاف فرما کر بیٹھنے کا حکم کیا اور اس سے ہم کلام ہوا ۔ بعد گفتگو کے فریسہ کو عقل مندی میں دریاے محیط سا اور ظاہر و باطن کے عالم میں ایک گنج عظیم کے مانند پایا ۔ کام جوی کو صحبت اس کی خوش آئی ، ہمیشہ بلا بھیجتا اور اس کی دانش مندی کی باتوں سے فایدہ اٹھاتا ۔ کتنے دنوں کے بعد اس سے خلوت میں کہا کہ اے فریسہ! تو دانائی و کاردانی میں یکتاے عصر ہے ، مالی و ملکی کاروبار میں تجھ سا شخص چاہیے ۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھے اپنا رکن دولت کروں اور تمام کاروبار تجھے سونپوں ۔ بادشاہوں کو لازم ہے کہ اپنے کاموں کے سرانجام کرنے کو نیک ذات عقل مند مقرر کرے ۔ فریسہ نے کہا ”اے بادشاہ ! مجھے ملکی کاروبار میں کچھ شعور نہیں ہے اور ساتھ اس کے منصب عالی اور بادشاہوں کے قرب کی تمنا میں نہیں رکھتا ہوں کہ ان کی نزدیکی میں اگرچہ فایدے دونوں جہان کے حاصل ہیں لیکن راہ خطرناک ہے ۔ اور آپ کی بارگاہ میں کار آزمودہ و دانا بہت ہیں اور اس کام کی خواہش بھی رکھتے ہیں؛ ادنیٰ التفات میں مہمات ملکی کو سرانجام کریں گے ۔ اور مجھے جو فرماتے ہو ، اس سے میری خاطر کو رنج ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو میں نے اس کام کا تجربہ نہیں کیا ہے ، کاروبار ملک کا درہم برہم ہو جاوے ۔

تم بادشاہ دانا ہو ، ٹک سوچو اور اس خیال سے درگزرو ۔،،
کام جوی نے کہا ،،تو جو کہتا ہے کہ مجھے شعور نہیں اور
اس کام کا تجربہ بھی نہیں کیا ہے ، یہ بات جاہل فریب ہے ؛
جب کسی کو عقلِ کامل سے بہرہ ہو ، سب کام اس سے اچھے
ہوں گے ۔ تجربہ راہ بر کو تہ نظروں کا ہے ، اور عقل مند
ان دیکھے کو پڑھتے ہیں اور ان سنے کو بیان کرتے ہیں ۔
اے فریسہ ! تجھے یوں دور کھنچنا کیا فایدہ کرے گا ؟
خواہ مخواہ تجھے اس کام پر لاؤں گا ۔،، فریسہ نے کہا
،،بے غرض عقل مندوں میں سے جو کوئی بادشاہی کام اختیار
کرے اور مقرب درگاہ ہو ، سب اس پر حسد لے جاویں ۔
دشمن اور کمینے اس پر تہمتیں لگاویں اور سیکڑوں کوس
سے اس کے حق میں حیلے آٹھاویں ، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ
بادشاہ کو اس سے آزردہ کریں ۔ میں نے نہیں سنا ہے کہ کوئی
اس آفت کے گرداب سے سلامت نکلا ہو ، مگر وہ سخت رو
اور مکار جو آشتی سے اپنا مطلب حاصل کرے اور مکر سے
اپنے تئیں طعنے مارنے والوں کی زبان سے بچاوے ، یا وہ
بے وقوف ، دوں ہمت جو طاقت ذلت کھینچنے کی رکھتا ہو ؛
اس کی بہت چاپلوسی و عاجزی کے سبب کوئی اس پر حسد
نہ لے جاوے ۔ اے بادشاہ ! میں ان دونوں گروہوں سے
نہیں ہوں ؛ نہ میرے مزاج میں فریب ہے ، نہ میری ذات
میں خوشامد و عاجزی ۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے نامرادی کے
گوشے میں رہنے دو اور ظاہر کے کاروبار سے معاف رکھو ۔
مدت سے حرص کی آنکھ کو قناعت کی سوئی سے میں نے سیا ہے،
گر بادشاہ مجھے اس گوشے سے نکال کر عالم اسباب میں
مشغول کرے ، میری حالت وہ ہو گی جو آن مکھیوں کی

ہوئی کہ شہد کے طباق میں بیٹھی تھیں۔" شیر نے پوچھا "وہ کیوں کر ہے؟"

حکایت

فریسہ نے کہا "نقل ہے کہ ایک درویش دانا جس کا طریقہ قناعت تھا، بازار میں گیا۔ ایک حلوائی نے جو فقیری کی چاشنی سے کچھ بہرہ رکھتا تھا، اس عزیز سے التماس کیا کہ ایک دم میری دوکان میں ٹھہریے تا آپ کی نصیحت آمیز باتوں سے فائدہ مند ہوں۔ وہ مرد خدا شناس دل نوازی سے وہاں بیٹھا۔ حلوائی نے ایک طشت شہد سے بھر کر درویش کے آگے رکھا؛ مکھیاں جو طور ان کا ہے کہ مٹھائی پر جمع ہوتی ہیں، یکبارگی اس پر گریں۔ بعضی کنارے بیٹھیں اور بعضی درمیان میں۔ حلوائی نے چھپی ہلائی تا مکھیوں کو ہانکے۔ وے جو کنارے تھیں، سہج سے اڑ گئیں اور وے جو بیچ میں تھیں، جب انہوں نے چاہا کہ اڑیں، شہد ان کے پیروں میں لپٹ گیا اور دام ہلاکت میں پھنسیں۔ درویش اس احوال کو دیکھ کر خوش ہوا اور خدا کے شکر میں مستغرق؛ جب بحال آیا، حلوائی نے سبب خوشی کا اس سے پوچھا؛ اس نے کہا "اے بھائی! میں اس طشت کو دنیا اور شہد کو دنیا کی نعمتیں اور مکھیوں کو شکم پرور نعمت خواروں کے مانند سمجھا، اور انہیں جو طشت کے کنارے بیٹھی تھیں، مردان آزاد کہ تقدیر کے بدے سے دنیا میں آئے، پر اس میں جی نہ لگایا اور تھوڑے پر قناعت کی، جانا۔ اور جانیو کہ جب چھپی موت کی ہلے، جنہوں نے اپنے دل کو تھوڑا سا اس کے عشق میں آلودہ کیا ہے، وے سہج میں اس بلا کے دام سے

چھوٹیں ، اور جنھوں نے تمام همت اپنی دنیا میں صرف کی هے اور اس تلخ مٹھاس نے ان کے مزاج کو خدا کی رضا سے پھیرا هے ، آخر وے رسوا هوں گے۔

اے بادشاہ ! یہ کہانی اس لیے میں نے کہی تا جانے تو کہ دنیا میں رہ کر آزادوں کی طرح کام جو تجھ جیسے بادشاہ عقل مند کا هے ، هم ایسے (.کس[۱]) طینتوں سے کیوں کر هو سکے - پس تیرے آئین بزرگ واری میں لازم هے کہ مجھے گوشے میں رهنے دے -'' کام جوی بولا ''اے فریسہ ! تیری عقل کا اندازہ میں نے جانا هے اور دیانت و امانت داری تیری معلوم کی هے ؛ یہ باتیں چھوڑ ، اگر اس گفتگو سے داناؤں کو مالی و ملکی کاروبار سے معاف رکھیں، یقیناً ملک کا بندوبست نہ هو ـ داناؤں کی ذات اسی واسطے هے کہ ان کے وسیلے سے دنیا کے کام سرانجام هوویں - اور بعضوں نے جو عالم اسباب سے کنارہ کر گوشہ قبول کیا هے ، سو اس لیے کہ حوصلہ بڑے کاموں کے آٹھانے کا نہ رکھتے تھے - تو جو اب عقل مندی میں یکتاے روزگار هے ، اگر کام قبول کرے عدل و انصاف کہ لازمہ بادشاهت کا هے ، اچھی طرح ظہور میں آوے ، اهل جہان کے کاروبار بہ خوبی انجام هوں - اور شبہ نہیں کہ اس صورت میں رضاے الٰہی کہ خلایق سے غرض هے ، حاصل هووے ، اور جہان بھی آباد هو -'' فریسہ نے کہا ''اے بادشاہ ! سچ

۱- کاغذ کرم خوردہ هے اس لیے لفظ پڑھنے میں نہیں آتا اسی لیے قوسین میں لکھا گیا هے - 'عیار دانش' (مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۹۴ء صفحہ ۲۳۶) میں 'مثل ماکس طبیعت' هے- (مرتب)

فرماتے ہو ، پر جو کوئی آموزِ سلطنت میں دخل کرے گا اور بادشاہ کا مقرب ہوگا ، دوستان اور دولت خواہان بادشاہی کو حسد بے تاب کرے گا اور اس کی اذیت کے درپے ہوں گے اور بادشاہ کے دشمن دولت بھی اس کے عقل مند دولت خواہوں کو کب چاہیں گے ۔ پس اگر خدمت قبول کروں ، کیا دوست کیا دشمن ، سب میری دشمنی پر کمر باندھیں گے ، اس کا علاج کیا کروں گا'' ؟ شیر نے کہا ''جب میرا دل تو ہاتھ میں لاوے گا ، جہان کی دشمنی سے تجھے پروا نہ ہو گی ، کیوں کہ تیری نیک اعتقادی اور مہربانی و توجہ میری لوگوں کی دشمنی کی سپر ہوگی ۔'' فریسہ نے چاہا کہ کنارہ کرے ، از بس کہ طبیعت شیر کی باریک فہم اور دور اندیش تھی ، کچھ فائدہ نہ کیا ۔ جب اس نے جانا کہ خواہ مخواہ مجھے ملازم درگاہ ہونا پڑا ، کہا ''جہاں پناہ ! جب پیشہ راستی کا اختیار کروں گا ، جھوٹے میری گھات میں ہوں گے اور زبردست بہ سبب بد باطنی کے میرا منصب چھیننے کے واسطے اور زبردست جاہ کی مستی اور زوال رتبہ کی دہشت سے باتیں میری طرف سے بنا کر حضور میں عرض کریں گے ؛ جہاں پناہ کو لازم ہے کہ عہد کریں تا لوگوں کی باتوں سے مجھ پر برہم نہ ہوں اور جب کئی جگہ سے ان کی بے غرضی ذہن نشیں نہ کریں ، آزردہ نہ ہوں ۔'' شیر نے وے عہد و پیمان جو لایق قول و قرار کے تھے ، کیے اور وے قسمیں کہ جن سے خاطر کو تسکین ہو ، کھائیں اور اس کو بادشاہی نوازشوں سے سرفراز فرمایا اور مہمات ملکی و مالی اپنے اس کو سونپے ، اور اس نے عقل کی رہبری سے جو خدا نے اسے

عطا کی تھی ، کاروبار کو اس طرح سرانجام کیا کہ روز بہ روز شیر کی نظر میں (زیادہ[1]) عزیز ہوتا تھا ، یہاں تلک کہ بزرگی اس کی سبھوں کے ذہن نشیں ہوئی اور شیر کی سب طرف سے خاطر جمع ۔ رتبہ اس کا سبھوں سے زیادہ بڑھایا اور درجہ اس کا بلند کیا ۔ ازبس کہ پیشہ اہل زمانہ کا ناتواں بینی و کم ہمتی ہے ، حسد کرکے فکر کرنے لگے کہ فریب و تہمت سے کام جوی کا دل اس کی طرف سے پھیریں اور اس کے خانۂ ہستی کی بنیاد ڈھاویں ۔ آخر اس ملک کے بزرگوں اور اس زمانے کے کارپردازوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ فریسہ کو خیانت کی تہمت لگایا چاہیے اور شیر کا دل جو سوائے راستی و درستی کے عزیز نہیں رکھتا ہے ، اس سے پھیرے ۔ سبھوں نے قصد اس کا کیا ؛ فرصت پا کر ایک کو اس بات پر لائے کہ تھوڑا سا گوشت جو شیر کے ناشتے کے واسطے رکھا ہے ، چرا کر فریسہ کے مکان میں چھپا آوے ۔ اس نے وہی کام کیا ۔ فجر کو جو ملازم اور مقرب درگاہ کے حاضر ہوئے ، فریسہ کسی کام کے واسطے گیا تھا ، اس کے آنے کی راہ دیکھتے تھے اور ہر دم اس کی راستی و درستی کو سراہتے تھے ۔ جب ناشتے کا وقت آیا ، شیر کو بھوک لگی ، ہر چند گوشت ڈھونڈھا ، نہ پایا ۔ (غصے[2])

۱۔ کاغذ کرم خوردہ ہے اس لیے لفظ پڑھا نہیں جاتا ؛ 'زیادہ' قیاس سے لکھا گیا ہے ۔

۲۔ کاغذ کیڑے نے کھا لیا ہے ، لفظ صاف نہیں پڑھا جاتا ۔ 'غصے' قوسین میں اس لیے لکھا گیا ہے کہ عیار دانش میں 'در غضب شد ، ہے ۔ دیکھیے صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۹۴ء (مرتب)

ہوا۔ فریسہ کے دوست نما دشمن حاضر تھے، وے باتیں کہ جن سے شیر کی آتش غضب بھڑکے، درمیان میں لا کر گفتگو کرتے تھے؛ یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا ''ظاہر کرنا اس چیز کا جو دولت خواہی ہے اور اپنے زیان کو نہ سوچنا واجب ہے۔'' کام جوی نے کہا ''نوکر چاکر جو یک دل و راست اعتقاد ہوتے ہیں، وے ہرگز اپنے ضرر کے خیال پر خیرخواہی کی باتوں سے باز نہیں رہتے ہیں اور جو کچھ جانتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ کہہ تو نے کیا دیکھا ہے؟'' اس جھوٹے مکار نے کہا ''گوشت جو آپ نے رکھا تھا، اس کو فریسہ اپنے گھر لے گیا ہے۔'' ان مکاروں میں سے دوسرے نے قسمیں کھا کر کہا ''یہ کیا بات ہے جو تو کہتا ہے؛ مجھے باور نہیں آتا؟ فریسہ وہ جانور ہے کم آزار کہ دانش سے آراستہ ہے، ایسا کام نہ کرے گا۔'' دوسرے نے اسی طور سے حیلہ کر کے کہا ''اس بات میں احتیاط ضرور ہے؛ کوئی بے دشمن نہیں ہے اور اکثر ایسے ہیں کہ اپنی غرض کے واسطے جھوٹ بولتے ہیں؛ حالت کسی کی دریافت نہ کر سکیے مگر درستیٔ قول سے۔'' اور ایک دلیروں کی طرح بولا ''تحقیق ہے، لیکن اگر گوشت اس کے مکان میں ملے تو جو کچھ کہتے ہو سچ ہے۔'' کام جوی نے کہا ''سب اس کے حق میں یہ باتیں کیوں کر کہتے ہیں؟'' ان میں سے ایک نے (جو فریسہ کی خواری کے لیے عہد کیا تھا) کہا ''قبلۂ عالم! مدت سے اس (جنگل۱) میں فریسہ کا مکر و بد ذاتی مشہور ہے؛ سب لوگ جو یہ باتیں کہتے ہیں، بیہودہ نہ ہوں گی، ان کی کچھ اصل ہوگی۔

۱۔ 'جنگل' قیاساً لکھا گیا ہے، کاغذ کرم خوردہ ہے۔

اگر یہی ہو تو جان یہاں سے سلامت نہ لے جاوے اور بلا میں گرفتار ہو۔" اہل غرضوں میں سے اور ایک نے کہا "بد باطنی و ناراستی فریسہ کی اس سے پہلے مجھ پر کھلی تھی؛ میں۔ فلانے کو گواہ کیا ہے کہ اس دوست نما[1] بد باطن کا احوال آخر رسوائی کو پہنچے گا۔" ایک نے زبان کھولی کہ باوجود اس لاف پاک دامنی کے مگر اسے شرم نہیں آتی ہے کہ ایسا برا کام کرے گا۔ وے پرہیز کیا تھے اور یہ آلودگیاں کیا ہیں؟ غرض جس طرح صاف دل افسوس کھاتے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں، اسی طرح افسوس کرتا تھا۔ ان میں سے اور ایک نے کہا "جب اس بے وقوف نے بادشاہ کے خاصے میں یہ خیانت جائز رکھی، جانیو کہ کاروبار ملکی و مالی میں کیا کیا خیانتیں نہ کی ہوں گی اور کیا کیا رشوتیں نہ لی ہوں گی۔" از بس کہ نصیب کا بدا تھا، جھوٹی باتوں نے کام جوی کے دل میں (جگہ[2]) کی؛ فریسہ سے رنجیدہ ہوا۔ ان میں سے ایک نے جو حسد کا مارا ہوا تھا، بے غرضوں کی طرح آگے آکر عرض کی کہ اگر یہ بات سچ ہو تو صرف خیانت نہیں بلکہ دلیل نمک حرامی و ناحق شناسی کی ہوگی اور بے حیائی کرکے شکوہ بادشاہی کو لحاظ نہ کیا

---

۱ - اصل مطبوعہ نسخے (۱۸۱۵ء) میں 'درست نما' ہے لیکن فہرست اغلاط جلد دوم (صفحہ ۳۸۴) میں 'درست نما' کو غلط اور 'دوست نما' کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ صحیح 'درست نما' ہی ہے اور بدباطن صفت کے طور پر اس کی تائید کرتا ہے۔ (مرتب)

۲ - یہاں سے کاغذ کیڑوں نے کھا لیا ہے لیکن 'عیار' کی عبارت 'جا گرفت' ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ نول کشور ۱۸۹۴ء۔ (مرتب)

ہوگا۔ ان بدبختوں میں سے جو فریسہ کی جڑ کھودنے میں متفق ہوئے تھے، اور ایک نے مکر سے نصیحت کے لباس میں آ کر کہا ''اے بھائیو ! غیبت نہ کرو اور اپنی زبان کو ان باتوں سے کہ جن میں فلاح نہیں ہے ، باز رکھو۔ شاید خود بدولت فرماویں کہ فریسہ کے مکان میں جا کر ڈھونڈھو ، اس وقت تمھارا کیا حال ہو گا ؟ بہتر ہے کہ یہ باتیں چھوڑو۔'' دوسرے نے کہا ''سچی باتوں کو مت چھپا اور بادشاہ کی خیر اندیشی سے جو میں کرتا ہوں ، مجھے باز نہ رکھ۔ اگر تو خیر خواہ ہے ، سعی کر کہ جلد راست و درست کردار ملازم فریسہ کے گھر ڈھونڈھنے کو متعین ہوں ، تا بات کی حقیقت ظاہر ہو ۔ اگر اس کام میں جلدی نہ ہو ، یقیناً جاسوس اسے خبر پہنچائیں گے ، وہ تدبیر اس کام کی ٹھہرائے گا ، تب ہم جھوٹے مشہور ہوں گے اور بادشاہ کا کام برہم درہم ہوگا۔'' مجلس کے ندیموں میں سے ایک نے گستاخی کرکے کہا ''اس بات کی تحقیق سے کیا فائدہ ؟ اگر خیانت اس کی ظاہر ہووے ، وہ حیلے سے اپنے تئیں بچاوے گا اور شیریں زبانی سے بادشاہ کے دل کو اپنے اوپر مہربان کرکے گا۔'' غرض جو سبھوں نے اس تہمت پر اتفاق کیا تھا ، ہر کوئی باتیں بناتا تھا ، اور جس طرح سے کہ وے جانتے تھے ویسی ساعت میں کہ بھوکھا اور غضب کا وقت تھا اور حاکم خرد کا مزاج برہم تھا ، بادشاہ کے دل کو بالکل اس سے پھیر دیا ۔ حکم ہوا کہ فریسہ کو حاضر کریں تا سزا دی جاوے ۔ وہ بے چارہ دشمنوں کے فریب سے بے خبر تھا ، دلیرانہ جس طرح کہ رسم راست بازوں کی ہے ، حاضر ہوا ۔ شیر نے پوچھا ''وہ گوشت جو

کل تیرے حوالے کیا تھا ، تو نے کیا کیا ؟'' اس نے جواب دیا کہ باورچی خانے میں بھجوایا ہے تا چاشت کے وقت بادشاہ کے حضور لاویں ۔'' باورچی نے بھی قول و قرار کیا تھا ، منکر ہو گیا اور جھوٹی قسمیں راست نما کھائیں۔ شیر نے کچھ امین لوگوں کو بھیجا کہ اس کے مکان میں ڈھونڈھیں ۔ انھوں نے تو آپ ہی چھپایا تھا ، صاف نکال لے آئے ۔ بےچارہ فریسہ حیران ہوا اور جس بات سے ڈرتا تھا وہی پیش آئی ۔ جھوٹوں کے رواج اور سچوں کی بے رونقی پر تعجب کرتا تھا ۔ وزیروں میں سے ایک بھیڑیا تھا جو اس گفتگو تلک اپنے کو راست بازوں سے ظاہر کرکے چپ تھا اور ہمیشہ فریسہ کی دوستی کا دم مارتا تھا؛ جب گوشت اس کے مکان سے لائے ، آگے بڑھا اور عرض کی ''جہاں پناہ ! احوال اس بے وقوف چور کا معلوم ہوا ، اب صلاح یہ ہے کہ جلد حکم کیجیے تا اسے سزا کو پہنچاویں۔ اگر اس کام میں دیر ہو گی ، یقیناً اوروں کی دلیری کا سبب اور موجب فساد کا ہوگا ۔'' شیر فریسہ کی سزا موقوف رکھ کر بہت سوچ میں گیا ۔ سیاہ گوش جو مقربان درگاہ سے تھا ، کہنے لگا کہ مجھے اس بے باک گیدڑ کی خیانت سے تعجب نہیں ہے ، مجھے اس بات کا سخت تعجب ہے کہ بادشاہ کے دل روشن پر جو جام جہاں نما ہے ، کیوں کر یہ بات مخفی ہے، اور باوجود اس کے کہ یہ گناہ ثابت ہوا ہے ، کیوں اس کے سزا دینے میں تامل کرتے ہیں ۔ سیاست ملک کی نگہبان ہے ؛ جو کوئی خدا کی رضا جوئی اور سلطنت کی حفاظت کرے ، گنہ گار پر مرحمت روا نہ رکھے اور سزا دینے میں ڈھیل نہ کرے ، اگرچہ وہ گنہ گار مونس جان

اور مقبول خاطر ہووے ۔ جیسے بغداد کے بادشاہ نے اپنی محبوبہ کو جہان کی آسایش کے لیے سیاست کی ۔ کام جوی نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

سیاہ گوش نے کہا کہ چین کے بادشاہ زادے کو دریا کے سفر کا خیال ہوا تا کہ خدا کی قدرت کا تماشا دیکھے ۔ باپ سے رخصت ہو کر ایک جمعیت کے ساتھ کشتی پر سوار ہوا اور ارادہ سفر دور دراز کا کیا ۔ جب بغداد کو پہنچا ، وہاں کا حاکم رسم مہمان داری کی بجا لایا، اور رخصت ہونے کے وقت بادشاہ زادے نے اس حاکم کے سلوک کے عوض اسے چین کی ایک لونڈی دی اور سفر کی تیاری کر خراسان کی طرف متوجہ ہوا ۔ حاکم بغداد اس لونڈی کو دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا ۔ ہمیشہ اس سے مشغول رہنے لگا؛ یک بارگی رعیت کی غم خواری اور ملک کے انتظام سے غافل ہوگیا ۔ تب فتنہ و فساد اس کے ملک میں ہونے لگا ۔ خدا پرست درگاہ الٰہی میں اہل جہان کے انتظام کے واسطے یہ دعا مانگتے تھے کہ بادشاہ کو مظلوموں کی احوال پرسی کی توفیق ہووے ۔ ایک شب بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرد خدا اس سے کہتا ہے کہ یہ کیا کام ہے جو تو نے اختیار کیا اور دل مظلوموں کی احوال پرسی سے اٹھایا ؟ قریب ہے کہ کام ہاتھ سے جاتا رہے اور بنیاد دولت کی ڈھے جاوے ۔ اٹھ اور خلق کے انصرام کار میں مشغول ہو ۔ بادشاہ اس روداد سے ڈر کر چونک پڑا ؛ عدالت اور ملک کی آبادی میں مشغول ہوا اور حکم کیا کہ وہ

لونڈی پھر خلوت میں نہ آوے ۔ اگرچہ اس پر (مفتون[1]) تھا پر خدا کا ڈر کر کے سیکڑوں حیلوں سے اپنے تئیں بچاتا ۔ لونڈی کو بھی ملاقات کی خواهش نے بے تاب کیا تھا ۔ ایک دن بے اختیار ہو کر اپنے کو حضور میں پہنچایا ۔ بادشاہ کا دل پھر اس کے جمال جہاں آرا کے دیکھتے هی هاتھ سے جاتا رها اور ملک کی طرف سے خاطر اٹھ گئی اور اس سے صحبت گرم رکھنے لگا ، یہاں تلک کہ پھر خواب غفلت سے بیدار هوا اور عہد کیا کہ اس کام کی تدبیر سوائے اس کے نہیں کہ اس لونڈی کو عدم کے تہ خانے میں بھیج دوں ۔ تب اپنے ایک محرم راز کو فرمایا کہ اس لونڈی نے نافرمانی کی هے ، اسے لے جا کر دجلے میں ڈبو دو ۔ حاجب نے لونڈی کو محل سے نکالا اور دل میں سوچا کہ یہ بادشاہ کی منظور نظر هے ، بہتر هے کہ اس کام میں چند روز تامل کریے اور اس کے قتل میں کئی دن دیر کیجیے ؛ ایسا نہ هو کہ بادشاہ اس بات سے پشیمان هووے ۔ آخر بادشاہ کتنے دنوں کے بعد اس کے فراق میں مغموم هوا ، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ پریشانی کی نوبت پہنچی ۔ ایک شب اس محرم راز نے استمزاج کر کے اس یار دل نواز کو پھر حضور میں حاضر کیا ۔

القصہ تین مرتبے بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم کیا ۔ اس محرم مزاج دان نے ملاحظہ کر کے تاخیر کی ۔ بادشاہ ایک دن نہایت انتظام ملک کی کوشش میں سرگرم تھا اور مظلوموں کی داد رسی میں اهتمام کرتا تھا ، پر اس لونڈی

۱- 'مفتون' قیاساً لکھا گیا هے ۔ اس جگہ سے کاغذ کیڑوں نے کھا لیا هے اور صاف نہیں پڑھا جاتا ۔ (مرتب)

کی محبت جو اس کے دل میں تھی ، بے چین کرتی تھی کہ کسی کام میں جی نہ لگتا تھا ۔ بادشاہ نے تنگ ہو کر اپنے دل میں کہا کہ اس کام کی تدبیر کے لیے اور کو نہ فرمائیے، سرانجام اس کا آپ ھی کیجیے ۔ ایک روز محل کے کوٹھے پر کھڑے ھو کر دجلے کی طرف دیکھتا تھا اور وہ لونڈی بھی کھڑی تھی ۔ بادشاہ نے اوروں کی راحت کے واسطے اپنے اوپر رنج اختیار کرکے اس کو آگے بلایا تا کشتیوں کا تماشا دکھلاوے؛ جب پاس آئی ، بادشاہ نے دونوں ھاتھ سے پکڑ کر دجلے میں دھکیل دیا اور یوں ظاھر کیا کہ وہ آپ دریا میں گر پڑی ۔ تب حکم کیا کہ اس کو پانی میں سے نکالیں، اور آپ اس کی تعزیت و ماتم میں مشغول ھوا ۔ اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ خون ناحق میں نے اپنی گردن پر لیا لیکن لاکھوں دل پر خوں میری بے پروائی سے خوش ھوئے ۔''

سیاہ گوش نے کہا ''اے بادشاہ ! غرض اس قصے سے یہ ھے کہ بغداد کے حاکم نے جہان کی راحت کے واسطے اپنی اس محبوبہ کو جو بے گناہ تھی ، ھلاک کیا ۔ جہاں پناہ اس گناہ گار کے قتل میں کہ اس کی سیاست بندوبست عالم کا سبب ھے ، کیوں دیر فرماتے ھیں؟ شیر ان باتوں سے غضب میں آیا اور فریسہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر اس تقصیر کا کچھ عذر ھو تو ظاھر کر ۔ فریسہ از بس کہ بے گناہ تھا، اور مشہور ھے کہ جس کا ھاتھ نہیں چل سکتا ، اس کی زبان چلتی ھے ، سخت جواب کہلا بھیجا ۔ اس کی سخت گوئی اور دشمنوں کی فریب آمیز خوشامدیں اور بھوک کی شدت ، ان تینوں نے جمع ھو کر شیر کو عقل مندی کے آئین سے نکالا ؛ یہاں تلک کہ فریسہ کی اچھی خدمتیں اور

اپنے قول و قرار جو اس سے کیے تھے ، یک بارگی سب کے سب خاطر سے جاتے رہے ؛ فرمایا کہ فریسہ کو سیاست گاہ میں لے جا کر قتل کریں - یہ خبر شیر کی ماں کو پہنچی ، وہ سمجھی کہ شیر نے اس کام میں جلدی کی ہے کہ دشمنوں کے کہنے پر بغیر اس کے کہ تحقیق کرے ، ایسے خیرخواہ کے قتل کا حکم کیا ہے - تب پہلے ہرکاروں کو مقتل میں بھیجا اور کہا کہ جب تلک میں شیر کے پاس نہ جاؤں اور اس سے کچھ بات نہ کروں ، فریسہ کے مارنے میں جلدی نہ کریں - اور آپ کام جوی کے پاس آئی اور کہا ''میں نے سنا ہے کہ تو نے فریسہ کے قتل کا حکم کیا ہے ، اس سے کیا ایسی تقصیر ہوئی ؟'' شیر نے تمام ماجرا بیان کیا ؛ اس نے کہا ''بیٹا ! بزرگوں نے کہا ہے آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں پر موقوف ہیں : رنڈی کی بزرگی خصم پر ، عزت و حرمت لڑکے کی باپ پر ، شاگرد کی دانائی استاد پر ، سپاہیوں کی قوت سردار پر ، فقیروں کی بزرگی پرہیزگاری پر ، رعیت کا چین بادشاہ پر ، بادشاہ کے کام کا بندوبست عدالت پر ، رونق عدل کی عقل دوراندیش پر - پس چاہیے کہ جو کام کہ بادشاہ کرے ، پہلے عقل سے مشورہ لے - اور سلطنت کا کام دو چیز سے متعلق ہے : ایک دریافت کرنا احوال سپاہ و رعیت کا اور ہر ایک کو اس کے درجے پر رکھنا اور اس کے ہنر و خیر اندیشی کے موافق پرورش کرنی - دوسرے متہم رکھنا اپنے مقربوں کا ، کیوں کہ بادشاہ کے ملازموں میں اکثر حسد و ناتواں بینی سے ایسی نزاعیں پڑتی ہیں کہ سوائے مرنے کے اس سے مخلصی نہیں ہو سکتی - اگر ان دو امور پر عمل نہ کریں تو دوست دشمن میں تفاوت نہ ہو سکے اور جلد

اخلاص مند اذیتوں میں گرفتار اور منافق خوش وقت[1] ہوں گے ۔ اور جب یہ حالت ہو ، سلطنت کے کاروبار میں خلل پڑے گا ۔ اے نورچشم ! فریسہ کے کام میں تجھے بہت تأمل ضرور ہے اور صرف سبھوں کے کہنے پر اسے سیاست نہ کیا چاہیے کہ میں اس کو نہایت دولت خواہ جانتی ہوں ۔'' شیر نے کہا ''میں نے کسی کے کہنے پر فریسہ کے حق میں حکم نہیں کیا ہے بلکہ چوری اس کی مجھ پر کھلی ، اس لیے میرا مزاج اس سے پھر گیا ۔'' شیر کی ماں نے کہا ''بادشاہوں کا دل جو آرام خلایق کا سبب ہے ، چاہیے کہ سوائے یقین درست کے کسی طرف مائل نہ ہو ۔ اور جو ماجرا تو نے کہا ، اس سے خیانت اس کی ظاہر نہیں ہوتی ہے ۔ اچھی خدمتیں اور راستیاں فریسہ کی جو بحالی[2] کے ایام میں ظاہر ہوئی ہیں ، تجھے یاد ہوں گی ۔ کوئی بےعیب نہیں ہوتا ہے ۔ بزرگ بادشاہوں کو لازم ہے کہ اتنی سی بات پر برہم نہ ہوں اور حق اس کی اچھی خدمتوں کے ضائع نہ کریں ۔ میں نے فرض کیا کہ فریسہ پر جو کچھ تہمت کی ہے ، سچ ہے ، پر یہ گناہ اس لایق نہیں کہ یک بارگی بادشاہ اس کی نیکیوں کو لحاظ نہ کر کے قتل کا حکم کرے ۔ اے بادشاہ! اس کو تو نے بڑھایا اور ہمیشہ خلوت و جلوت میں خوبیاں

۱۔ 'خوش وقت ہوں گے' 'بہ شادکامی مستفید باشند' کا ترجمہ ہے ، ملاحظہ ہو عیار دانش صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ نول کشور کانپور ، ۱۸۹۳ء ۔

۲۔ بحالی کے ایام میں ، یعنی ملازمت کے دوران میں ۔ اس مدت میں جب وہ اپنے عہدے پر مامور تھا ۔ یہ 'ایام ملازمت' کا ترجمہ ہے ۔ عیار ، صفحہ ۲۴۲ ۔

اس کی بیان کرتا رہا ؛ رعایت اپنے نوازے ہوئے کی کیجیے اور اس گناہ کو بخش دیجیے۔ اور عقل دور اندیش روا نہیں رکھتی ہے کہ ایسے سے یہ خیانت ہووے۔ اور کس طرح بے ہنروں نا آزمودوں کی باتیں آزمائے ہوئے دولت خواہ خیر اندیش ہنر مندوں کے حق میں سنیے۔

فریسہ کو بہت مدت ہوئی کہ گوشت نہیں کھاتا ہے اور کسی جانور کو نہیں ستاتا ہے۔ یہ بات چھوٹے بڑے سے چھپی نہیں ہے۔ ایسا عالی ہمت یہ برا کام ہرگز نہ کرے گا۔ عقل جو یار ہمدم ہے، خدا نے اس لیے دی ہے کہ ان سنی ان دیکھی باتوں کو دریافت کرے۔ فریسہ کا احوال جو بارہا دیکھا گیا ہے، کیوں کر چھپا رہے گا۔ چاہیے کہ بادشاہ اپنی عقل و بزرگی کے موافق اس کام کو سوچے تا عقل‌مندوں کے نزدیک عذر ہو۔ مجھے گمان غالب ہے بلکہ یقین کہ دشمنوں نے گوشت فریسہ کے مکان میں چھپایا ہوگا تا اس راست باز کو تہمت لگا کر آوارہ کریں۔ اور یہ حاسدوں سے کچھ دور نہیں۔ بعضے دشمن ایسے گزرے ہیں کہ اپنے مارے جانے پر، اس خیال سے کہ کسی کو دکھ پہنچے، راضی ہوئے ہیں۔ جیسے ایک بد بخت صاحب نے اپنے غلام کو اپنے قتل کا حکم کیا۔" شیر نے کہا "وہ کیوں کر ہے؟"

حکایت

شیر کی ماں نے کہا "نقل ہے کہ بغداد میں کسی حاسد کے ہمسائے میں ایک مرد خدا پرست رہتا تھا ؛ لوگ اسے بزرگ جانتے تھے اور اس کی ملاقات سے بہرہ مند ہوتے تھے۔ اس مرد حاسد کا دل پڑوسی کی بزرگی سے جلتا تھا اور

ہمیشہ عقل کو ایک کنارے رکھ کر اس کے ستانے میں کوشش کرتا تھا، اور بہت مکر سوچتا پر کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔ آخر اس معاملے سے تنگ آیا؛ ایک غلام مول لے کر اس پر مہربانیاں بہت سی کرنے لگا اور انعام دینے اور پرورش و خاطرداری میں اس کی مقدور بھر سعی کرنے۔ اکثر خلوت میں کہتا کہ تجھے ایک مشکل کام کے لیے پالتا ہوں، امیدوار ہوں کہ میرے دل کی آرزو کو بر لاوے اور میری خاطر کی فکر کو دور کرے۔ جب ایک مدت گزری اور غلام کو اداے حق اور وفاداری میں مستقل پایا، تب بھید کھولا اور فرمایا "خبردار رہ کہ میرا اس ہمسائے کے ہاتھ سے دم ناک میں آیا ہے، اور میں نے جتنا چاہا اور حیلے اٹھائے کہ اس پر کوئی آفت پڑے، نہ ہو سکا۔ میری زندگی تلخ گزرتی ہے۔ تجھے اس واسطے میں نے پالا ہے کہ آج تو مجھے ہمسائے کے کوٹھے پر لے جا کر مار ڈالے اور وہیں چھوڑ کر چلا آوے۔ جب لوگ فجر کے وقت مجھے موا دیکھیں گے، بے شک اس کو خون کی تہمت سے پکڑیں گے؛ جاہ و مال اس کا غارت ہوگا اور آبرو بھی جاتی رہے گی۔" غلام نے کہا "حضرت! اس خیال سے در گزریے اور اس کام کی تدبیر اور طرح سے ٹھہرائیے۔ اور غرض آپ کی زاھد کا قتل ہے، میں اسے مار ڈالوں اور اس کی طرف سے آپ کی خاطر جمع کروں۔" اس نے کہا "یہ خیال دور دراز ہے، شاید تو اس پر قابو نہ پاوے اور جلد اس کا قتل نہ ہو سکے۔ مجھ میں اب اتنی طاقت نہیں رہی ہے۔ اٹھ اور اس کام کو بجا لا اور وعدے کو وفا کر کے مجھے خوش کر۔ اور یہ خط آزادی اور ایک بدرہ زر کا جو

تیری زندگی بھر کو کفایت کرے ، تجھے دیتا ہوں ؛ لے تا اس شہر سے نکل جائے اور جب تک جیے کسی کا محتاج نہ ہو۔" غلام نے کہا "حضرت ! کوئی دانا یہ خیال ، جو آپ نے کیا ھے ، نہ کرے گا۔ دشمن کی سزا اپنے جیتے جی مقصود ھے ؛ جب آپ جان سے جاتے رھے تو اس کے مارنے میں کیا لذت ملے گی ؟" غلام ھرچند اس طرح کی باتیں درمیان لایا پر کچھ فائدہ نہ ھوا ۔ بے وقوف غلام نے جب خوشنودی اپنے صاحب کی اسی میں دیکھی ، اسے پڑوسی کے گھر کے کوٹھے پر لے جا کر سر کاٹ ڈالا اور خط آزادی و بدرہ زر کا لے کر اصفہان کی طرف رخ کیا ۔ صبح کو لوگوں نے بد نیت خواجے کو اس نیک مرد کے کوٹھے پر کشتہ دیکھا اور اسے پکڑ کر قید کیا ۔ از بس کہ نیک ذاتی اس کی بغداد کے چھوٹے بڑے پر ظاھر تھی ، اس سبب خون اس پر ثابت نہ ھوتا تھا اور اسی طرح قید میں تھا ۔ یہاں تلک کہ بغداد کے ایک بڑے سوداگر کا گزر اصفہان میں ھوا ؛ غلام نے اس کو پہچانا اور ملاقات کر کے اپنے صاحب اور ھمسائے کا احوال پوچھا ۔ سوداگر نے ماجرا بیان کیا اوز خواجے کا مارا جانا اور اس نیک ذات ھمسائے کا قید ھونا شرح وار کہہ سنایا ۔ غلام نے کہا "عجب ظلم اس مرد بے گناہ پر ھوا ، اور یہ برا کام اس کے حسب الحکم مجھ سے سرزد ھوا ھے اور وہ نیک مرد اس بات سے اصلاً خبر نہیں رکھتا ۔" غرض جو کچھ ماجرا گزرا تھا ، غلام نے سب شرح وار اس سے بیان کیا اور سوداگر نے جو کچھ سنا اس پر ایک گروہ کو گواہ کر کے بغداد کے حاکم کے پاس لایا اور اس خدا پرست درویش کو قید سے چھڑایا ۔

فائدہ اس قصے سے یہ ہے کہ بادشاہ کو معلوم ہو
کہ حاسد کہاں تلک درپے ہوتے ہیں ؛ چاہیے کہ دیدۂ عقل
سے نگاہ کرو اور جلدی سے باز آؤ ۔ دو حال سے خالی
نہیں : اگر وہ گروہ لایق قتل کے نہیں ہے تو اپنے حق میں
نیکی کی کہ خون ناحق گردن پر نہ لیا اور اگر ہے تو وقت
ہاتھ سے نہ جائے گا ، اور اس جلدی سے کہ عقل کے نزدیک
زبوں ہے ، باز رہیے گا ۔'' شیر نے ماں سے خیر خواہی کی
باتیں سن کر ہوشیار ہو کر جانا کہ یہ دل سوزی سے
کہتی ہے ، بہتر ہے کہ اس کی بات مانوں اور فریسہ کے
قتل سے درگزروں ۔ اگر یہ تقصیر اس پر ٹھہرے ، تب
بھی اتنے گناہ پر ایسے خیر خواہ کو ضایع نہ کیجیے ۔
جھوٹے باتونی بہت ملتے ہیں اور کم گوی جو خیر اندیش
سچا ہو ، مدت میں ہاتھ لگتا ہے ۔ تب حکم کیا کہ فریسہ
کو حاضر کریں ، اور خلوت میں بلوا کر کہا کہ اگرچہ
سبھوں نے تیرے حق میں نامناسب باتیں کہیں ، پر میں نے
تجھے بارہا آزمایا ہے اور اچھے چال تیرے دیکھے ہیں ۔ تھوڑی
سی اعتراضی جو تجھ پر کی ، ایک مصلحت کے واسطے تھی
اور تیرا استقلال خلق کو دکھانا تھا ؛ کچھ اندیشہ نہ کر ،
اپنے کام پر حاضر ہو اور خدمت گاری میں مشغول رہ ۔
فریسہ نے کہا ''جہاں پناہ نے جو مہربانی میرے حق میں کی ،
شکر اس کا کس زبان سے بجا لاؤں ؛ پر آپ جانیے کہ میرے
دل سے یہ کلفت نہ جائے گی ، جب تلک آپ کوئی ایسی
صورت نہ ٹھہراویں کہ حقیقت اس معاملے کی کماحقہ آپ کے
ذہن نشین ہووے ۔'' کام جوی نے کہا ''کس طرح سے
اس بات کی تحقیق کروں؟'' فریسہ نے عرض کی ''جہاں آپ کی

عقل کام کرے ، مجھے کیا لیاقت ہے کہ وہاں دم ماروں ، پر جو فرماتے ہیں ، عرض کرتا ہوں کہ اگر ان سبھوں سے جنھوں نے یہ باتیں بتائیں ہیں ، جدا جدا پوچھیں اور مناسب حال ہر ایک کے لطف و غضب فرماویں ، اور ایک گروہ جو ان میں سے راست گو ہو ، اس سے زیادہ تحقیق کر کے پوچھیں کہ ایک مدت سے چھوٹے بڑے جانتے ہیں کہ فریسہ گوشت نہیں کھاتا ہے ، باوجود اس کے چوری کی تہمت اس پر لگانے اور ان لوگوں کو جو گوشت سے صبر نہیں کر سکتے ہیں ، چھوڑ دینے کا کیا سبب ہے ؟ یقین ہے کہ جب آپ سختی کریں گے اور جس طرح سمجھیں گے ، کوشش فرماویں گے ، تب اگرچہ سبھوں کی گفتگو سے احوال واقعی معلوم ہوگا ، پر امیدوار ہوں کہ میری راستی بخوبی ظاہر ہو اور بعضے ان میں سے اقرار کریں ۔"
کام جوی نے جب یہ دل چسپ باتیں فریسہ کی سنیں ، اس کی ماں نے جو کچھ کہا تھا ، بہ منزل یقین پہنچا ؛ تب جس طرح ٹھہرایا تھا ، ہر کسی کو عفو کے مژدے سے متوقع کر کے ، قہر و لطف سے پیش آ کر تحقیق کرنے لگا ۔ جب بہت سی سعی کی ، بعضے ان میں سے جو چنداں مکار نہ تھے ، انھوں نے اقرار کیا ؛ اوروں نے بھی ناچار ہو کر ماجرے کو بیان کیا اور شیر کو جو کچھ اُن کے تیور سے معلوم ہوتا تھا ، انھوں نے کہا ۔ شیر غصے ہوا اور چاہتا تھا کہ مفتریوں کو خوب سزا دیوے ، اس کی ماں نے کہا "اے بچے ! جب انھوں کو تو نے امان دی ، اس سے پھرنا آئین سے بعید ہے ۔ پر شکر ہے کہ تجھے اس کام میں تجربہ حاصل ہوا ؛ پھر اسی سے نصیحت لے اور کسی کی باتوں پر کان

نہ رکھ - بہتیرے جھوٹ ہیں جو بظاہر سچ نظر آتے ہیں، اور اکثر وقت اہل غرض امانت دار معلوم ہوتے ہیں۔ زنہار جب تلک کئی جگہ سے اور کئی طوروں سے گناہ کسی کا ثابت نہ ہو، اس کے قتل اور قید کے درپے نہ ہونا۔ اے جواں بخت! جو کوئی تھوڑی سی بدی ظاہر کرے، جب تلک ترازوے عقل میں تولی نہ جائے، نہ سنیو، کیوں کہ اکثر میں نے دیکھا ہے کہ سفلہ آہستہ آہستہ اس حد کو پہنچا ہے جو چارہ پزیر نہیں ہے۔ تو نہیں دیکھتا ہے کہ بڑا دریا جیسے نیل اور فرات اور جیحون کہ ہر ایک اصل میں اگرچہ ایک چھوٹا سا جھرنا ہے، پر اوروں کی مدد سے کہ اس میں ملے ہیں، پار اترنا اس کا بغیر کشتی کے ممکن نہیں۔ پس کسی کی بدگوئی میں، کیا تھوڑی اور کیا بہت، باتیں جو تجھ تک پہنچیں، جب تلک کہ خوب تحقیق نہ ہو، باور نہ کیجیو۔''

کام جوی نے شکر بجا لا کر عہد کیا کہ بغیر دلیل روشن کے کسی کا قصد نہ کروں۔ شیر کی ماں بولی ''اے بادشاہ! وے جو بغیر ایک سبب ظاہر کے دوستوں سے آزردہ ہوویں، ان میں سے آٹھ گروہ ہیں کہ اہل خرد بزرگوں نے ان کی صحبت سے پرہیز کیا ہے۔'' کام جوی نے کہا ''وے آٹھ گروہ کون ہیں؟'' شیر کی ماں نے کہا ''حکما آٹھ شخصوں سے نہیں ملتے ہیں، اور آٹھ گروہ سے ملنا واجب سمجھتے ہیں۔ وے آٹھ کہ جن کی صحبت سے احتراز کیا چاہیے، ان میں سے پہلا وہ ہے جو حق خداوند نعمت کا نہ پہچانے و ناشکری و نمک حرامی کرے۔ دوسرا وہ کہ بغیر ایسے سبب کے کہ عقل جس کو پسند نہ کرے،

غصے میں آوے اور غضب اس پر غالب ہووے - تیسرا وہ جو بڑی عمر اور زمانے کے چین پر مغرور ہو اور اپنے تئیں خالق و مخلوق کے حقوق سے بے نیاز سمجھے - چوتھا وہ جو اپنے کاموں کی بنیاد مکر و فریب پر رکھے - پانچواں وہ جو جھوٹ اور خیانت کی راہ چلے - چھٹا وہ جو شہوت اور ہوا و ہوس میں گرفتار رہے اور اسی کو اپنا مقصد جانے - ساتواں وہ جو بے حیا اور شوخ ہو - آٹھواں وہ جو بے سبب لوگوں سے بد گمانی کرے لیکن اس آٹھ گروہ سے کہ جن سے ملیے اور صحبت ان کی غنیمت جانیے، پہلا وہ ہے جو شکر احسان کو لازم جانے اور کسی کے حق کو نہ بھولے۔ دوسرا وہ جو وفادار ہو اور زمانۂ ناپایدار کی گردش سے رشتہ اس کی دوستی کا نہ ٹوٹے - تیسرا وہ جو راست باز درست اطوار ہووے - چوتھا وہ جو خیانت و شہوت سے پاک رہے - پانچواں وہ جو غصے کے وقت آپ کو ضبط کر سکے - چھٹا وہ کہ محتاجوں کی مراد بر لاوے ، اور جس قدر توانائی رکھتا ہو اوروں سے دریغ نہ رکھے - ساتواں وہ کہ ہمیشہ شرم و حیا سے با ادب ہو - آٹھواں وہ جو خدا کے بندوں کا خیر خواہ ہووے اور دین و مذہب کے خلاف کو خیر خواہی کا مانع جانے - اے بادشاہ! جو صاحب اقبال کہ ان آٹھ شخصوں سے کنارہ کرے اور ان آٹھوں سے ملے، عمر اس کی دراز ہو اور نیک نامی حاصل کرے ، اور اس کی دولت قایم رہے -'' تب شیر کو فریسہ پر زیادہ اعتماد ہوا اور اس کو آگے بلا کر بہت عذر کیا اور کہا ''یہ تہمت تیرے اظہار حقیقت کے لیے آئینہ ہوئی ؛ غم گین نہ ہو اور جو خدمت بجا لاتا تھا ، اس میں

سرگرم رہ ۔‘‘ فریسہ نے کہا ’’جہاں پناہ! کیوں کر مغموم نہ ہوں ؛ اس قول و قرار کو جو آپ نے آگے کیا تھا ، اہل غرضوں کے کہنے پر فراموش کیا ۔ میں نے پہلے ہی زمانے کا مزاج دریافت کر گوشہ اختیار کیا تھا ، اب جو میں نے اپنی آنکھوں دیکھا ، کیوں کر پھر کاروبار میں مشغول ہوں؟‘‘ کام جوی نے کہا ’’اے فریسہ! میں تجھ سے دست بردار نہ ہوں گا ، یہ باتیں تو کیا کرتا ہے؟ اگر سب خیر اندیش یونہیں کہہ کر کنارہ کریں تو اہل جہاں کے کام کا انتظام جاتا رہے ۔ ان باتوں سے جی میں کچھ نہ لا ؛ شکر کہ نہ تجھ سے کچھ خطا ہوئی، نہ نوازش میں قصور آیا ۔‘‘ فریسہ نے کہا ’’جہاں پناہ! بندوبست عالم کا ان لوگوں سے ہوتا ہے جنھوں نے اس راہ میں قدم مارا ہے اور اس بوجھ کے اٹھانے کا حوصلہ انہیں ہے ۔ ہم بے حوصلوں سے کیا ہوسکتا ہے اور کیا کر سکتے ہیں ۔ مجھ میں کہاں تاب ہے کہ بوجھ تہمت کا اٹھاؤں ۔ جہاں پناہ جانتے ہیں کہ جہان بدگویوں اور حاسدوں سے خالی نہیں ، اور جب تلک نوازش بادشاہ کی رہے گی ، حسد بھی رہے گا ۔ اور اس قدر جو آپ بدگویوں کی باتیں سنتے ہیں ، چغل خوروں نے دریافت کیا ہے کہ بادشاہ کے دل کو سہج سے ہاتھ میں لا سکیے ۔ پس کبھی مکر و فریب سے در نہ گزریں گے اور ہر دم ایک حیلہ کریں گے ۔ جب بادشاہ تھوڑی سی چیز میں بدگمان ہووے ، کیوں کر اس کی خدمت میں حاضر رہیے ۔ ایسے صاحب کی خدمت کرنی اپنے جی پر کھیلنا ہے اور یہ آئین داناؤں کا نہیں ۔ بادشاہ جہاں کو چاہیے کہ ہر ایک بات میں برہم نہ ہو اور ہمیشہ اپنے غصے پر غالب رہے ۔

جب تلک دلیل واضح سے تشفی نہ ہو، حکم قتل کا نہ فرماوے۔ اور چاہیے کہ بردبار اور بخشنے والا بڑے گناہوں کا ہووے۔ جیسے یمن کے بادشاہ نے باوجود گناہ عظیم کے اپنے دربان کو رسوا نہ کیا۔" کام جوی نے پوچھا "وہ کیوں کر ہے؟"

حکایت

فریسہ نے کہا "نقل ہے کہ یمن کے بادشاہ نے اپنے دربان کو نظر سے گرا کر اس کا گھر اس پر زنداں کیا تھا۔ آخر افلاس و کم ہمتی سے اس نے ایک تدبیر ٹھہرائی کہ یا تو اس کام کے پیچھے جان جائے گی یا مطالب کو پہنچوں گا۔ تب نوروز کو کہ بادشاہ نے جشن کی بڑی تیاری فرمائی تھی، ایک گھوڑا اور بیش قیمت خلعت کسی دوست سے مانگ کر بادشاہ کے حضور آیا۔ دربانوں نے خیال کیا کہ یقیناً بادشاہ نے اس کا گناہ معاف کر کے عنایت خاص سے سرفراز فرمایا ہے؛ کسی نے اس کو نہ روکا؛ مجلس نشاط میں پہنچا اور ایک اچھی جگہ کھڑا رہا۔ بادشاہ کی محفل میں اس وقت دورہ شراب کا چل رہا تھا اور اہل مجلس سے صحبت رنگین ہو رہی تھی؛ جب دربان کو دیکھا کہ کھڑا ہے، چاہا غصہ کرے اور سزا کو پہنچاوے، پھر دیدۂ خرد سے ملاحظہ کیا کہ ایسی (خوشی[1]) کے وقت اتنی بات پر غصے ہونا اورعیش کی محفل[2] کو برہم کرنا بزرگی کے آئین سے

۱۔ 'عیار دانش' کی عبارت 'در چنیں ہنگام خوشی' ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۷ مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۹۴ء۔

۲۔ عیش کی محفل کو برہم کرنا "بزم شگفتہ را غمگین ساختن" کا ترجمہ ہے۔ عیارِ دانش' صفحہ ۲۴۷ (مرتب)

بعید ہے ۔ آخر اس گنہگار کو بےگناہ سمجھا اور اپنے عیش و خوشی میں مشغول رہا ۔ دربان نے جب بادشاہ کے چہرے کو خوش و خرم دیکھا ، جانا کہ میرے آنے سے گرانی نہیں گزری ہے ، مستعد ہو کر چست و چالاک خدمت بجا لانے لگا ۔ آخر فرصت پا کر ایک بیش قیمت سونے کی رکابی قبا کے اندر چھپا ، اپنے گھر کو لے آیا ۔ بادشاہ یہ بے جا حرکت دیکھتا تھا ؛ دریافت کیا کہ مارے افلاس کے اس نے اس عیب کو آپ پر جائز رکھا ۔ از بسکہ بزرگ منش اور پردہ پوش تھا ، دیکھے کو ان دیکھا سمجھا ۔ مجلس کے تمام ہونے تلک لوگوں نے رکابی کی تلاش کر بہتوں پر تہمت کی ۔ بادشاہ نے اس احوال سے مطلع ہو فرمایا کہ انھوں کو چھوڑ دو ، رکابی انھوں نے نہیں لی ہے ، اور جس نے چرائی ہے وہ پھر نہ دے گا اور جس نے لیتے دیکھا ہے وہ نہ بتائے گا ۔ پھر دوسرے برس نوروز کے جشن میں اسی دربان نے اپنے تئیں جس طرح ہو سکا بادشاہ کی محفل میں پہنچایا ۔ جب بادشاہ کی نظر اس پر پڑی ، اسے آگے بلا کر آہستہ کہا ''شاید رکابی تمام خرچ ہوئی؟'' دربان نے سر نیاز کو زمین پر رکھ کر عرض کی ''جہاں پناہ! یہ کام میں نے جان کر کیا تھا کہ شاید آپ دیکھیں یا اور کوئی اس بات سے مطلع ہو تو مجھے پکڑ کر سیاست کو پہنچاویں کہ میں نے عیال کے واسطے بہت سی تصدیع اٹھائی ہے اور تہی دستی کے سبب جان سے سیر ہوا ہوں ، اور اگر میری بات چھپی رہے ، چند روز سرمایۂ زندگی بہم پہنچے ۔ امید ہے کہ راستی میری کام آوے اور حقیقت ظاہر ہووے ۔'' بادشاہ نے کہا ''سچ کہتا ہے تو، جائے ترحم ہے ۔'' اس پر نوازش کی

اور جو خدمت وہ آگے رکھتا تھا ، پھر عنایت ہوئی ۔

غرض میری اس قصے سے یہ ہے کہ بادشاہوں کی ہمت عالی ہوتی ہے ، کیوں کہ بڑے کاموں کو چھوٹا سمجھتے ہیں اور بڑے گنہگار کو بخش دیتے ہیں ۔ تو جو ذری سی سختی میں برہم ہوتا ہے اور ایسے دولت خواہ سے بدگمان ، یہاں تک کہ حکم قتل کا کرتا ہے ، تیری خدمت میں کیوں کر رہیے ؟" شیر نے کہا "اے فریسہ! تو سچ کہتا ہے ، پر یہ باتیں بہت سخت ہیں ؛ چاہیے کہ نصیحت کی نوش دارو خوش مزہ ہو تا بیمار اس کو بہ آسانی کھاوے ۔ اکثر بیمار جانتے ہیں کہ ہماری صحت دوا کھانے میں ہے پر اس کے کڑوے اور بے مزہ ہونے کے سبب اسے نہیں کھاتے ہیں اور بیماری اپنے اوپر گوارا کرتے ہیں ۔ کسی نے کہا ہے کہ جو کوئی میٹھی باتوں میں دل لے جائے ، اس منہ سے جواب تلخ کس لیے دے ۔" فریسہ نے جواب دیا کہ راست بازوں کی باتیں اگرچہ بہ ظاہر تلخ ہیں ، پر پھل اس کا میٹھا ہے ۔ جو کوئی سچ باتیں نہ مانے اور خوشامد سنے ، وہ عقل مند نہیں ۔ شکر ہے کہ جہاں پناہ جس طرح سرداری میں بڑے ہیں ، دانائی میں بھی کہ وسیلہ بزرگی کا ہے ، یکتا ہیں ۔ ظاہر ہے کہ میری باتوں کو دلیری و بے ادبی پر قیاس نہ کریں گے ۔ غرض اس بات سے دو کام ضرور ہیں : ایک یہ کہ مظلوموں کی خو ہے کہ درد دل اپنا حاکم زمان سے ظاہر کرتے ہیں ، تا مشکل آسان ہووے اور سررشتہ خوشی کا ہاتھ لگے ۔ دوسرا یہ کہ بہ سبب رعیت پروری و غریب نوازی کے جو آپ کمال دانش و بینش سے کرتے ہیں ، خلق پر ظاہر

هووے کہ میری تلخ گوئی کو خاطر میں نہ لا کر درد دل کو پہنچے ہیں، یہاں تلک کہ اس سے اور مظلوموں کو تقویت ہوگی۔ کام جوی نے کہا ''یہ بات سچ ہے، پر باوجود ھجوم عام کے سوچنا میرا اس کام کو اور تجھے چھوڑ دینا، بعد اس کے کہ حکم قصاص کا کیا تھا، میری دور اندیشی و عدالت کی دلیل روشن ہے، اور ایسی ہی مہربانی جو میں نے تیرے حق میں کی، یقیناً بے کسوں اور غریبوں کی امید کا موجب ہوگا۔'' فریسہ بولا ''میں تمام عمر میں بادشاہ کی مہربانی کا شکر بجا نہ لا سکوں گا، اور نوازشیں جو میری پرورش میں ہوئی ہیں، مدتوں میں اس کے شکر کے عہدے سے نہ نکلوں گا، اور یہ خاص مہربانی جو سبب میرے جینے کا ہوا، کیوں کر شکر اس کا کروں۔ میری غرض ان درد آمیز باتوں سے نہ یہ ہے کہ بادشاہ کی عقل کو اس کام میں خطا کی طرف نسبت کروں یا کوئی عیب بادشاہ کی رائے روشن کو لگاؤں۔ میں تو اخلاص مند بندوں سے ہوں، کس طرح ایسا کروں؛ پر مطلب میرا زمانے کا گلہ تھا کہ دولت خواہ دانا، ہنر مند، بے دشمن نہیں ہوتے ہیں اور داناؤں نے حسد کا کچھ علاج نہیں ٹھہرایا ہے کہ زخم دل کا مرہم ہوسکے۔'' کام جوی۔ کہا ''اگرچہ کوئی بے دشمن نہیں، پر تو جانتا ہے کہ جھوٹ بے رونق ہے اور حاسد جلد بلا میں پھنستے ہیں۔ چاہیے کہ بعد اس کے تو اپنی خاطر کو پریشان نہ کرے اور حاسدوں کے سبب دل گیر نہ ہووے۔ مجھے ایک تازہ تجربہ بہم پہنچا ہے اور اہل جہاں کو تھوڑا سا میں نے پہچانا ہے۔ جس کام پر تو تھا، اسی کام میں مشغول رہ۔'' فریسہ نے کہا ''تب بھی میں ڈرتا

هوں ؛ ایسا نہ ہو کہ دشمن فرصت پا کر پھر نہ حسد سے، بلکہ بہ طور نصیحت کے بادشاہ کی خاطر کو پھیریں ۔" شیر نے کہا کہ پھر کس طرح سے دخل کریں گے؟ فریسہ نے عرض کی "وقت پا کر بعضے بد باطن جو بہ ظاہر دوست ہیں، خیرخواہی کے پردے میں کہیں کہ فلانے کے دل میں کچھ وحشت آ گئی ہے؛ جس روز سے بادشاہ نے حکم اس کے قتل کا کیا ہے، تب سے ہمیشہ چاہتا ہے کہ فتنے برپا کرے ۔ اور گروہ کہ بہ ظاہر صاف اور باطن میں سکر و کدورت سے بھرا ہوا ہے، اس طرح سے بات بناوے کہ فلانا بہ سبب بزرگی و جاہ و جلال کے کہ بادشاہ نے اس پر نوازشیں بہت سی کی ہیں، مست و مغرور ہو کر ایسا بہکا ہے کہ آپ کو بھول گیا ہے، بڑے بڑے خیال اپنے دل میں کرتا ہے ۔ اور ایک یوں ظاہر کرے کہ از بسکہ فریسہ اس جناب سے آزردہ خاطر ہے، جو کچھ اس کے حق میں کہتے ہیں، اگر سچ نہ ہو تو تب بھی لایق اعتماد نہیں (رہتا۔رہا[۱]) ہے ۔ دور و نزدیک سے ایسی باتیں آپ کے سمع مبارک میں پہنچیں، بعید نہیں کہ آپ کو بھی میرے حق میں بد گمانی ہو، اس لیے کہ بادشاہ نڈر نہیں رہتے ہیں اس ملازم سے کہ جس پر ظلم ہوا ہو، اپنے درجے اور رتبے سے گرا ہو، منصب سے تغیر ہوا ہو، یا اس دشمن کو کہ جو اس سے ادنٰی تھا، عالی درجہ کیا ہو ۔" کام جوی نے کہا "تدبیر اس کی کیا ہے اور چغل خوروں کو کیوں کر اس سے باز رکھیے؟" فریسہ نے کہا "علاج اس کا عقل مندوں کے نزدیک آسان

---

۱ ۔ کاغذ کرم خوردہ ہے، لفظ بالکل نہیں پڑھنے میں آتا؛ 'رہتا' یا 'رہا' دونوں قیاساً لکھے گئے ہیں۔ (مرتب)

ہے ۔ حیلہ ان کا کچھ اصل نہیں رکھتا ہے ، نمایش کے سوا نہیں ۔ عقل مند جانتا ہے کہ بعد ایسے کاموں کے اعتقاد بڑھتا ہے ، اس لیے کہ خاوند کے دل میں کسی تقصیر کے سبب اگر کچھ دغدغہ تھا ، جب اپنے کو کام فرمایا اور مناسب حال سزا دی ، بے شک وہ خلش دل سے جاتا رہا ۔ اور نوکر کے دل میں اگر کچھ ڈر تھا ، جب سزا کو پہنچا ، اس کی خاطر جمع ہوگئی اور بلا سے چھوٹا ۔ خلاصہ سخن کا یہ ہے کہ دانا جھوٹ اور سچ میں فرق کر سکتے ہیں اور بغیر ایک جہت کے نوکروں سے بدگمان نہیں ہوتے ہیں ۔"

شیر نے پوچھا "نوکروں سے بدگمانی کی صورتیں کتنی ہیں ؟" فریسہ نے جواب دیا " تین : پہلی یہ کہ جو رتبہ ان کا ہے ، بے موجب اس سے گرائیے ، دوسری یہ کہ دشمن اس کے درپے ہوں اور بادشاہ کی بے التفاتی کے سبب اس پر غالب آویں ۔ تیسری یہ کہ مال و اموال جو جمع کیا ہو ، بادشاہ کی نامہربانی کے باعث ہاتھ سے جاتا رہے ۔" کام جوی نے کہا "علاج اس کا کیوں کر ہے ؟" فریسہ نے کہا "ایک چیز سے ، وہ یہ ہے خاوند کی خوشنودی بہم پہنچاوے تا اعتماد اس پر ہووے اور جس رتبے سے گر گیا ہے ، پھر اس کو پہنچے اور دشمن قوی بھی سزا پاوے ، اور مال جو تلف ہوا ہے ، پھر ملے کہ جان کے سوا سب چیزوں کا بدلا مل سکتا ہے ، خصوص بزرگ بادشاہوں کی خدمت میں ۔ اور جب آپ نے میرے حال پر توجہ کی ہے ، اس بلا کے گرداب سے میں نکلا ہوں ، اور بہ سبب اخلاص درست اور اچھی خدمت کے رضا مندی بادشاہ کی حاصل ہوئی ، پھر خطرہ دشمن سے نہیں کرتا ہوں ، لیکن ان سب باتوں پر یہ امید رکھتا

ہوں کہ قبلۂ عالم مجھ غریب کو معذور رکھ کر پھر کبھی خدمت کے دام میں نہ پھنساویں اور چھوڑ دیں کہ اس جنگل کے کونے میں بیٹھ آپ کی دعا میں مشغول رہوں اور خدا کی رضا حاصل کروں ۔'' کام جوی نے کہا ''میری مرضی یہ ہے کہ تو پھر دل مضبوط کر کے کاروبار میں دخیل ہووے ۔ اور یقین جانیو کہ تیری نیک ذاتی اور خوبیاں معلوم ہوئی ہیں کہ بے التفاتی کے وقت اخلاص میں مستقل اور نوازش و مہربانی کے ایام میں بھی تو ثابت قدم ہے ۔ راستی و قناعت تیری سبھوں پر معلوم ہے ۔ کسی طرح کی نامناسب باتیں تیرے حق میں نہ سنوں گا ۔'' فریسہ نے کہا، ''سعادت ازلی موقوف آپ کی رضا پر ہے ۔ اگر مرضی بادشاہ کی یہ ہے کہ پھر خدمت میں کمر باندھوں، چارہ کیا ہے ۔ اور جب اس کام میں نیک نیت ہوں، امید ہے کہ دشمن راندے جائیں گے ۔'' غرض اپنے کام میں مشغول ہوا ۔ ہر گاہ خوشنودی بادشاہ کی جو خدا کی رضا کا نمونہ ہے، حاصل کی، ظاہر و باطن کا کامیاب ہوا ۔

یہ ہے قصہ بادشاہوں کا ۔ جو کچھ ان میں اور ان کے ملازموں میں چلن ہوتا ہے، اور غضب کے بعد مہربانی پر آتے ہیں، تب جہان کے کام کا بندوبست ہوتا ہے ۔ میری خاطر میں یوں گزرتا ہے کہ اگر تمہید اس باب کی غضب سے لطف کی طرف رجوع کرنے میں ہوتی، مناسب تھا، کیوں کہ عفو اور بخشش گناہ کو لازم ہے اور جب دامن فریسہ کا آلودگیٔ جرم سے پاک تھا، ذکر کرنا اس سرنامے کا اور اس داستان کا بے حقیقت ہے ۔

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ ہندوستان میں فریسہ نام

ایک گیدڑ تھا؛ عقل کی رہبری سے دروازہ حرص کا بند کر
قناعت اختیار کی تھی اور خویش و آشنا سے کنارہ کر کے
ہمیشہ زہد و ریاضت میں رہتا تھا اور کسی جان دار کو
نہ ستاتا تھا ۔ اسی جنگل میں کام جوی نامی ایک شیر تھا کہ
وہاں کے تمام جانور اس کے حکم (میں[1]) تھے ۔ آوازہ فریسہ
کی نیک ذاتی و دانش مندی کا جب اس کے کان میں پہنچا،
اس کو اپنے حضور طلب کیا ۔ فریسہ بادشاہی حکم کو
خدا کا فرمودہ جان کر ملازمت کو گیا ۔ کام جوی اس کی
دل پسند باتیں سن کر سمجھا کہ بڑا دانا ہے، بہتر ہے کہ
ملک کے کاروبار اس کو سونپیے، اور اسے نوکر رکھنے کا
ارادہ کیا ۔ تب اس نے کہا ”اے بادشاہ! مہربانی کر کے
مجھے اس تکلیف سے معاف رکھ؛ میں نے دنیا سے کنارا کیا
ہے، اور پھر گوشے کو چھوڑ کاروبار میں آؤں گا، میری حالت
وہ ہوگی کہ ان مکھیوں کی ہوئی جو طشت کے گرد بیٹھی تھیں
اور چھیپی کی آفت سے شہد میں گریں ۔“ کام جوی نے کہا ”تو
عقل مند ہے، آپ انصاف کر کہ دنیا میں رہنا اور اہل جہان
کے کام کو سر انجام کرنا اور بے غرض مظلوموں کی فریاد
کو پہنچنا بہتر ہے یا ایک گوشے میں بیٹھنا اور اپنے کو
ایسے کاموں سے معطل رکھنا؟“ فریسہ نے کہا ”مجھے یہ
اندیشہ ہے کہ بادشاہ کے مقرب اور دولت خواہ حسد
لے جاویں ۔ حسد وہ بیماری ہے کہ جس کی دوا مردان خدا کے
سوا کوئی نہیں کر سکتا ۔ اور بدخواہ دولت کے بھی سعی
کریں؛ اس خیال پر کہ شاید ہماری صلاح درست سے کام

---

۱ ۔ ’میں‘ قیاساً لکھا گیا ہے، اس لیے کہ کاغذ کرم خوردہ ہے
اور لفظ پڑھنے میں نہیں آتا ۔ (مرتب)

بنے - پس جب یہ صورت ہو ، یقیناً دل بادشاہ کا رنجیدہ ہووے اور دین دنیا میری خراب ہو -'' کام جوی نے اچھے جواب دیے اور خواہ مخواہ اس کو خدمت پر مقرر کیا اور روز بروز درجہ اس کا زیادہ ہونے لگا ، یہاں تک کہ تمام کاروبار اپنا اس کو سونپا - وہ بھی کاردانی و دل سوزی سے اچھی خدمتیں بجا لانے لگا - دربار کے چھوٹے بڑوں کو حسد ہوا ، یہاں تلک کہ سب متفق ہوئے اور ہر ایک نے ایک مکر کر کے فریسہ کو خیانت کی تہمت لگائی - بادشاہ اس بات کو سوچتا تھا کہ یہ کام کیوں کر ہوا - ایک سیاہ گوش جو مقربان درگاہ سے تھا اور نیک ذاتی میں مشہور، اس نے کہا ''جہاں پناہ ! کس لیے ایسے تقصیر وار کے قتل میں دیر فرماتے ہیں ؟ بادشاہوں نے بندوبست ملک کے واسطے محبوب سے دل اٹھایا ہے ؛ چنانچہ بغداد کے حاکم نے اپنی اس معشوقہ کو کہ جس کی محبت میں دنیا کے کاروبار چھوڑ دیے تھے ، کیوں کر ہلاک کیا - جہاں پناہ ! اگر آپ اس تقصیر وار کو قتل نہ کریں گے، کیا کیا فتنے ہیں کہ عالم میں نہ ہوں گے -'' شیر کے دل میں اس بات نے جگہ کی - فرمایا ''فریسہ کو سیاست گاہ میں لیے جا کر قتل کریں -'' جب یہ خبر شیر کی ماں کو پہنچی وہ مغموم ہوئی اور سمجھی کہ حاسدوں نے اس کے حق میں کچھ (فریب کیا ہے[1]) ، وونہیں کسی کو جلاد کے پاس

۱- 'فریب کیا ہے' قوسین میں اس وجہ سے لکھا گیا ہے کہ کاغذ کیڑوں نے کھا لیا ہے - عیار دانش کی عبارت یہ ہے : 'حاسداں درکار فریسہ اندیشیدہ اند' ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۱ ، مطبوعہ نول کشور ، کانپور ۱۸۹۳ع (مرتب)

بھیجا کہ میں شیر کے پاس جاتی ہوں ، جو بات فریسہ کی پاک دامنی کی میں جانتی ہوں ، کہوں گی ۔ زنہار جب تلک میں پھر کہلا نہ بھیجوں ، اس کے قتل میں جلدی نہ کرنا ۔ غرض اس نے آپ شیر کے پاس جا کر خوبی و راست بازی اس کی بیان کی اور کہا ”اے بادشاہ اس کے قتل میں جلدی نہ کر اور ٹک سوچ کہ موا ہوا پھر نہیں جی سکتا ہے ۔ تو نہیں جانتا ہے کہ حاسدوں نے حسد کی شامت سے اپنے ہلاک کا قصد کیا ہے ، اور کی جان تو کیا چیز ہے ۔ چناں چہ اس سوداگر نے غلام کو اپنے قتل کا حکم کیا اور اس نے بہ موجب اس کے ، اسے اس نیک مرد ہمسائے کے کوٹھے پر مار کر ڈال دیا تا خون کی تہمت سے بےچارے کو جو کہوں پہنچے ۔ تب شیر خواب سے چونکا اور عقل دور اندیش کی رہبری سے اس مقدمے کو تحقیق کیا اور تہمت دریافت کرکے فریسہ کو بلا کر بہت سی مہربانی کی ؛ پھر فرمایا کہ جس طرح آگے کاروبار کرتا تھا سو کر اور کچھ خطرہ جی میں اپنے نہ لا ۔ فریسہ نے عرض کی ”اے بادشاہ! میں کیوں کر اس کام کو قبول کروں ؛ ذری سی تقصیر میں کہ سبھوں نے مجھ پر تہمت کی تھی ، آپ نے قتل کا حکم کیا ؛ بادشاہوں کو چاہیے کہ نیک کردار نوکروں کے بڑے گناہ معاف کریں ، جس طرح یمن کے حاکم نے اپنے نوکر کو سونے کا طباق چراتے دیکھ کر پردہ پوشی کی ۔“ کام جوی نے بھلی باتیں ، اچھی نصیحتیں کہہ سن کر پھر ملک کا اس کو کام دیا ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہوں نے اپنے مغضوبوں پر پھر مہربانیاں کی ہیں اور نظر سے گرائے ہوؤں کو پھر ترقی بخشی ہے ، جیسے کام جوی نے فریسہ کو نوازا ۔

بارھواں باب

اعمال کے بدلا پانے میں

راے دابشلیم نے بیدپاے حکیم پر آفرین کی اور کہا ''تیری دانش بھری باتوں سے میں بہرہ مند ہوا ؛ اب بیان کر حالت اس شخص کی جو اپنے فائدے کے لیے دوسرے کے زیان سے پرہیز نہ کرے۔'' بید پاے نے کہا ''اے صاحب اقبال ! جس کا دل دانا اور جس کی آنکھ بینا ہے، اپنا زیان اوروں کے نفع کے لیے جائز رکھتا ہے اور ہرگز اپنا فائدہ غیر کے ضرر میں نہیں چاہتا ہے، کیوں کہ بھلے برے کا ثمرہ دنیا ہی میں ملتا ہے اور بہشت و دوزخ جو عوام کے ڈرانے کے واسطے اس جہان میں ٹھہرایا ہے، وہ ایک بات ہے غرض آمیز اور جاہل فریب۔ زنہار کہ عدالت کے آئین میں آج کا معاملہ کل تلک رہے اور نقد کا عوض نسیہ ہووے؛ یہی دنیا ہے جو عقل مندوں کے حق میں بہشت ہے اور یہی دنیا ان ریاکار بد کاروں کے حق میں جن کا دیدۂ خرد بند ہے، دوزخ ہے۔ جو کوئی جس بیج کو بووے، جلد پھل اس کا پاوے۔ پس جو کوئی نیکی چاہتا ہو، سوا تخم نیکی کے نہ بووے، اور جو بدی کرے، ثمرہ اس کا بدی ہی ملے۔ اگر چند روز کسی حکمت کے واسطے اسے سزا نہ ملے، مغرور نہ ہو۔ اگر تو کامل دور اندیش نہیں ہے کہ اپنا پاؤں درمیان میں نہ لاوے

اور اوروں کے بھلے برے میں مشغول نہ ہووے ، بارے اوروں کے حق میں بدی روا مت رکھ کہ نیکی اور بدی تیری ھی طرف پھرے گی ۔ اور تو خوب دیکھ کہ اپنے حق میں کیا برا کام کرتا ھے ۔ اور اگر کوئی چاھے کہ اپنی بدکاری مکر سے چھپاوے اور حیلہ و فریب سے اپنے کو لوگوں میں نیک مشہور کرے ، ھرگز فائدہ مند نہیں ھوتا ھے ۔ اور وہ مانند اس شخص کے ھے جو اندرائن بووے اور لوگوں سے کہے ، میں نے گنے بوئے ھیں ؛ آخر سوائے اس کے جو بویا ھے ، نہ اُگے ۔ جھوٹ اور بدنامی اس کی بدکاری پر زیادہ ہووے ۔ اس مقام کے مناسب قصہ شیر صف شکن اور مرد شیر افکن کا ھے ۔" رائے نے پوچھا "وہ کیوں کر ھے ؟"

حکایت

بیدپاے حکیم نے کہا "نقل ھے کہ حلب کی سرحد میں ایک جنگل تھا ؛ اس میں درخت بہت سے تھے اور چشمے بھی جا بجا جاری ۔ ایک شیر وھاں کا حاکم تھا ؛ ھمیشہ ناحق خون کیا کرتا ، اپنے منہ اور پنجوں کو بے گناہ جانوروں کے خون سے آلودہ رکھتا ۔ ایک سیاہ گوش جو اس کی درگاہ کا ملازم تھا ، مآل کار کو سوچ کر چاھتا تھا کہ اس کی ملازمت چھوڑے اور نامرادی کے گوشے پر قناعت کرے ؛ نہ مقدور سچ کہنے کا رکھتا تھا ، نہ تاب ناحق کے دیکھنے کی ؛ اسی سبب سے اپنے دل میں اندیشہ ناک تھا کہ یکایک اس نے جنگل کے کنارے دیکھا کہ ایک چوھا بڑی منتوں سے کسی درخت کی جڑ کاٹ رہا ھے ؛ درخت زبان حال سے کہتا ھے کہ اے ظالم ! کیوں تو

میری جڑ کھودنے میں کوشش کرتا ہے ؟ چوہا اس کے
نالہ و زاری پر متوجہ نہ ہوکر کاٹنے میں مشغول تھا کہ
ناگاہ ایک سانپ گھات کر کے چوہے کو نگل گیا ۔ سیاہ گوش
کو اس احوال سے اور تجربہ حاصل ہوا اور جانا کہ موذی
سوائے اذیت کے ثمرہ نہیں پاتا ہے ۔ اسی حالت میں سانپ
چوہے کو کھا کر ایک درخت کے تلے کنڈلی مارے بیٹھا تھا ،
ایک سیہ نے آکر سانپ کی دم کو منہ میں لے اپنے سر
کو بدن کے کانٹوں میں چھپا لیا ۔ سانپ تڑپ تڑپ کر
ہر دم اپنے تئیں اس پر دے دے مارتا تھا ، یہاں تلک کہ
تمام بدن اس کا کانٹوں سے چھد گیا اور ہزاروں خرابیوں
سے موا ۔ سیاہ گوش کو ایک اور عبرت ہوئی ۔ جب سانپ
مر گیا ، خارپشت نے سر نکالا اور جو کچھ کھانے کے
لائق تھا ، کھا کر پھر سر کو چھپا لیا ۔ سیاہ گوش اپنے
دیدۂ عبرت بیں کھول کر منتقم حقیقی کے انصاف کا تماشا دیکھتا
تھا کہ یک بارگی کوئی لومڑی بھوکی وہاں پہنچی اور اس
سیہ کو جو اس کا لقمۂ تر تھا ، اس صورت میں دیکھ کر
سمجھی کہ آزار خار کے سبب گل کی بو سونگھ نہ سکیے ۔
آخر کسی فریب سے سیہ کو پچھاڑ کر اس کے پیٹ پر موتا ۔
خار پشت نے خیال کیا کہ مینہ برستا ہے ، سر باہر نکالا ،
وونہیں لومڑی لپکی اور اس کا سر جدا کر ڈالا اور جتنا چاہا
کھایا ۔ چنانچہ سوائے چمڑے کے کچھ نہ چھوڑا ۔ اور
ہنوز لومڑی نے کھانے سے فراغت نہ کی تھی کہ ایک کتا
وہاں آ نکلا اور لومڑی کو چیر پھاڑ ڈالا اور ایک کنارے
سو رہا ۔ اچانک ایک چیتا نمود ہوا ، اس نے کتے کو توڑ
ڈالا ؛ ہنوز کام اس کا تمام نہ کیا تھا کہ ایک شکاری آ پہنچا اور

تیر دل دوز جو چیتے کی طرف چلایا تو اس کے دھنے پہلو پر لگا اور بائیں پہلو سے نکل گیا۔ شکاری نے جلدی پوست اس کے بدن سے کھینچا۔ اس میں ایک سوار پہنچا اور چاہا کہ پوست کو اس سے چھین لیوے۔ شکاری لڑنے پر مستعد ہوا؛ سپاھی نے شمشیر آب دار سے سر اس کا جدا کیا اور چمڑے کو لے کر چلا۔ کئی قدم گیا تھا کہ گھوڑے نے ناخن لیا[۱]؛ سوار زمین پر گر پڑا اور گردن اس کی ٹوٹ گئی۔ سیاہ گوش کو کمال عبرت ہوئی اور شیر کی خدمت سے جدائی دل میں ٹھان کر اس کے حضور گیا اور اس بیشے سے جانے کی رخصت مانگی۔ شیر نے فرمایا کہ تو میرے سایۂ دولت میں آرام سے رہتا ہے، یہاں سے جانے کا سبب کیا ہے اور کام چھوڑنے کی جہت کون سی ہے؟ اس نے جواب دیا ''قبلۂ عالم! میرے دل میں ایک خیال آیا ہے اور ایک سوچ جی میں پیدا ہوا ہے کہ چھپانے میں اس کے گناہ ہے اور ظاہر کرنے میں جان کا خطرہ۔ اگر پیر مرشد ایک عہد کریں، جو کسی طرح وہ نہ (ٹوٹے[۲]) اور (میری) تسکین ہو تو سچ سچ بیان کروں؟'' شیر نے اس کو امان دے کر قسمیں کھائیں؛ سیاہ گوش نے عرض کی ''جہاں پناہ! ہمیشہ آپ کی نیت جان داروں کے ستانے پر ہے اور خاطر بے پروا آپ کی بے گناہوں کے مارنے پر دلیر ہے۔ نہ آپ سمجھ کر کام کرتے ہیں،

۱۔ 'گھوڑے نے ناخن لیا' 'اسپ بہ‌سر در آمد' کا ترجمہ ہے۔ عیار دانش ص ۲۵۳۔ (مرتب)

۲۔ 'ٹوٹے' 'میری' یہ دونوں لفظ قیاساً لکھے گئے ہیں، اس جگہ پر کاغذ کرم خوردہ ہے۔ (مرتب)

نہ کوئی ایسا ہے کہ نصیحت آمیز باتیں آپ سے کہے اور اس کام سے باز رکھے ۔" شیر اس بات سے جو اس کے مزاج کے موافق نہ تھی ، برہم ہوا ، پر اُس وقت عہد کیا تھا اور عالی منشی نہ چاہتی تھی کہ پیماں شکنی ہووے، ناچار صبر کیا اور کہا "تو تو ظلم سے محفوظ ہے ، پھر کنارا کرنے کی وجہ کیا ہے ؟" سیاہ گوش نے کہا "دو سبب ہیں: ایک یہ کہ مجھے ظلم کے دیکھنے کی تاب نہیں اور مروت نہیں چاہتی ہے کہ مظلوموں کا نالہ و آہ سنوں ۔ دوسرا یہ ہے کہ مبادا شامت اس کام کی جو آپ نے اختیار کیا ہے ، آپ پر پڑے اور میں بھی اس آگ میں جلوں ۔" شیر نے کہا "تو نے جہان نہیں دیکھا ہے اور تجربہ نہیں کیا ہے ؛ بدی اور شامت تو نے کیوں کر دریافت کی اور نیک کام کی جزا کس سے سیکھی؟" سیاہ گوش نے کہا "اے بادشاہ! جس کو خدا نے عقل سے بہرہ دیا ہے جو کچھ کہ (خلقت برسوں[1]) میں سمجھے وہ فوراً دریافت کر لیتا ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جو شخص بدی کا بیج بووے ، سوائے زیان و پریشانی کے ثمرہ نہ پاوے ، اور جو کوئی نیکی کا درخت اُگاوے، میوہ نفع و آسایش کا حاصل کرے ۔ عقل‌مند بزرگوں نے اس دنیا کو جو جائے مکافات ہے ، پہاڑ سے تشبیہ دی ہے کہ جو کچھ بھلا برا اس سے کہیے، وہی جواب سنیے۔ اور باوجود اس کے کہ عقل خدا داد کی مدد سے میں اس بات کو

۱- 'خلقت برسوں' یہ دونوں لفظ قیاساً لکھے گئے ہیں ، کاغذ کرم خوردہ ہے اور الفاظ صاف پڑھنے میں نہیں آتے۔ عیاردانش کی عبارت یہ ہے 'آں چہ مردم در بسیاری سال دانند' عیار دانش صفحہ ۲۵۳ مطبوعہ ۱۸۹۳ع نول کشور کانپور ۔ (مرتب)

سمجھا تھا ، آج مکافات اور بدلے کو اپنی آنکھوں دیکھا ۔ تب اس نے قصہ چوہے ، سانپ ، سیہ ، لومڑی ، کتے ، شکاری اور سوار کا جو دیکھا تھا ، عرض کیا کہ اس جائے مکافات میں ہر کسی نے اپنے کیے کی سزا پائی ۔'' شیر اس سبب سے کہ مغرور تھا ، سیاہ گوش کی نصیحت کو افسانہ سمجھا ۔ جب اس نے جانا کہ میری دولت خواہی کچھ مفید نہیں ہے اور سوائے زیان کے کچھ نفع نہیں کرتی ہے ، آہستہ آہستہ باہر نکلا ؛ شیر غضب میں آ کر اس کے ڈھونڈنے کو چلا ۔ سیاہ گوش نے اپنے تئیں ایک جھاڑی میں چھپایا ۔ شیر نے اس کا پیچھا چھوڑ کر آگے بڑھا ؛ دیکھا کہ ہرن کے دو بچے جنگل میں چر رہے ہیں اور ان کی ماں انہیں پیار کر رہی ہے ۔ شیر نے ان کے پکڑنے کا قصد کیا ۔ ہرنی چلاّئی کہ اے بادشاہ ! میرے بچوں کے شکار کرنے سے تجھے کیا فائدہ ہوگا ۔ میری آنکھوں سے ان کی جدائی میں آنسو نہ بہوا اور میرے دل کو جگر گوشوں کے فراق کی آگ سے مت جلا ۔ آخر تیرے بھی بچے ہیں ، ٹک اس کو سوچ کہ انہیں بھی ایسا ہی کچھ درپیش ہوگا جو میرے بچوں پر ہوتا ہے ۔ شیر نے اس کی فریاد نہ سنی اور اس کے بچوں کو کھا گیا ۔ ہرنی سامنے سے بھاگ کر اپنے بچوں کی جدائی کے غم میں گھبرائی ہوئی دوڑتی پھرتی تھی ؛ یک بارگی سیاہ گوش کے پاس جا پہنچی اور ڈیڑیں مارنے لگی ؛ تب اس نے تسلی کی باتیں درمیان لا کر کہا ''کچھ غم نہ کھا کہ تھوڑے سے عرصے میں اس کی سزا شیر کو ملے گی ۔'' قضارا شیر کے دو بچے تھے کہ ان کے دیکھنے سے اس کی آنکھوں میں دنیا روشن تھی ۔ جس وقت اس نے ہرن کے بچوں کا قصد

کیا تھا ، کوئی شکاری اس کے تھل میں جا کر ان دونوں بچوں کو مار کر کھال کھینچ لے گیا تھا ۔ جب شیر شکار کر کے اپنے بیشے میں آیا ، اپنے بچوں کو اس حال میں دیکھ کر چلایا اور نالہ و زاری اس طرح کرنے لگا کہ وہاں کے سارے جانور اس کی آہ و فغاں سے بے قرار ہوئے ۔ شیر کے ھمسائے میں ایک گیدڑ پرھیز گار گوشہ نشیں تھا ؛ ماتم پرسی کو آیا اور کہا ''صبر کیجیے ! کس نے بوی وفا کی اس گل زار ناپایدار سے سونگھی؟ اور کس کو اس سے راحت پہنچی کہ پھر اس نے اذیت نہ کھینچی ! اے جہاں پناہ ! ذرا اضطراب چھوڑیے اور گوش ہوش کو کھولیے ؛ کتنی ایک باتیں کارخانۂ الٰہی کی بیان کروں ، اور تھوڑی سی بے وفائی اس بے اعتبار دنیا اور زمانۂ بے وفا کی سناؤں ۔'' شیر نے جب گوش نصیحت شنو سے باتیں اس کی سنیں ، ذرا تسکین ہوئی ۔ گیدڑ نے جو دیکھا کہ وہ خواب غفلت سے چونکا اور باتوں کے سننے میں مشغول ھے ، دلیروں کی طرح آگے بڑھا اور کہا ''جہاں پناہ ! ھر ایک آغاز کا ایک انجام ھے؛ جب وہ وقت پہنچے، پل مارنے کی فرصت نہ ھووے؛ اور ھر ایک غم کے بعد خوشی اور ھر نفع کے بعد زیاں ھے؛ بہر صورت خواھش خدا پر راضی ھوا چاھیے اور آہ و نالہ کو کہ آئین کم ظرفوں کا اور شیوہ کمینوں کا ھے ، چھوڑیے ۔'' شیر نے کہا ''اے دانائے دور اندیش ! تو سچ کہتا ھے ، پھر کبھی بے صبری نہ کروں گا اور قضائے الٰہی پر راضی رھوں گا ۔ لیکن جو بدی پہنچی ھے ، کچھ نہ کچھ اس کا سبب ھوگا ؛ کہہ کہ یہ آفت میرے بچوں پر کہاں سے پڑی اور سبب اس بلا کا کیا ھے؟'' گیدڑ نے کہا ''یہ بھی

تمہارے سبب سے ہے ، کیوں کہ جو کچھ سلوک اس تیر (انداز[1]) شکاری نے تم سے کیا ، وھی سلوک صد چند تم نے اوروں سے کیا ہے ۔ اور یہ حال تمہارا اس لکڑھارے کے قصے کے مانند ہے ، جس نے کہا تھا کہ آگ میری لکڑیوں کو کہاں سے لگی ؟'' شیر نے کہا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

گیدڑ نے کہا ''نقل ہے کہ اگلے زمانے میں ایک ظالم تھا کہ غریبوں کی لکڑیاں ظلم سے مول لیتا اور جتنے مول کی ہوتیں اس سے قیمت بہت کم دیتا اور آپ مہنگی کر کے دولت مندوں کی سرکار میں بیچتا ۔ غربا اس کے ظلم سے عاجز ہوئے تھے اور دولت مند بھی تنگ آئے تھے ۔ ایک دن اس نے ایک محتاج بے بس کی لکڑیاں ظلم سے مول لیں اور آدھی قیمت دی ۔ وہ مظلوم خدا کی درگاہ میں آہ و نالہ کرنے لگا ۔ اس میں کسی صاحب دل نے اس احوال سے مطلع ہو کر اس ظالم کو نصیحت کی اور کہا ''ظلم کرنا اور کسی کا حق مار رکھنا دوں ھمتی و بے مروتی ہے ، اس کے سوائے ناخوشی خدا کی بھی ہوتی ہے ، علاوہ یہ کہ اسی دنیا میں سیکڑوں رسوائی سے بدی کی سزا آسے ملتی ہے ؛ خصوص ان بے چاروں پر ظلم کرنے سے جو سوائے درگاہ خدا کے کوئی آسرا نہیں رکھتے ھیں ۔ ایسی بد سلوکی نہ کر کہ اس حال سے شتابی بلا میں گرفتار ہوگا ۔'' وہ ظالم جو شراب غفلت کا نشا اپنے دماغ میں رکھتا تھا ، اس کی راست گوئی و

۱۔ 'خرد افروز' میں یہاں پر کاغذ کرم خوردہ ہے لیکن عیاردانش کی عبارت یہ ہے 'صیاد تیر انداز'۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۹۴ع ۔ (مرتب)

نیک اندیشی سے برهم هوکر بولا که ان باتوں سے مجھے درد سر نه دے اور ان افسانوں سے رنجیده نه کر، اور خفا هوکر اپنے گھر گیا ۔ از بسکه مآل کار ظالموں کا اچھا نہیں هے، قضاے الٰہی سے اسی رات لکڑیوں کے ڈھیر میں آگ لگی اور وهاں سے گھر تلک پہنچی ؛ جو کچھ اسباب تھا جل کر خاک هو گیا ۔ فجر کے وقت اپنے دوستوں میں بیٹھ کر افسوس مال کا کرتا تھا اور کہتا تھا که یه آگ کہاں سے لگی ؟ وه درویش که جس نے اگلے روز نصیحت کی تھی ، وهاں آیا اور کہا ”اے ظالم! اب تلک تو نے نہیں معلوم کیا هے که یه آگ مظلوموں کے دل کے دهوئیں کی هے ۔ اس کے جو طالع یاور تھے ، اس بات نے دل میں اس کے تاثیر کی ، شرمنده هوکر کہنے لگا ”سچ هے که بیج ظلم کا جو میں نے بویا تھا ، اس کا ثمره مجھے ملا ۔“ آخر اس زبردستی سے در گزرا اور ظلم چھوڑ دیا ۔

اے شیر! یه قصه میں نے اس لیے کہا تا جانے تو که جو بلا تیرے بچوں پر پڑی ، بدلا اس کا هے جو تو نے اوروں کے بچوں پر ڈالی هے ۔ ان مظلوموں نے اپنے سروں کو پتھر پر پٹک پٹک صبر کیا تھا ۔ پس جس طرح اوروں نے تیرے ظلم سے صبر کیا هے بہتر هے که تو بھی اوروں کے ظلم سے صبر کرے ۔“ شیر نے کہا ”اے شغال دانا! اس بات کو صاف کہه ۔“ گیدڑ نے کہا ”تیری عمر کتنی هے؟“ جواب دیا ”چالیس برس کی ۔“ پوچھا ”اتنی مدت تلک کیا کھاتا تھا؟“ کہا ”جانوروں کا گوشت ۔“ گیدڑ نے کہا ”جن جانوروں کا گوشت تو نے اتنی مدت کھایا هے ، کیا ان کے ماں باپ ، خویش ، دوست کوئی نه تھا که اس

حالت جاں گداز کے غم سے آہ و نالہ کرتا ۔ اگر اس روز ان کی غم گینی کا خیال کر کے تو خوں ریزی سے باز رہتا ، تیری آج کے دن یہ حالت نہ ہوتی ۔ تو نے جو خلق پر رحم نہیں کیا ہے ، کیوں کر تجھے آسائش ہو ۔ اور جب اوروں کے دل تیرے ظلم سے نالاں ہیں ، کون تیری جان مجروح پر مرہم رکھے ۔ اگر یہ ظلم نہ چھوڑے گا ، مستعد رہ کہ بہت سی اذیتیں دیکھے گا ۔ شیر کو گیدڑ کی باتیں خوش آئیں اور سمجھا کہ میں نے اپنی عمر عزیز کو جاہ و جلال کی مستی اور خوشامد گویوں کی صحبت میں برباد کیا ، اب جو بہار جوانی گئی اور خزاں پیری آئی ، باقی زندگی کو غنیمت جانیے ، پیروی عقل کی کیجیے ، رضا خدا کی بہم پہنچائیے ؛ غرض گوشت کھانا موقوف کر کے میووں[1] پر قناعت کی اور طریقہ جان آزاری کا چھوڑا ۔ جب گیدڑ نے دیکھا کہ شیر میوے کھانے لگا ، اور ہمیشہ اگر اسی طرح کھایا کرے گا تو جنگل جلد میووں سے خالی ہو جائے گا اور جس قدر جانوروں کے ایک برس کی خورش ہے ، دس روز میں کھا جائے گا ، مغموم ہو پھر شیر کے پاس آ کر کہا ”جہاں پناہ ان دنوں کیا شغل رکھتے ہیں؟“ جواب دیا کہ دنیا ترک کر کے صرف تر و خشک میووں پر قناعت کی ہے ۔ (گیدڑ نے کہا[2]) ”ایسا نہیں ہے جو آپ فرماتے ہیں ، بلکہ اس میں نقصان زیادہ ہے ۔“ شیر نے کہا ”کیوں کر کسی کا زیان مجھ سے ہوتا ہے؟ میں تو اپنے منہ اور پنجوں کو کسی کے خون سے آلودہ نہیں

۱- مطبوعہ نسخہ ۱۸۱۵ع میں میؤں ہے (مرتب)

۲- یہ عبارت نقل ہونے سے رہ گئی تھی - عیار دانش کی عبارت یہ ہے : ”شغال گفت“ - (ادارہ)

کرتا ہوں ۔'' (گیدڑ نے کہا)' ''تو اپنی روزی سے ہاتھ اٹھا کر اور جانوروں کی روزی کھاتا ہے ۔ اگر میوے اس جنگل کے یوں ہی کھایا کرے گا، دس روز میں تمام ہوجائیں گے ، اور وہ جانور کہ یہ آن کے برس دن کا قوت ہے ، مارے بھوک کے مر جائیں گے ؛ گناہ اس کا تیری گردن پر رہے گا اور قیامت کے دن سزا اس کی تجھے ملے گی ۔ میں ڈرتا ہوں کہ تیری حالت اس سوّار (سؤر) کی سی نہ ہو جائے کہ جس نے بندر سے بہ زور میوہ چھین لیا تھا ۔'' شیر نے کہا ''وہ کون کر ہے ؟''

حکایت

گیدڑ نے کہا ''نقل ہے کہ کسی وقت میں ایک بندر نے بخت کی رہبری سے دنیا چھوڑ گوشہ اختیار کیا تھا اور ایک جنگل کے کنارے رہتا تھا ۔ اس جنگل میں کتنے ایک درخت انجیر کے تھے ؛ اپنے دل میں سوچا کہ جان‌دار کو خورش ضرور ہے ، اور یہاں سوائے انجیر کے کوئی چیز نہیں ملتی ؛ اگر تمام انجیر کچے پکے کھا جائیے ، جاڑے کے ایام میں بے برگ و نوا رہنا ہوگا ۔ کوئی بات بہتر اس سے نہیں ہے کہ ہر روز ایک درخت کے سارے انجیر توڑوں اور جتنے چاہیے اتنے کھاؤں ، باقی کو سکھلا کر ایک کونے میں رکھ چھوڑوں کہ گرمی کا موسم بھی چین سے گزرے اور جاڑے میں بھی فراغت رہے ۔ غرض اسی طرح کئی درختوں کے انجیر توڑے ؛ تھوڑے اس میں سے کھائے اور باقی جمع کر رکھے ۔ ایک دن کسی درخت پر چڑھ کر کچھ کھاتا اور کچھ رکھتا تھا کہ یک بارگی ایک سوّار (سؤر) کسی شکاری کے

۱۔ یہ قوسین کی عبارت نقل ہونے سے رہ گئی تھی ۔ عیاردانش کی عبارت یہ ہے : ''شغال گفت'' ۔ (ادارہ)

ھاتھ سے بھاگ کر وھاں آنکلا ، اور جس درخت کو دیکھتا تھا میوہ نہ پاتا تھا ، یہاں تلک کہ اس درخت کے تلے آیا کہ جس پر بندر چڑھ کر انجیر توڑ رھا تھا ۔ جب بندر کی نظر سوار(سؤر) پر پڑی، گھبرایا اور دل میں کہنے لگا کہ یہ کالی بلا کہاں سے آئی ۔ سوار(سؤر) بندر کو دیکھ کر رسم دعا و سلام کی بجا لایا اور بولا ''ھم اس دشت میں مسافر ھیں ، تو کچھ ھماری مہمانی کرے گا ؟'' بندر نے گرم جوشی سے جواب دیا کہ پہنچنا آپ کا اس نامراد کے مکان میں مبارک ھوجیو ! اگر آپ کا آنا مجھے پہلے سے معلوم ھوتا تو اتنی خجالت اور شرمندگی مجھے نہ ھوتی اور میں سر انجام مہمانی کا بخوبی تیار کرتا ۔ اس نے کہا ''تکلف کیا ضرور ھے ، راھی ھوں ، جو کچھ حاضر ھو لائیے ۔'' بندر نے ناچار ھو کر انجیر کے درخت کو ھلایا ، اس نے پیٹ بھر کر کھائے ۔ جب کہ درخت پر اور زمین پر کچھ نہ رھا، بندر کی طرف متوجہ ھو کر کہا کہ اے یار عزیز ! ابھی بھوکا ھوں ، اور ایک درخت ھلا ۔ بندر نے ناچار ایک درخت اور ھلایا ؛ ایک دم میں اس درخت کے میووں سے بھی کچھ نشان نہ رھا ؛ تب اس نے ایک اور پیڑ کی طرف اشارہ کیا ؛ بندر نے کہا ''اے مہمان عزیز! (طریقہ[۱]) انصاف کا نہ چھوڑ کہ میں نے جو کچھ تیری نذر کیا ، میرے ایک مہینے کا قوت تھا ، مجھے اور قدرت نہیں ھے ۔ سوار (سؤر) نے غصے ھو کر کہا ''یہ جنگل مدت سے تیرے تصرف میں ھے ، اب ایک دم کے واسطے مجھے مختار کر ۔'' بندر نے جواب دیا کہ غضب میں آنا بادشاہ کی شان کے

۱۔ کاغذ کرم خوردہ ھے ، لفظ پڑھا نہیں جاتا 'طریقہ' قیاساً لکھا گیا ھے ۔ (مرتب)

مناسب نہیں ؛ جفا سے درگزریے اور ظلم سے ہاتھ اٹھائیے کہ ناتوانوں کے ستانے کا ثمرہ خوب نہیں ہے ۔ وہ یہ بات سن کر اور غصے ہوا اور بولا کہ ابھی تجھے درخت سے نیچے ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ سزا چاہیے، دیتا ہوں ۔ یہ کہہ کر درخت پر چڑھا تا کہ بندر کو تلے گرا دے ؛ پہلی ٹہنی پر چڑھا تھا کہ ٹوٹ گئی ، وہ سر کے بل گر پڑا اور مر گیا ۔

یہ قصہ میں نے اس لیے کہا کہ تو بھی اوروں کے میوے زبردستی سے کھاتا ہے ۔ اگر وے مر جاویں تو وبال اس کا تجھ پر پڑے گا اور ان کے بال بچوں کے جی میں تیری دشمنی پیدا ہوگی ؛ وے ہمیشہ تجھے عیب لگائیں گے اور تجھے بدنام کریں گے ۔ سوائے اس کے یہ کون سی دانائی ہے کہ تو تن پروری میں مشغول رہے اور دنیا میں بدنام ہووے ۔ اگر تو تن آسانی چھوڑے اور صرف اوقات بسری کیا چاہے تو بقائے حیات کے واسطے بہت سی چیزیں ہیں ۔،، جب شیر نے یہ باتیں سنیں ، میوے کھانے سے بھی کنارا کیا ، گھاس اور پانی پر قناعت کی اور خدا کی رضا جوئی میں مشغول ہوا ۔

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ دنیا جائے مکافات ہے ؛ جو کوئی جو کچھ سلوک اوروں سے کرے ، اسے بھی وہی درپیش ہو ۔ چنانچہ شیر دل آزاری و خوں خواری کے درپے تھا ؛ سیاہ گوش نے ہر چند دوست خواہی سے نصیحت کی ، مفید نہ ہوئی ، اور اس نے قصہ چوہے ، سانپ ، سیہ ، لومڑی ، کتے ، چیتے، شکاری اور سوار کا جو اپنی آنکھوں دیکھا تھا کہہ سنایا اور عرض کی کہ اے جہاں پناہ ! چوہے نے درخت کی جڑ کاٹی اس لیے سانپ کا طعمہ ہوا اور

سانپ نے جو اسے ستایا ، سیہ کا لقمہ ہوا اور سیہی نے جو سانپ کو مارا تو لومڑی کے دام فریب میں پھنسی اور لومڑی نے اس سیہ کو کھایا اس لیے اس بھوکے کتے نے اسے ہلاک کیا اور کتا بہ سبب اس ظلم کے چیتے کے چنگل سے پھاڑا گیا ۔ چیتا اس موذی پنے کی شامت سے نشانہ تیر اجل کا ہوا ۔ شکاری نے اس بے رحمی کے سبب جان اپنی دی ۔ سوار اس خون ناحق کے سبب گھوڑے پر سے گرا اور گردن اس کی ٹوٹ گئی ۔ شیر از بسکہ مغرور تھا ، سیاہ گوش کی باتوں کو افسانہ جان کر غضب میں آیا ؛ سیاہ گوش جب سمجھا کہ سچ باتیں نہیں سنتا ہے ، جان کے ڈر سے اس نے کنارہ کیا ۔ شیر جب اس کی تلاش کو نکلا تا کہ خوب سزا دیوے ، راہ میں دو ہرن کے بچے نظر آئے ، اس نے جو حملہ ان پر کیا تو جہان ان کے ماں باپ کی آنکھوں میں اندھیر ہو گیا ۔ جس وقت ان بچوں کے کھانے میں مشغول تھا ، ایک شکاری نے شیر کے تھل میں جا کر اس کے دونوں بچوں کو جو نور چشم و سرور دل تھے ، مار ڈالا ۔ جب وہ اپنے بیشے کو پھر آیا اور بچے موئے پائے ، ہوش جاتا رہا اور آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا بے اختیار رونے لگا ۔ پھر وہ گیدڑ جو اس کا مقرب درگاہ تھا ، ماتم پرسی کو آیا اور عرض کی ”جہاں پناہ! دنیا کے کارخانے میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے ، بغیر رضائے الٰہی کے نہیں ہے ، پس علاج اس کا صبر ہے ، بلکہ راضی و شاکر ہو کر زیست کیجیے ۔“ شیر نے پوچھا ”اے دانائے مہربان! کچھ جانتا ہے تو کہ یہ آفت مجھ پر کس لیے پڑی ؟“ گیدڑ نے کہا ”یہ سب شامت تیرے اعمال کی ہے ۔ جو سلوک اس تیر انداز نے

تیرے ساتھ کیا ہے ، صد چند تو نے اوروں سے کیا ہے ۔ نہیں سنا ہے تو نے کہ ایک لکڑھارا ظلم سے لکڑیاں لوگوں کی سستی لیتا اور مہنگی بیچتا ؛ آخر ایک شب اس کے گھر میں آگ لگی اور جو کچھ اسباب تھا سب جل گیا ۔ ازبسکہ اپنی بد ذاتی اور بدنہادی سے غافل تھا ، آشناؤں سے پوچھتا تھا کہ یہ آگ کیوں کر لگی اور اس کا سبب کیا ہے؟ ایک مرد زندہ دل نے جواب دیا کہ مظلوموں کی آہ کی آگ لگی ہے ۔ یہ تیرے کیے کی سزا ہے جو پیش آئی ۔'' ازبسکہ سعادت شیر کی ذات میں تھی ، گیدڑ کی باتوں نے دل میں اس کے تاثیر کی اور عہد کیا کہ پھر کسی جانور کو نہ ستاؤں اور جنگل کے تر و خشک میوے سے دن کاٹوں ۔ جب تھوڑے دن اسی طرح گزرے ، گیدڑ نے سوچا کہ اگر بادشاہ اس جنگل کے میوے کھائیں گے ، تمام جانوروں کے برس روز کے قوت کو کئی دن میں آخر کر دیں گے اور جانور مرنے لگیں گے ۔ تب پھر شیر کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ یہ کیا حرکت ہے جو پرہیزگاری میں آپ نے اختیار کی ہے ، مگر نہیں سمجھتے ہیں کہ اس جنگل کے میوے سب جانوروں کی خوراک ہیں ؛ اگر اسی طرح آپ کھایا کریں گے تو تمام جانور بھوک سے مر جائیں گے اور شامت اس کی آپ پر پڑے گی ، جس طرح اس سوار کی حالت ہوئی کہ جس نے بندر کے انجیر چھین کر کھائے اور اپنی جان کھوئی ۔ شیر نے اپنے بخت بیدار کی مدد سے باتیں گیدڑ کی سنیں اور عہد کیا کہ پھر میوے نہ کھاؤں ، گھاس اور پانی پر قناعت کروں اور خدا کی یاد میں مشغول ہو کر باقی عمر کاٹوں ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کوئی بیج ظلم کا بووے، زیان کاری کے سوائے اسے کچھ حاصل نہ ہووے، اور جو درخت نیکی کا لگاوے، میوہ آسایش کا توڑے ۔ دنیا کو مکافات میں (پہاڑ[۱]) سے تشبیہ ہے کہ بھلا برا جو کچھ اس کو کہیے وہی اس سے سنیے، جیسے وہ شیر جو خون خواری کے درپے تھا، قضارا ایک تیرانداز شکاری نے سزا اس کو دی اور بچوں کو اس کے مارا ۔ دانا کو چاہیے کہ حسن و جوانی و دنیا و دانش اور ہنر مندی کی مستی سے ہشیار ہو کر عقل مندوں کی چال اختیار کرے اور سب جگہ سب لوگوں کے ساتھ مہربانی سے سلوک رکھے اور جناب الٰہی سے مدد چاہے تو سب کام اس کا بخوبی سر انجام ہووے ۔

۱- 'پہاڑ' کا ذکر اس سلسلے میں پہلے بھی آ چکا ہے، نیز 'عیار دانش' کی عبارت یوں ہے 'جہاں را در مکافات بکوہ تشبیہ کردہ اند، صفحہ ۲۵۹ - (مرتب)

تیرھواں باب

بہ سبب زیادہ طلبی کے اپنے کام سے باز رہنے کے بیان میں

رائے دابشلیم نے بیدپائے حکیم سے پوچھا کہ جو کچھ تم نے کہا ، میں نے اسے بخوبی سمجھا اور فائدہ آٹھایا ؛ اب کہیے کہ جو کوئی قدم اپنے درجے سے باھر رکھے اور قدر مقدور سے زیادتی کا خیال کرے ، حالت اس کی کیا ہوتی ہے ؟ برھمن نے کہا "اے شاہ عقل‌مند ، صاحب اقبال ! خدا نے ہر شخص کو اس کے حال کے مناسب ایک کام کے لیے خلق کیا ہے ؛ چاہیے کہ آدمی ہمیشہ عقل دور اندیش کی صلاح پر کام کرے ، اور جو کام کہ اپنے کو لائق اس کے جانے آہستہ آہستہ اسے کمال کو پہنچاوے اور جو کچھ کہ اس کے حوصلے میں نہ آوے اور اپنے تئیں سزاوار اس کا نہ جانے ، ہوا و ہوس سے بڑھ کر اس کی کوشش نہ کرے کہ اس کا آخر بدنامی اور ثمرہ اس کا خرابی ہے ۔ قصہ اس گوشہ نشین فقیر اور ہوس پیشہ مہمان کا اس مقام کے مناسب ہے ۔" رائے نے پوچھا "وہ کیوں کر ہے ؟"

حکایت

بیدپائے حکیم نے کہا "نقل ہے کہ قنوج کی سرحد میں ایک گوشہ نشین ہرزہ گردی ترک کر کے خدا کی یاد میں رہتا تھا اور جو کچھ غیب سے اسے روزی ملتی ،

اس میں مسافروں کی مدارات کرتا ۔ ایک روز کوئی مسافر اس کے یہاں آترا ؛ وہ گوشہ نشین ، جیسے رسم اہل کرم کی ہے ، خوش ہوا اور خندہ پیشانی سے پیش آیا اور گرم جوشی سے پوچھا ''تو کہاں سے آیا اور کہاں جائے گا؟'' مہمان نے جواب دیا ''میرا قصہ بہت بڑا ہے ؛ اگر تیرے دل پر ملال نہ آوے، تھوڑا سا بیان کروں ۔'' جواب دیا ''کہہ تا تجھ سے فائدہ آٹھاؤں ۔'' مہمان نے کہا ''اے درویش! میں فرنگی ہوں اور پیشہ میرا نان پزی ہے ۔ ایک زمیندار میرا دوست تھا ، جب کچھ اناج مجھے درکار ہوتا وہ مجھے دیتا اور پیسے اس کے کئی بار کر کے ایک مدت میں لیتا ۔ مجھے سہل ہوتا ۔ ایک روز مجھے اپنے باغ میں دعوت کر کے لے گیا ؛ شرایط آشنائی کے بجا لانے کے بعد مجھ سے پوچھا کہ اوقات تیری کیوں کر گزرتی ہے اور پونجی تیری کس قدر ہے اور منفعت کیا ہوتی ہے ؟ میں نے احوال اپنا بیان کیا کہ میری دوکان کا مایہ بیس خروار غلہ ہے اور جو نفع ہوتا ہے وہ دس بارہ سے زیادہ نہیں ہے اور اتنا میرے اہل و عیال کو کفایت کرتا ہے ۔ زمیندار نے کہا ''میں سمجھتا تھا کہ تیرے پیشے میں منفعت بہت ہے ، پر غلط تھا ۔'' میں نے کہا ''اے خواجہ! تیرا پیشہ کیا ہے ؟ پونجی کتنی اور نفع کس قدر ہے؟'' جواب دیا کہ میرے کام کی پونجی کم اور منفعت بہت ہے ۔ تھوڑے بیج بوتا ہوں ، بہت سا محصول ہاتھ لگتا ہے اور میں اس کام میں ہزاروں کی منفعت پر بھی قناعت نہیں کرتا ہوں ۔'' تب میں حیران ہوا ۔ دھقان نے کہا ''تعجب نہ کر ، اس کام میں منفعت بہت ہوتی ہے ۔ ایک دانہ خشخاش کا کہ سب دانوں سے چھوٹا ہے ، جب اچھی

زمین میں پڑے اور آگے ، قریب بیس شاخوں کے ہووے بلکہ زیادہ ۔ اور ہر ایک کے سرے پر ایک پوست کا ڈوڈا ہووے کہ حساب اس کے دانوں کا کوئی نہ جانے۔ اسی سے جانیے کہ منفعت میرے کام کی بے حساب ہے ۔'' جب دھقان سے یہ باتیں سنیں ، خیال کشت کاری کا میرے دل میں آیا ؛ دوکان داری موقوف کر کے زراعت کے سر انجام میں مشغول ہوا ۔ اور میں جس محلے میں رہتا تھا ، وھاں ایک بڑا عقل‌مند درویش تھا ؛ اس نے جو سنا کہ میں نے پیشہ اپنا چھوڑ دیا ، مجھے بلا کر ملامت کرنے لگا اور کہا ''اے خلیفہ! تیرا جو پیشہ ہے اسی پر قناعت کر اور زیادہ طلبی چھوڑ دے، کیوں کہ حرص بری بلا ہے اور آخر کو ذلیل کرتی ہے ۔'' میں نے کہا ''مجھے اس کام میں چنداں نفع نہیں ۔'' درویش نے کہا ''اتنی عمر تو نے اسی میں صرف کی اور اوقات بسری تیری اسی سے ہوئی ہے ، بہتر ہے کہ باقی عمر بھی اسی میں کاٹ ۔ زیادہ طلبی کی طلب نہ کر اور پیشہ اپنا نہ چھوڑ ، نہیں تو تیری حالت وہ ہوگی جو اس کلنگ کی ہوئی ۔'' میں نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

درویش نے کہا ''نقل ہے کہ ایک دھوبی کسی جھیل کے کنارے کپڑے دھویا کرتا تھا اور ہر روز ایک کلنگ کو دیکھتا کہ اس کے کنارے بیٹھ کر چھوٹے چھوٹے کیڑوں کو جو وھاں پیدا ہوتے تھے ، پکڑتا اور اسی پر قناعت کر کے اپنے گھونسلے کو چلا جاتا ۔ ایک دن ناگاہ تیز پر باشہ نمود ہوا اور ایک بٹیر کو شکار کر کے تھوڑا سا کھایا اور باقی چھوڑ کر چلا گیا ۔ کلنگ اپنے دل میں

سوچا کہ یہ جانور باوجود اس چھوٹے پن کے بڑے بڑے جانوروں کو شکار کرتا ہے اور میں باوصف اس بڑاپے کے ایک ادنٰی چیز پر قناعت کرتا ہوں ؛ یقیناً یہ میری پست ہمتی ہے ۔ تب کیڑے کھانا چھوڑ کے کبوتر اور بٹیر کے شکار کا منتظر رہنے لگا ۔ دھوبی دور سے تماشا دیکھا کرتا تھا ۔ اتفاقاً ایک کبوتر نظر آیا ، کلنگ اُڑا اور اس کے دبوچنے کا ارادہ کیا ۔ وہ اس کے آگے سے اڑ کر چلا گیا ۔ کلنگ جو اس کے پیچھے لگا تو جھیل کے کنارے گر پڑا اور پاؤں دلدل میں پھنس گئے ؛ ہر چند زور مارا کہ وہاں سے نکلے ، اس کے پاؤں اور بھی گڑ گئے اور پر و بال کیچڑ سے لتھر پتھر ہوگئے ۔ دھوبی دوڑا اور اسے پکڑ کر اپنے گھر لے چلا ۔ راہ میں ایک دوست اس کا ملا ، اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کیوں کر ہاتھ لگا؟ دھوبی نے کہا ''یہ کلنگ ہے، چاہتا تھا کہ باشے کا کام کرے آخر اپنے تئیں برباد کیا ۔''

اس قصے کے کہنے سے غرض میری یہ ہے کہ ہر کسی کو چاہیے کہ پیشہ اپنا نہ چھوڑے اور بڑھ نہ چلے۔ از بسکہ طمع مجھ پر غالب تھی ، اس کی نصیحت میں نے نہ سنی ، اپنے کام کو بیچ کر تھوڑی سی پونجی جو تھی اس کو کھیتی کے سر انجام میں صرف کر دیا اور بیج مول لے کر بویا[1] اور زراعت کرنے لگا۔ اس حال میں زندگی میرے قبائل اور مجھ پر وبال ہوئی ۔ نان پزی کی دوکان میں روز روز

۱۔ 'بیج مول لے کر بویا' مترجم نے ترجمے میں تصرف کیا ہے ۔ عیار دانش کی عبارت یہ ہے : 'تخم خربزہ کاشتم' ملاحظہ ہو صفحہ ۲۶۱ ، مطبوعہ نول کشور کان پور ۱۸۹۴ء (مرتب)

جس قدر خرچ ہوتا تھا ، ترت ملتا تھا ؛ اب ایک مدت انتظار ضرور ہے ۔ تب سوچا کہ میں بھولا جو اس بزرگ دانا کی بات نہ منی ؛ اب روزی سے عاجز ہوں[1] ۔ صلاح اس میں یہ ہے کہ قرض لوں اور پھر روٹی کی دوکان کروں ۔ تب شہر کے بڑے آدمیوں میں سے ایک کے پاس گیا اور کچھ قرض لے کر دوکان گرم کی ؛ نوکروں میں سے ایک کو اس کام پر چھوڑ کر آپ کبھی کبھی شہر کے باہر جاتا ، خبر کھیتی کی لیتا اور کبھی بازار کو آتا ۔ جب دو تین مہینے گزرے ، ان نوکروں نے خیانتیں کیں ، یہاں تلک کہ دوکان میں سود و اصل سے کچھ باقی نہ رکھا اور جو کچھ کہ میں نے بویا تھا ، اس پر آفت آسمانی پڑی اور جتنا خرچ ہوا تھا اس کے دس حصے کا ایک حصہ بھی حاصل نہ ہوا ۔ آخر نوبت میری بے سامانی و پریشانی کو پہنچی ۔ اس ماجرے کو میں نے اسی درویش سے کہا ؛ اس بزرگ خیر خواہ نے ہنس کر کہا ''حالت تیری ٹھیک اس ادھیڑ مرد کی سی ہے جس نے تمام داڑھی اپنی رنڈیوں کے ہاتھ نچوائی ۔ میں نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

درویش نے کہا ''نقل ہے کہ ایک شخص کے دو جوروان[2] تھیں ، ایک بڑھیا دوسری جوان اور وہ

۱- 'اب روزی سے عاجز ہوں' 'اکنوں بروزمرہ درماندہام' کا ترجمہ ہے - عیار ۲۶۱ (مرتب)

۲- 'جورو' کی جمع ' الف اور نون ' کے ساتھ اب استعمال میں نہیں ، نیز لکھے پڑھے اب یہ لفظ استعمال ہی نہیں کرتے ۔

آپ ادھیڑ[1] تھا ۔ دونوں جوروؤں کو برابر چاھتا ، رات دن گھر میں رھتا ۔ اور یہ اس کا معمول تھا کہ جب گھر میں آتا جورو کے زانو پر سر رکھ کر سو رھتا ۔ ایک دن بڑھیا جورو کے گھر میں آیا ، موافق عادت کے سر اس کے زانو پر رکھ کر سوگیا ۔ بڑھیا نے اس کے چہرے اور بالوں کی طرف دیکھا، دل میں اپنے سوچی ، بہتر یہ ھے کہ اس مرد کی داڑھی میں جتنے سیاہ بال ھیں ، چن ڈالوں ، تا داڑھی اس کی تمام سفید دکھائی دے اور اس جوان رنڈی کو چاہ نہ رھے اور جب مرد اس کی بے التفاتی دیکھے ، اس کی صحبت سے کنارہ کرے ، پھر ھمیشہ مجھ سے مشغول رھے ۔ غرض جس قدر ھو سکا سیاہ بال اس کی داڑھی سے اکھاڑے ۔ دوسرے روز وہ مرد جوان رنڈی کے گھر گیا اور اپنے سر کو اس کی گود میں رکھ کر سو رھا ۔ اس عورت کے دل میں بھی وھی خیال جو اس بڑھیا نے کیا تھا ، گزرا ، تب اس نے بھی جس قدر ھو سکا سفید بالوں کو اکھاڑا ۔ جب اسی طرح کئی دن گزرے ، تھوڑے سے عرصے میں داڑھی کا نشان بھی باقی نہ رھا ۔ مرد نے یہ بات دریافت کر کے بہتیرا سر دے دے مارا ، کچھ فائدہ نہ ھوا ۔ تیری حالت بھی ویسی ھی ھے ۔ کچھ سرمایہ روٹی کی دوکان میں صرف کیا اور کچھ زراعت کے کام میں گنوایا ؛ اب تو نہ معیشت کے تنور میں تو کوئی روٹی رکھتا ھے ، نہ کشت زندگی سے کچھ

۱۔ ' وہ آپ ادھیڑ تھا' 'و خود دو موی بود' کا ترجمہ ھے۔ ملاحظہ ھو عیار دانش صفحہ ۲٦۱ مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۹۳ع (مرتب)

ذخیرہ تو نے جمع کیا ہے۔'' جب یہ قصہ میں۔ سنا ، جانا کہ درویش آگاہ دل سچ کہتا ہے ۔ میں نے خطا کی کہ اس کی بات نہ سنی۔ اور قرض خواہوں نے مجھے تنگ کیا اور میرا ہاتھ خالی تھا ، کیوں کر ان کی تسلی کرتا ۔ اس شہر سے میں بھاگا اور جا بہ جا حیران و پریشان پھرا کیا۔ ایک مدت کے بعد جب میں نے سنا کہ اہل و عیال میرے مر گئے اور میرا اسباب قرض خواہوں نے اپنے اپنے قرض میں لگا لیا ، وطن کے جانے سے ناامید ہوا۔ اب اسی ارادے پر پڑا پھرتا ہوں کہ کسی اہل دل کے نزدیک پہنچوں اور اپنے کام کی مدد چاہوں۔ یہ ہے میری سرگذشت جو عرض کی۔'' اس گوشہ نشین عقل مند نے اس کی باتوں سے راستی دریافت کر خوش ہو کے کہا کہ اگرچہ اذیت تو نے کھینچی ہے پر تجربہ حاصل ہوا ؛ اُمید یہ ہے کہ پھر غم تیرے گرد نہ پھرے گا۔ چند روز یہاں رہ تو یک بارگی رنج تیرے دل سے جاتا رہے۔ القصہ مہمان اس صاحب خانہ کی ملاقات سے خوش ہوا۔ اور وہ گھر والا ایک شخص تھا قوم بنی اسرائیل سے۔ اگرچہ بہت زبانوں سے واقف تھا پر عبری[1] جو اس کی اصل زبان تھی ، خوب جانتا تھا۔ ہمیشہ خواص و عوام سے اسی زبان میں باتیں کرتا۔ اور فرنگی مہمان اگرچہ عبری زبان نہ جانتا تھا ، پر کمال فصاحت کے سبب

۱- عیاردانش میں دونوں جگہ پر 'عبری' کے بجائے عربی ہے 'امالغت عربی موروثی نیکوتر میدالستی' لیکن انوار سہیلی میں عبری ہی ہے 'زبان عبری نیکودانستی' ملاحظہ ہو عیار دانش صفحہ ۲۶۲ اور انوار سہیلی صفحہ ۳۰۷ ، مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۰ع۔ (مرتب)

اس کو وہ زبان خوش آتی ، اس لیے بعد چند روز کے اس زبان کا مشتاق ہوا اور سیکھنے کا ارادہ کر کے اس گوشہ نشین زبان دان سے التماس کیا کہ مجھے تعلیم کر۔ اس نے کہا ''کیا مضایقہ کہ تجھے اس سے واقف کر کے جہالت دور کروں ، پر یہ بات خاطر میں گزرتی ہے کہ فرنگی اور عبری سے بہت تفاوت ہے ، مبادا اس کے سیکھنے میں تجھے کچھ اذیت پہنچے اور بہت محنت سے یاد نہ کر سکے تو اپنی زبان بھی بھولے اور یہ زبان بھی سیکھ نہ سکے ؛ اس صورت میں میری اوقات ضائع اور تیری بھی برباد ہوگی۔'' مہمان نے کہا ''جو کوئی کسی کام کی طلب میں قدم رکھتا ہے، ہرگز محنت سے نہیں ڈرتا ہے۔ اور بعید نہیں کہ جب میں محنت کروں ، راحت کو پہنچوں ، اور سکھانے والا بھی اجر پاوے ، خواہ میں سیکھوں یا نہ سیکھوں۔ جیسے اس شکاری نے بہ سبب تھوڑی تکلیف کے جو دانش آموزی کے لیے کھینچی ، بہت سی نعمت حاصل کی۔ درویش نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

مہمان نے کہا ''نقل ہے کہ ایک مرد غریب شکار کیا کرتا ؛ پرندے اور مچھلیوں کے شکار سے دن کاٹتا ؛ ایک دن جال بچھایا تھا اور ہزاروں محنت سے تین پرندوں کو دام کے پاس لا گھات لگائے بیٹھا تھا کہ یک بارگی شور و غل سنا اور اس ڈر سے کہ مبادا جانور یہ شور سن کر اڑ جاویں ، کمین گاہ سے نکلا ؛ دیکھا کہ دو طالب علم آپس میں بحث کرتے ہیں ؛ شکاری ہر چند زاری کرتا تھا کہ شور نہ کرو ، کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔

ندان بہت خون جگر کھا کر ہر ایک کو ایک ایک چڑیا دینا قبول کرکے جال کھینچا اور پرندوں کو پکڑا ۔ دونوں طالب علم اپنا اپنا حصہ مانگنے لگے ۔ شکاری نے ہر چند منت و زاری کرکے کہا کہ سرمایہ میری زندگی کا یہی جانور ہیں ، جب ان میں سے دو تمہیں دوں تو میں اپنی اوقات کیوں کر بسر کروں ؟ انہوں نے ہرگز نہ مانا ۔ شکاری نے ناچار ہو کر ہر ایک کو ایک ایک جانور دیا اور کہا ''یہ جانور تو تم نے مجھ سے لے لیے ، بارے یہ بتاؤ کہ وہ کون سی بات ہے کہ جس پر تم آپس میں بحثتے تھے ، شاید کسی دن میرے بھی کام آوے؟'' انہوں نے کہا ''خنثیٰ کے ارث پانے میں ہم بحثتے تھے ۔'' اس نے پوچھا ''وہ کیا ہے؟'' انہوں نے کہا ''جو نہ مرد ہووے نہ رنڈی ۔'' شکاری نے اس لفظ کو یاد کر لیا ؛ بہت غم کھاتا ہوا گھر میں جا کر یہ ماجرا لڑکے بالوں سے بیان کیا ۔ وہ رات تھوڑے سے قوت پر کاٹی ؛ صبح جال اٹھا کر دریا کی طرف چلا ، وہاں جا کر اس میں ڈالا ، اتفاقاً ایک خوب صورت مچھلی کہ ویسی کبھی نہ دیکھی تھی ، جال میں پڑی ۔ شکاری کو یہ خیال ہوا کہ ایسی مچھلی بہت کم ہاتھ لگتی ہے ، بہتر یہ ہے کہ اس کو جیتی ہوئی بادشاہ کے حضور لے جاؤں ۔ تب اس مچھلی کو ایک پانی بھرے ہوئے باسن میں چھوڑ کر لے گیا ۔ اس بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ ایک روز معین کو پائیں باغ کی بارہ دری میں کہ جس کے آگے سنگ مرمر کا ایک بڑا حوض تھا اور اس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں چھوٹی ہوئی تھیں ، آ بیٹھتا اور بیڑے نواڑے چھڑواتا ؛ اتفاقاً اس وقت بھی اسی اپنے معمول

سے وہیں سرگرم نشاط تھا کہ اس میں شکاری نے اس مچھلی کو حضور میں گزرانا ۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ ہزار دینار اس کو دیں ۔ درگاہ کے ملازموں سے ایک نے جو مقرب درگاہ تھا ، ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ دریا مچھلیوں سے بھرا ہوا ہے اور شکاری بھی بہتیرے ہیں ، اگر ایک مچھلی کے عوض ہزار دینار دیجیے گا ، خزانہ دو دن میں خالی ہو جائے گا اور خراج ملک کا وفا نہ کرے گا ۔ بادشاہ نے فرمایا ''اب تو زبان سے ہزار دینار نکل گئے ، خلاف اس کے کیوں کر ہو سکے ؟ اس نے عرض کی کہ تدبیر اس کی یہ ہے کہ آپ اس سے فرماویں کہ یہ نر ہے یا مادہ ؛ اگر کہے نر ہے تو کہیے مادہ اس کی لا اور جو کہے مادہ ہے تو ارشاد کیجیے کہ نر اس کا لا ، تب یہ دینار پائے گا ۔ البتہ اس میں عاجز ہو کر تھوڑے پر راضی ہوگا ۔ تب بادشاہ نے شکاری کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ یہ مچھلی نر ہے کہ مادہ ؟ وہ بڈھا شکاری ہشیار تھا ، سمجھا کہ غرض اس پوچھنے سے اور ہے ؛ بہت سے تامل کے بعد وہی لفظ جو اس نے اس طالب عالم کی زبانی سنا تھا ، یاد کر کے کہا ''جہاں پناہ ! یہ مچھلی خنثیٰ ہے ، نہ نر ہے نہ مادہ ۔'' بادشاہ کو یہ بات خوش آئی ، حکم کیا کہ ایک ہزار دینار اسے اور دیں اور اس کی دانش و تیز فہمی سے جو اس کو دریافت ہوئی ، اپنا مصاحب اسے کیا ۔

غرض اس قصے کے کہنے سے یہ ہے کہ تھوڑی سی عقل مندی کی بدولت جو اس نے حاصل کی تھی ، مراد اس کی بر آئی اور مقرب درگاہ ہوا ۔'' اس گوشہ نشین نے کہا

"تو اگر پنڈ پڑا ہے تو جو کچھ مجھ سے ہوسکے گا، تجھے سکھاؤں گا۔ تب عبرانی زبان سکھانے لگا۔ ہر چند سعی کرتا تھا پر زبان اس کی نہ چلتی تھی؛ ایک دن اس کو گوشہ نشین نے کہا "ایک مشکل کام تو نے اختیار کیا ہے اور کہاں اذیت کھینچتا ہے، علاوہ اس کے اپنے بزرگوں کی بولی ترک کرنی اوروں کی چال چلنی مناسب نہیں۔" مہمان نے کہا "یہ نصیحت ناقص عقل بڑھیوں کی سی مجھے کیوں کرتا ہے؛ تو نہیں جانتا ہے کہ تقلید داناؤں کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ یہ تمام فتنہ و فساد اور یہ محنت و بلا جو دنیا میں ظاہر ہوئی، تقلید ہی کی شامت سے (ہوئی[1])۔" اس دانا درویش نے جواب دیا کہ اس کی برائی جو تو بیان کرتا ہے، میں جانتا ہوں کہ ٹھیک کہتا ہے، پر نصیحت میری اس لیے ہے کہ مجھے تیری دانست پر اعتماد نہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ عبری سیکھ نہ سکے اور اپنی زبان بھی بھول جائے۔ حالت تیری اس کوے کی سی ہے کہ جو کبک کی چال سیکھتا تھا، آخر کبک کی رفتار سیکھ نہ سکا اور اپنی بھی بھول گیا۔ مہمان نے کہا "وہ کیوں کر ہے؟"

حکایت

درویش نے کہا "نقل ہے کہ ایک روز کوئی کوا اڑا جاتا تھا؛ ایک کبک کو خرامان دیکھا؛ اس کی چال اسے بہت بھائی؛ تب اس کی رفتار سیکھنے کے ارادے پر

۱۔ 'ہوئی' قیاساً لکھا گیا، کاغذ کرم خوردہ ہے اور الفاظ صاف پڑھے نہیں جاتے۔

کمر باندھی اور کھانا پینا چھوڑ کے اس کے پیچھے پڑا۔ ایک روز چکور نے اس سے کہا "میں ہمیشہ تجھے اپنے گرد دیکھتا ہوں، تیری غرض کیا ہے؟" کہا "تیری چال کا خیال ہوا ہے، چاہتا ہوں کہ اس وسیلے سے اپنے تئیں ہم جنسوں میں معززا کروں۔" کبک ہنسا اور بولا کہ یہ کیا خیال محال ہے؛ اس سے درگزر اور اس فکر سے ہاتھ اٹھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس ارادے سے باز نہ آؤں گا؛ یا تو اس کام میں سر دوں گا یا مطلب حاصل کروں گا۔ غرض بے چارہ ایک مدت تک کبک کے پیچھے دوڑا کیا؛ اس کی چال سیکھ نہ سکا اور اپنی چال بھول گیا، پھر کچھ علاج نہ ہوسکا۔

یہ قصہ میں نے اس واسطے کہا کہ تجھے معلوم ہو کہ رنج بے فائدہ تو نے اختیار کیا ہے اور عبث کوشش کرتا ہے۔ داناؤں نے کہا ہے، سبھوں سے بے وقوف وہ ہے جو اپنے تئیں ایسے کام میں کہ اس کے لائق نہیں ہے، ڈالے۔ اور تو نے اپنی سرگذشت سے نصیحت نہ لی کہ نان بائی کا پیشہ چھوڑا اور زراعت کرنے لگا، آخر دونوں کام ہاتھ سے جاتے رہے اور بے کسی و افلاس کے مارے عاجز ہوا۔" نصیب اس کے برگشتہ تھے، حق باتیں اس کے مزاج پر گوارا نہ ہوئیں اور نہ مانیں۔ تھوڑے دنوں میں اپنے بزرگوں کی زبان بھی بھولا اور عبری بھی سیکھ نہ سکا۔

۱۔ خرد افروز کی عبارت کرم خوردہ ہے؛ 'معزز' سرفراز کا ترجمہ ہے۔ عیار دانش کی عبارت یوں ہے 'درمیان ہمسران سرفراز گردانم' صفحہ ۲۶۴۔ (مرتب)

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ ایک فرنگی کسی عبری کے گھر مہمان ہوا ، بعد بجا لانے لوازم مہمان داری کے اس نے پوچھا ”تو کہاں سے آیا اور کس کام کے لیے پھرتا ہے؟“ اس نے کہا ”میں ملک فرنگ کا نان بائی ہوں ؛ ایک دوست زمیندار کی دوستی سے پیشہ اپنا چھوڑ کھیتی کرنے لگا اور ہر چند ایک بڈھے نے مجھے نصیحت کی اور کہا کہ اپنا کام نہ چھوڑ ، نہیں تو تیری حالت وہ ہوگی جو کلنگ کی ہوئی جس نے اپنا پیشہ چھوڑ کر باشے کا کام اختیار کیا تھا ، اور اس بزرگ نے حق باتیں اور درست نصیحتیں کیں ، میں نے نہ مانیں اور کھیتی کرنے لگا ؛ تھوڑے سے عرصے میں وہ پونجی بھی جاتی رہی اور زراعت میں بھی کچھ حاصل نہ ہوا ۔ معاش سے عاجز ہوکر اس ناصح کے پاس گیا ، جس نے مہربانی کی تھی اور میں اس کے کہنے باہر ہوا تھا ، حالت اپنی بیان کی ۔ اس عقل مند نے ہنس کر کہا ”حال تیرا اس شخص کے حال کے مانند ہے کہ جس نے رنڈیوں کی خاطر ڈاڑھی اپنی برباد کی ۔ جو نوبت تدبیر سے گزر چکی تھی ، ناچار ہوکر وطن سے اپنے بھاگا اور اب جہان میں پڑا پھرتا ہوں کہ شاید کسی زندہ دل کی صحبت میں پہنچوں جو مرہم میرے دل پر رکھے ۔“ جب عبری نے قصہ اس کا سنا ، مہربانی سے کہا کہ تھوڑے دن میرے پاس رہ ، ان شاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی غم کا منہ نہ دیکھے گا ۔ غرض دونوں باہم رہتے تھے اور خوشی سے گزران کرتے تھے ۔ اتفاقاً مہمان کو عبری بولی کا شوق ہوا اور سیکھنے کی خواہش کی ؛ صاحب خانہ نے کہا ، ”سکھانے میں میرا کیا حرج ہے ، پر میں جانتا ہوں کہ

ٹیری زبان کو اس بولی سے کچھ مناسبت نہیں ہے ، ایسا نہ ہو کہ تو بہت سی اذیت اس میں کھینچے ۔'' مہمان نے کہا ''جو مجھے کمال شوق ہے، محنت بھی خوب کروں گا؛ امید ہے کہ مطلب کو پہنچوں ۔ جیسے کسی شکاری نے اس ایک لفظ کی بدولت جو سیکھا تھا کہ خنثیٰ اسے کہتے ہیں جو نہ مرد ہووے نہ رنڈی ، مقصد اپنا حاصل کیا ۔ میری جو یہ حالت ہے ، یقین ہے کہ تمھاری مہربانی سے میرا کام نکلے ۔'' غرض عبری زبان سیکھنے لگا؛ جو اس کی طبیعت کو مناسبت نہ تھی ، ہر چند کوشش کرتا ، کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا ۔ آخر صاحب خانہ نے ایک روز تنگ ہو کر کہا کہ کیوں اپنی اوقات تو ضائع کرتا ہے ۔ میں ڈرتا ہوں کہ عبری نہ سیکھ سکے اور اپنی زبان بھی بھول جائے جیسے ایک کوا کبک کی چال سیکھتا تھا ، آخر اس کے پیچھے اپنی چال بھی بھول گیا ۔ از بس کہ اس کے نصیبوں میں گردش تھی ، نصیحت مفید نہ ہوئی ؛ تھوڑے دنوں میں اپنی زبان بھول گیا اور عبری سیکھنے سے بھی نا امید ہوا ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ہے ، آدمی کو چاہیے کہ بڑھ نہ چلے اور ان کاموں کو جو اس کے حوصلے سے باہر ہوں ، اختیار نہ کرے ؛ نہیں تو جلد اس کی حالت اس فرنگی کے مانند ہوگی جو عبرانی سیکھا چاہتا تھا ۔ اور فرماں روایان جہان کو لازم ہے کہ ہمیشہ اس باب میں سعی کریں کہ رذالے اور کمینے ہنر نہ سیکھیں ، کیوں کہ اس سے فتنے اور فساد بہت برپا ہوتے ہیں ۔ اور لوگوں کی حالت پہلے ، دوسرے ، تیسرے ، چوتھے درجے سے جہاں تلک

گه هووے ، نگاہ رکھے ؛ ہر ایک کو اپنے اپنے مراتبے
پر رکھیں کہ سلطنت کے واسطے اس برابر بندوبست درست
اور سود مند کوئی نہیں ۔

چودھواں باب

حلم و بردباری کی بزرگی اور کاموں میں جلدی نہ کرنے کے بیان میں

رائے دابشلیم نے جب یہ داستان سنی ، اس کو سرمایہ اپنی دانش کا کیا اور بیدپائے حکیم سے پوچھا کہ بادشاھوں کی سیرتوں میں سے کون سی سیرت ھے کہ ملک کی پائداری کا مدار ھووے ؛ میرے جی میں دبدھا ھے کہ وہ حلم ھے یا سخاوت یا شجاعت ؟ بیدپائے نے کہا ''اے بادشاہ ھشیار دل ، بیدار بخت ! کوئی وصف بادشاھوں کو حلم سے بہتر ، کہ عبارت بردباری و خوش خوئی سے ھے ، نہیں ھے ؛ کیوں کہ بادشاہ اس کے سبب لوگوں کی نظروں میں بزرگ دکھائی دیتا ھے اور سپاھی و رعیت بھی خوش و خرم رہتے ھیں ۔ اگرچہ حلم، سخاوت ، شجاعت یہ تینوں سلاطینوں کو ضرور ھیں ، پر سب سے پسندیدہ اور ضرور تر بردباری و نیک خوئی ھے ، کہ شجاعت ھمیشہ کام نہیں آتی ھے، تمام عمر میں ایک وقت اس کی طرف احتیاج ھوتی ھے ۔ اور سخاوت اگرچہ مانند بردباری کے ھر وقت درکار ھے ، پر سخاوت سے سب بہرہ مند نہیں ھوتے ھیں اور حلم و نیک خوئی سے سب کو فائدہ پہنچتا ھے اور سب ھمیشہ اس کے محتاج رہتے ھیں ؛ کیا رعیت کیا سپاھی ، اس سے آسودہ ھوتے ھیں ، اس واسطے کہ حکم بادشاھوں

کا جان و مال اور ملک و جہاں کی کارروائی میں جاری ہے اور اہل جہاں کو ، کیا چھوٹے کیا بڑے ، پیروی بادشاہ زماں کے حکم کی شرعاً و (عرفاً[1]) لازم ہے - پس جب کوئی بادشاہ آب سخاوت سے احتیاج کی گرد کو اہل روزگار کے چہرے سے دھووے یا آتش شجاعت سے دشمن کے خرمن حیات کو جلاوے ، پھر سرمایۂ حلم سے اگر نہ نصیب ہووے تو ایک ہی ایذا دینے میں چشمۂ راستی گدلا ہوجائے اور ذری سی چھیڑ میں ہزاروں دشمن اٹھ کھڑے ہوں - اور اگر شجاعت و سخاوت میں کچھ کوتاہی ہوئی ہو ، خاطرداری و خوش خوئی سے رعیت و لشکر کو راضی کرسکتا ہے اور اہل جہاں کو خیر خواہی کے حلقے میں لاسکتا ہے - قانون سلطنت سے یہ ہے کہ بادشاہ کا حوصلہ بڑا ہووے تاکہ دانا و بے وقوف اور بے گناہ و گناہ گار کے ساتھ اوقات بسر کر سکے - چناں چہ کسی بزرگ نے کہا ہے "اور لڑکوں کے ہاتھ میں اگر ایک بال ہو اور سب اس کے توڑنے کے درپے ہوں ، نہ توڑ سکیں ؛ کیوں کہ اگر وے ڈھیل دیں ، میں کھینچوں اور جو وے کھینچیں ، میں ڈھیل دوں -" اور باوجود بردباری کے چاہیے کہ ثبات اس کے کاروبار میں ہووے کہ ہلکا پن اور جلدی سب کو خراب کرتی ہے - جب کوئی امر نامناسب نصیب کے بدے سے ظاہر ہو ، استقلال کرکے

۱- خرد افروز کی عبارت کرم خوردہ ہے عیار دانش مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۹۴ع صفحہ ۲۶۶ کی پوری عبارت یوں ہے - "پیروی حکم بادشاہان کردن بعقل و نقل لازم -" (مرتب)

مضطرب نہ ہووے ؛ اپنی اور خیرخواہ داناؤں کی عقل سے مشورت کرے اور غضب میں نہ آوے ، اس واسطے کہ جو غصہ بے صلاح عقل کی ظاہر ہووے ، ایک عالم کو تباہ کرے اور خدا اس سے ناخوش ہووے ۔ اگلے داناؤں سے منقول ہے کہ کسی شخص نے ایک بزرگ سے درخواست کی کہ تمام نیکیوں کو اکٹھا کرکے ایک ہی بات میں بیان کیجیے ۔ اس نے جواب دیا کہ اس غصے سے کہ عقل جس کی اجازت نہ دے ، باز رہ ؛ اگر اس پر قادر ہوگا ، سب خوبیاں بہم پہنچیں گی ۔ اور اسی لیے بعضے دولت خواہ راست باز و درست کرداروں کو جو دانش سے آراستہ ہیں ، دخل بات کرنے کا دیتے ہیں اور دانائی سے ایک گروہ کو واسطے اس کام کے مقرر کرتے ہیں کہ اگر بمقتضاے انسانیت کے غصے میں آویں اور خفا ہوں تو وے عرض کریں اور تدبیر اس کام کی بجا لاویں ۔ کوئی چیز بادشاہوں کے حق میں ایسے نوکروں سے ضرور تر نہیں ہے ۔ بلکہ ہر آدمی کو چاہیے کہ جتنے نوکر و چاکر ہوں ، ان میں سے ایک دو تئیں جس طرح بیے ہووے اس طور پر رکھے اور دخل بات کرنے کا دے تاکہ ہمیشہ جو کچھ صلاح دولت ہووے ، عرض کرتا رہے ؛ خصوص غصے اور خفگی کے وقت کہ اس وقت میں دولت خواہ ملاحظے سے سچ بات نہیں کہہ سکتے ہیں ، اوروں کو کیا مقدور ہے ۔ پس لازم ہے کہ موافق حکم خاوند[1] کے ایک دو ملازموں کو ایسے وقتوں میں رسائی بات کرنے کی رہے تو وقت

۱۔ آقا ، مالک ، خداوند ، شوہر ۔

بے وقت حق بات گذارش کیا کرے ۔ ماجرا ھندوستان کے راجا کا جو برھمنوں کے ساتھ گزرا ، اس بات پر دلیل ھے ۔'' رائے دابشلیم نے پوچھا ''وہ کیوں کر ھے ؟''

حکایت

بید پائے نے کہا ''نقل ھے کہ ھندوستان میں ملار نامی ایک راجا تھا ؛ فوج بے شمار اور دولت بے حساب رکھتا اور سب راجوں سے بڑا تھا ۔ کئی چیزیں اس کے یہاں تھیں کہ بہ سبب اس کے فخر کرتا ؛ دنیا کے بادشاھوں میں سے ویسی چیزیں کسی کے پاس نہ تھیں ۔ اول یہ کہ دو بیٹے ایسے خوب صورت و خوش خو تھے کہ جنھیں سیرت و صورت میں یگانۂ عصر کہتے اور باپ کی خوش نودی کو سب کاموں سے بہتر و افضل جان کر اس کی مرضی جس میں ہوتی ، کرتے ۔ ان میں سے ایک سہیل یمن اور دوسرا ماہ ختن کہلاتا تھا ۔ دوسرے ایران دخت[۲] نامی ان لڑکوں کی ماں ایسی خوب صورت تھی ، گویا صانع مخلوقات نے اپنے دست قدرت سے بنایا تھا اور سرشت میں اس کی سراسر عصمت و عفت تھی ۔ باوجود اس ناز و ادا کے اس کو نیاز راجا کی خدمت میں اس قدر تھا کہ اپنی زندگی بغیر اس کے نہ چاھتی تھی ۔ تیسرے یہ کہ ایلار نامی اس کا ایک وزیر دیانت دار و کفایت شعار تھا جو کاردانی سے سربراھی فوج و رعیت کی کرتا اور ھمیشہ اوروں کی راحت

۲۔ عیار دانش میں 'پری دخت' ھے لیکن انوار سہیلی میں ایران دخت ھی ھے ۔ ملاحظہ ھو عیار دانش صفحہ ۲۶۷ نیز انوارسہیلی صفحہ ۳۸۴ مطبوعہ ۱۸۹۴ع و مطبوعہ ۱۸۸۱ع۔ (مرتب)

کے واسطے اپنے اوپر رنج گوارا رکھتا اور ہر حال میں
اپنی غرض کو منظور نہ رکھ کر خدا کے بندوں کے کام
میں کوشش کرتا ۔ اور ساتھ اس کے کہ بندوبست جز و کل
کا اس کے ہاتھ میں تھا ، راجا سے اتنا اعتقاد رکھتا تھا
کہ زندگی اپنی اس کے کام کے لیے چاہتا تھا ، اور آرزو
اپنی اس کی رضا میں فراموش کرتا ، اور ہمیشہ اس کی
رضا جوئی میں رہتا ۔ چوتھی یہ کہ ایک منشی تھا نہایت
عقل مند ، زبان داں کہ تمام سلطنت کے امور اور ملک داری
و جہانگیری کے آئین جانتا تھا اور جس طور پر راجا کی
رائے جہان آرا چاہتی ، لکھتا ۔ اور با وصف کہ ایسا
مدارالمہام تھا ، پر کمال دانش سے راجا کی خدمت میں اعتماد
کامل رکھتا تھا اور نام اس کا کمال تھا ۔ پانچویں یہ کہ
تین ہاتھی اس کے یہاں تھے ؛ ہر ایک چالاکی اور صف شکنی
میں بے نظیر ؛ ان میں سے ایک سفید تھا ۔ چھٹی یہ کہ
دو سانڈنیاں تھیں کوہ کوہان اور نپٹ تیز رو ۔ ساتویں
یہ کہ ایک بے نظیر تلوار تھی ۔ راجا کو ان میں سے
ہر ایک پر اس قدر رغبت تھی کہ زیادہ اس سے خیال میں
نہیں آسکتا ہے ۔ ہمیشہ ان کے دیکھنے سے خوش وقت رہتا ،
شکر خدا کا بجا لاتا اور مدام اپنی حسن تدبیر سے امورات
سلطنت کو انجام دیتا ۔ برہمنوں کے ایک گروہ نے جہالت
سے دانش کا طریقہ چھوڑ کر بعضے برے چلن کو لوگوں
میں مشہور کرکے ایک گروہ کو گمراہ کر اپنی راہ پر
لائے تھے ۔ راجا از بس کہ اہل جہان کے دین و دنیا کا
پاس دار تھا ، برہمنوں کو نصیحت کی ؛ وے کم بخت تھے ،
اس کی باتیں انہوں نے نہ مانیں ۔ راجا نے بارہ ہزار گمراہوں

فسادیوں کو قتل کیا اور خانماں ان کا لوٹ لیا ۔ ان میں سے چار سو آدمی منافقوں کی طرح اپنے مذھب سے پھر کر جو کچھ کہ حق تھا ، قبول کرکے راہ راست پر آئے اور درگاہ کے ملازم ہوکر بدلا لینے کی فرصت ڈھونڈتے تھے ؛ یہاں تلک کہ ایک شب بادشاہ سوتا تھا ، سات آوازیں ہول ناک سنیں ، مارے ڈر کے چونک پڑا ؛ متفکر تھا کہ پھر سو گیا ؛ خواب میں دیکھتا کیا ھے کہ دو سرخ مچھلیاں دم کے زور سے کھڑی ھوکر اسے آفریں کرتی ھیں ، پھر جاگا ۔ غرض اس رات کو سات مرتبے خواب دیکھا ، ھر دفعہ جب دیکھتا حیرت میں آتا اور فکر مند ھوتا ، پھر سو جاتا اور خواب دیکھتا ۔ دوسرا خواب یہ تھا کہ دو رنگین بطیں اور ایک بڑا سا قاز ، یہ تینوں اس کے پیچھے اڑتے تھے ، آخر اس کے آگے اتر کر دعائیں دینے لگے ۔ تیسرا یہ تھا کہ ایک سبز سانپ جس پر زرد و سفید خال تھے ، پاؤں کے گرد پھرتا اور لپٹ جاتا ھے ۔ چوتھا یہ تھا کہ سر سے پاؤں تلک خون میں ڈوب گیا ھے ۔ پانچواں یہ کہ ایک رھوار سفید اونٹ پر سوار ھے اور مشرق کی طرف اکیلا دوڑائے جاتا ھے ؛ ھر چند کہ دیکھتا ھے ، نوکروں چاکروں میں سے سوائے دو شخص کے ، ایک فراش دوسرا پیادہ ، کوئی ساتھ نہیں ۔ چھٹی بار دیکھا کہ ایسی آگ اس کے سر پر بھڑک رھی ھے کہ جس سے چاروں طرفیں روشن ھیں ۔ ساتویں دفعہ دیکھا کہ ایک پرندہ اس کے سر پر بیٹھا چونچ مارتا ھے ۔ اس دفعہ راجا ایسا چلایا کہ تمام خادمان محل چونک پڑے اور شور و غل کرنے لگے ۔ اور راجا تعبیر خواب کی فکر میں تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا

کہ اس راز مخفی کو کس دانا سے کہیے اور ایسی مشکل کی
حل کس دانش مند سے کیجیے ۔ اس اندیشے میں فجر ہوگئی ؛
آخر بے تاب ہو کر بغیر اس کے کہ مآل کار کو سوچے اور
بھلے برے کا امتیاز کرے ، ان بد ذات برہمنوں سے کہ
جنھوں نے نفاق سے اپنے تئیں دولت خواہ سرکار کا بنایا تھا،
جو کچھ خواب میں دیکھا تھا ، بیان کیا ۔ وے ہول ناک
خواب سن کر ، راجا کے چہرے میں آثار خوف و خطر کے
دیکھ کر کہنے لگے ''یہ نہایت امر مشکل ہے ؛ اگر
مہاراج حکم کریں تو ایک ذرہ ہم اپنی پوتھیوں کو
دیکھیں اور آپس میں ٹھہراویں ؛ جو کچھ تعبیر اس کی
قرار پاوے ، سو عرض کریں ۔'' تب رخصت ہو کر ایک
کنارے گئے ؛ بد ذاتی و بد باطنی سے آپس میں ٹھہرایا کہ
انتقام لینے کا یہی وقت ہے ، آج جو کچھ ہوسکے ، ہرگز
دریغ نہ کریں ؛ بہتر یہ ہے کہ دلیر ہو کر بات کہیں اور
اس کو ڈراویں کہ یہ سات خواب اس بات کی دلیل ہیں
کہ ایسے سات خطرے درپیش ہوں گے کہ ہر ایک میں
جان کا ڈر ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ مہاراج اپنے
ارکان دولت اور خاص مرکبوں کو شمشیر آبدار سے قتل کریں،
خون ان کا دریا میں بہاویں اور آپ ایک گھڑی پانی میں
بیٹھیں ، ہم منتر پڑھ پڑھ وہ لہو مہاراج کے بدن پر ملیں ۔
جب اس بہانے سے اس کے دولت خواہوں کو ہلاک کریں ،
تھوڑے سے عرصے میں اس کا بھی کام تمام کریں گے ؛
اکیلے سے کیا ہوسکے گا ۔ غرض ان نمک حراموں نے
آپس میں یہ بات ٹھہرا راجا کے حضور جا کر کہا کہ بڑی
ہی آفت پیش آئی ہے ؛ اگر مہاراج ہماری باتیں ، جو عرض

خیرخواھی کی ھیں ، سنیں ، اُمید ہے کہ یہ کام سرانجام ھووے ؛ نہیں تو جلد ملک ھاتھ سے جاتا رہے گا اور مہاراج کی زندگی پر بھی حرف ہے ۔ راجا بہت سا ڈرا اور بےاختیار ھوکر کہنے لگا ''کہو تو اس بات کی تدبیر جو کچھ ھوسکے ، کی جاوے ۔'' تب ان ناپاکوں نے کہا کہ وہ مچھلیاں مہاراج کے دو بیٹے ھیں ، اور سانپ جو آپ کے پاؤں میں لپٹ گیا تھا ، ایران دخت ہے ، اور وے دونوں رنگین بطیں دونوں ھاتھ ھیں ، اور وہ بڑا سا قاز سفید ھاتھی ہے اور رھوار اونٹ آپ کا سمند خوش رفتار ہے؛ دونوں فراش و پیادے آپ کے بختی اونٹ ھیں ، اور وہ آگ جو سر پر روشن تھی ایلار وزیر ہے ، اور جانور جو چونچ مہاراج کے سر پر مارتا تھا سو کہال منشی ہے ، اور لوھو جو مہاراج کا بدن اس سے آلودہ تھا ، علامت تلوار کی ہے کہ آپ کے سر پر چلائیں گے اور بدن کو اس سے رنگیں گے ۔ اس بلا کے ٹالنے کی تدبیر ھمارے خیال میں یوں گزرتی ہے کہ دونوں لڑکوں اور اُن کی ماں اور وزیر و منشی ، ھاتھیوں ، اونٹوں اور گھوڑے کو آپ اسی تلوار سے مار ڈالیں اور ھر ایک کے لہو سے تھوڑا لے کر جمع کریں اور تلوار کو توڑ کر ان کشتوں کے ساتھ زمین میں گاڑیں اور ھم ان کے خون کو دریا کے پانی میں ملا کر ایک جگہ رکھیں اور مہاراج کو وھاں بٹھلا کر منتر پڑھیں اور اس لہو سے آپ کے ماتھے پر کچھ طلسم لکھ دیں اور آپ کے مونڈھوں اور سینے پر اس خون کو مل کر تین گھڑی توقف کریں ، بعد اس کے دریا کے پانی سے راجا کے بدن کو دھوویں اور رومال سے پونچھ کر روغن

زیتون ملیں ؛ آمید ہے کہ مہاراج کو کچھ زیان نہ پہنچے ۔ راجا اس بات کو سن ، غمگین ہو گھبرایا اور کہنے لگا کہ اے دوست نما دشمنو ! تم نے جو تدبیر ٹھہرائی ہے ، مجھے اس سے موت بہتر ہے ۔ ہرگاہ انھیں جو میری خوش دلی کی جمعیت اور سلطنت کی آرایش ہیں ، قتل کروں ، مجھے زندگی سے کیا چین ہوگا ۔ شاید تم نے قصہ سلیمان علیہ‌السلام اور بگلے کا نہیں سنا ہے ۔ برھمنوں نے عرض کیا کہ مہاراج فرماویں وہ کیوں کر ہے ؟

حکایت

راجا نے کہا ''میں نے سنا ہے کہ حضرت سلیمان کی حکومت کے ایام میں (کہ وے تمام جانداروں کے ، کیا آدمی کیا سوائے ان کے ، بادشاہ تھے) ان کے حضور ایک دانا عالم غیب سے پیالہ آب حیات کا بھر کر لایا اور عرض کی کہ الہام سے مجھ پر یوں کھلا ہے کہ اگر آپ اس پیالے کو نہ پیویں ، جلد اس جہان سے رخصت ہوویں ، اور جو پیویں عمر دراز ہو ۔ اب یہ پیالہ آب حیات سے بھر کر لایا ہوں ، جی چاہے پیجیے اور قیامت تلک زیست کیجیے ، یا نہ پیجیے اور ملک عدم کو کوچ کیجیے ۔ حضرت سلیمان دل میں اپنے سوچے کہ اس کام میں عقل مندوں سے مشورت کیا چاہیے ۔ حسب الحکم ان کے دانا اور دور اندیش ہر گروہ کے ، کیا انسان کیا حیوان ، سب حاضر ہوئے ۔ اس مخفی بھید کو ان سے ظاہر کیا ؛ تب ہر ایک نے زندگی کے لیے دل پسند باتیں کہیں ۔ حاصل ان کا یہ ہے کہ نقد عمر وہ دولت ہے کہ بہ مدد عقل کے اس سے خوبیاں بہم پہنچائیے اور رضا خدا کی حاصل کیجیے ۔ غرض سب کی

راے یہی ٹھہری کہ حضرت پیالہ آب حیات کا پیویں ۔
سلیمان علیہ‌السلام نے فرمایا کہ میرے ملک کے داناؤں سے
کوئی ایسا ہے جو اس مشورت میں حاضر نہیں ہے؟ سبھوں نے
عرض کی کہ فلانا بگلا نہیں ہے ۔ حضرت نے گھوڑے کو
اس کے بلانے کے لیے بھیجا ؛ اس نے ایک گوشے پر قناعت
کر کے خلق سے ملنا ترک کیا تھا ؛ گھوڑے کی بات نہ مانی
اور باہر نہ نکلا ۔ دوسری بار کتے کو بھیجا کہ اسے
لے آ ؛ بگلا اس کے کہنے سے حضرت کی بارگاہ میں حاضر
ہوا ۔ حضرت نے فرمایا کہ تجھے ایک مشورت کے واسطے
بلایا ہے ، لیکن قبل اس کے کہ مطلب بیان کروں ،
کہہ ، اس کا کیا سبب ہے کہ گھوڑا جو تمام جانداروں
کے درمیان شرافت میں ممتاز ہے ، اس کے کہنے سے تو
نہ آیا اور کتے کے کہنے سے جو سب کی نظروں میں
خوار ہے ، چلا آیا ۔ بگلے نے پہلے اپنی نادانی و غریبی
ظاہر کر کے کہا کہ میرا کیا رتبہ ہے کہ اس پیشوا سے
داناؤں کی خاطر میں گذروں ، اور جب نصیبوں کی یاوری سے
پہنچا ہوں ، آمید ہے کہ اس کی برکت سے مجھے خردمندی
حاصل ہو، تا اس کی رہبری سے وہ بات جو پسند خاطر مبارک
کی ہو ، وقوع میں آوے ۔ اے حضرت! اگرچہ گھوڑا صورت
شکل میں اچھا ہے پر سبزہ زار (وفا[1]) میں ہرگز نہیں چرا ہے
اور حق شناسی کے چشمے سے کوئی قطرہ نہیں پیا ۔ اگلے داناؤں
نے تجربہ کیا ہے کہ رنڈی ، تلوار اور گھوڑا

۱۔ خرد افروز میں یہاں سے لفظ کیڑوں نے کھا لیا ہے ،
لیکن عیار دانش کی عبارت یوں ہے 'مرغزار وفا' صفحہ ۲۷۰ (مرتب)

وفادار نہیں ہوتے ہیں ۔ اور کتا اگرچہ دیکھنے میں ذلیل ہے پر اس نے لقمہ وفاداری کا کھایا ہے اور شیوہ حق گزاری کا اختیار کیا ہے ۔ میں جو اپنی شامت نفس سے ایک گوشے میں بیٹھا تھا ، اس بےوفا کی بات میں نے باور نہ کی اور جب یہ وفادار سلامت کیش پہنچا ، بات اس کی سچ جان کر حضور میں آیا ۔ حضرت نے یہ بات پسند کی اور آب حیات پینے کا ذکر درمیان لائے ۔ اس نے کہا ''آب حیات آپ ہی اکیلے پیویں گے یا دوستوں خیرخواہوں کو بھی پلاویں گے ؟'' حضرت نے فرمایا کہ وہ صرف میرے لیے آیا ہے ، اوروں کے دینے کی اجازت نہیں ہے ، کیوں کر دوں ؟ اس نے عرض کی ''جہاں پناہ ! ہم دم دوستوں سے جدا ہو کر زندگی کرنی کیا کیفیت رکھتی ہے ، آپ کو خدا نے دنیا میں سردار کیا ہے ، بغیر مددگاروں کے کوئی کام سرانجام نہ ہوگا ۔'' حضرت نے اس سچے دور اندیش کی بات پر آفریں کی اور آب حیات پھیر دیا ۔

یہ قصہ میں نے اس لیے کہا کہ اے برہمنو ! میں اپنی زندگی بغیر ان دوستوں کے نہیں چاہتا ہوں ۔ اگر عمر ابدی ہو تو بھی قتل پر ان کے راضی نہ ہوں؛ اس چند روز کی زندگی کے واسطے کیوں کر جڑ اپنی دولت کی کھو دوں ۔ اگر کچھ شعور رکھتے ہو تو کوئی اور تدبیر اس کام کی ٹھہراؤ ۔'' انھوں نے کہا ''سچ بات کڑوی لگتی ہے مہاراج ! پر یہ بات چھپی نہیں کہ سلامتی بادشاہ کی سبب ، انتظام جہاں اور اہل جہاں کا ہے ؛ اگر بادشاہ کی ذات سلامت رہے تو جورو لڑکے بہت ہوں گے اور دولت خواہ بہت سے ملیں گے ، پر جان گئی ہوئی پھر نہیں آتی ہے ۔ راجا ان کی

باتوں سے دل گیر ہوا ، بار عام سے اٹھ کر خلوت سرا میں آیا اور پیشانی نیاز کی زمین پر رکھ علاج اس کام کا خدا کی درگاہ سے درخواست کرنے لگا اور دل میں اپنے کہنے کہ جیسے اپنی جان عزیز ہے ویسے ہی لڑکے بالے اور ایسے خیرخواہ جو بہت کم بہم پہنچتے ہیں ، عزیز ہیں ؛ اگر زندگی میری ان کے قتل کرنے پر ہووے ، کس کام کی ہے ۔ میں نے فرض کیا کہ ایسے لوگ جو مدتوں میں پیدا نہ ہوں گے ، خدا دے گا ، پر کیوں کر اپنے آرام کے واسطے ناحق خون کروں ۔ اسی طرح ایک رات ایک دن سوچ میں تھا اور خدا کی درگاہ میں نالہ و زاری کرتا اور تدبیر میں تھا ؛ اس میں ایلار وزیر نے راجا کے غم و اندوہ سے بے تاب ہو ، رانی کے پاس جا کر کہا ''اے مہارانی ! جس روز سے میں نے شرف آستانہ بوسی کا حاصل کیا ہے ، مہاراج نوازش کر کے کوئی بات مجھ سے چھپاتے نہ تھے ؛ دو روز ہوئے ہیں کہ بد باطن مکار برھمنوں سے صحبت رکھتے ہیں اور مجھے اس مشورت میں یاد نہیں کرتے اور آج مغموم ہو کر خلوت میں بیٹھے ہیں ؛ ایسا نہ ہو کہ وے کم بخت ایسا کچھ فریب کریں کہ جس کا علاج نہ ہو سکے اور پھر افسوس فائدہ نہ کرے ۔ اگر میں اپنی طرف سے کچھ پوچھوں ، مبادا بے ادبی ہو اور کام بھی نہ نکلے ؛ میری خاطر میں یہ بات آئی ہے کہ جلد آپ مہاراج کے پاس جاویں اور سبب فکر کا پوچھیں ۔'' ایران دخت نے جواب دیا کہ دو تین دن سے میرے اور مہاراج کے درمیان میں کچھ بے مزگی آ گئی ہے ، مجھے شرم آتی ہے کہ ایسی حالت میں وہاں جاؤں اور سبب فکر کا پوچھوں ۔

وزیر نے کہا ''میری اس بات کو آپ اعتبار کیجیے ۔ میں راجا کا غم اور طور پر دیکھتا ہوں اور برھمنوں کو مکر و فریب کے درپے پاتا ہوں اور راجا کی پیشانی سے عجب طرح کی تشویش دریافت کرتا ہوں ۔ جس صورت سے ہو آج جانا لازم ہے ۔ کیا آپ کو راجا کے نزدیک اس قدر رتبہ نہیں ہے کہ ذری سی خفگی جو ہوتی ہے ، حضور میں نہ جا سکیے یا ان سے کوئی بات نہ پوچھیے ! بارہا خلوت میں مہاراج سے میں نے سنا ہے کہ جب ایران دخت میرے پاس آتی ہے ، ہر چند غمگین ہوں ، خوش ہو جاتا ہوں ۔ جلد تشریف لے جائیے اور احوال سے مہاراج کے واقف ہوجیے اور ان کی تشویش کا کچھ علاج کیجیے کہ راجا کی غم خواری کرنی خلق پر احسان کرنا ہے ۔'' ایران دخت جو ایلار وزیر کی عقل مندی و دولت خواھی سے آگاہ تھی، راجا کے خلوت خانے میں گئی اور سبب غم کا پوچھا ۔ راجا نے کہا ''مت پوچھ کہ جب جواب اس کا سنے گی ، گھبرا جائے گی ۔ اگرچہ میں نے تجھ سے بھید کبھی نہیں چھپائے ہیں پریہ بھید نہ پوچھ ۔'' رانی نے کہا ''ایسی میری محبت نہیں کہ آپ جو کچھ فرماویں اس سے آزردہ ہوں ۔ اے مہاراج ! اگر اس راز مخفی کا رنج مجھ پر یا نوکروں کے ایک گروہ پر ہو تو کچھ پروا نہیں کہ ذات مبارک کی سلامتی سے سب بلاؤں کا عوض ہو جائے گا اور خدا نخواستہ اگر مہاراج کی ذات مبارک پر کچھ آسیب ہو تو بھی نہ گھبرائیے اور مردوں ، عالی ہمتوں کی طرح رہیے ، کیوں کہ بے صبری کے باعث ایک تو علاج نہیں ہو سکتا ہے ، دوسرے دشمن شاد اور دوست غمگین ہوتے ہیں ۔ مہاراج !

جو کچھ آپ نے سنا ہو ، فرمائیے، شاید کوئی تدبیر ٹھہرے۔ اور جب کسی پر کچھ مصیبت پڑتی ہے ، خصوص بڑے آدمیوں پر ، لازم ہے کہ وے اپنے خیرخواہوں سے کہیں ۔'' راجا نے ایران دخت کی دانائی پر آفرین کی اور برہمنوں نے جو کچھ تعبیر کہی تھی اور تدبیر ٹھہرائی تھی ، تمام کہہ سنائی ۔ رانی ہشیاری و دور اندیشی سے غم و غصہ کھا کر نہ گھبرائی اور خوشی خوشی کہنے لگی ''اے مہاراج ! ہزاروں مجھ جیسی لونڈیاں آپ پر قربان ہوجیو ! اس کام کے لیے فکرمند نہ ہوجیے ؛ غلاموں کی جانیں اگر مہاراج کے نثار نہ ہوں ، کس کام آویں گی ۔ اگر آپ کی زندگی ہے ، جورو، لڑکے اور خیر خواہ نوکر بہتیرے بہم پہنچیں گے ۔ اس میں دیر نہ کیجیے ، ایسا نہ ہو کہ کام ہاتھ سے جاتا رہے ۔ پر اب میری خاطر میں یہ گزرتا ہے کہ برہمنوں کی سرشت بد ذاتی و فریب سے ہے ، علی الخصوص وے لوگ کہ آگے سے ان کی عداوت ہم جانتے ہیں ۔ اور جس قدر کہ عالم پناہ نے ان کے ساتھ سلوک اور مہربانیاں کیں ہیں اور ان کا مرتبہ بڑھایا ہے ، اپنی بدبختی و خباثت باطنی سے باز نہیں رہے ہیں ۔ قطع نظر اس سے کہ ان کی شرارتیں اکثر دیکھی اور سنی ہیں ، اب بھی ان کے طور سے فساد معلوم ہوتا ہے ۔ اور عقل مندوں نے کہا ہے ، جس کا خمیر بد ذاتی اور فریب کا ہے ، ہر چند اس کے ساتھ لطف اور شفقت کیجیے ، اس کی خباثت زیادہ ہووے ۔ مبادا اس تعبیر سے کچھ انتقام لینے کا ارادہ کیا ہو؛ مہاراج اپنے دل میں خوب غور کریں ، اگر آپ کا دل اس بات پر گواہی دیتا ہو ، پھر کچھ تامل نہ کیجیے اور اگر کچھ شبہ خاطر میں گزرتا ہو تو ترت

سوار ہو کر کاریدون حکیم کے پاس جو فلانے پہاڑ کے غار میں بیٹھا خدا کی عبادت میں مشغول ہے ، جائیے اور ایک دفعہ اس ماجرے کو اس سے بیان کیجیے ۔ اگرچہ اصل میں وہ بھی برھمن ہے ، پر اس نے باوجود کمال دانائی اور اعتبار ظاھری کے سبھوں سے الگ ہو کر گوشہ اختیار کیا ہے اور دروازہ خلائق کی آمد و شد کا بند کیا ہے ۔ ازبسکہ اس کی ذات میں دیانت ہے ، حق سے نہ گزرے گا ۔ اگر برھمنوں کی باتوں کے مطابق جواب دیوے ، شبہے کی جگہ نہیں ہے ، بے فکر اس کام کو شروع کیجیے ۔ اور جو خلاف ان کے کہے ، عقل دور اندیش راجا کی اس کو تمیز کرے اور جو کچھ مرضی مبارک میں آوے ، کر گزریں کہ وھی بہتر ہوگا ۔'' راجا کو ایران دخت کی باتوں سے تسکین ہوئی اور سوار ہو کر کاریدون حکیم کے پاس گیا ۔ ازبسکہ بادشاہ اور راجے خدا کے بڑھائے ہوئے ہیں ، اس لیے تعظیم ان کی فقیر و غنی پر لازم ہے ۔ کاریدون نے راجا کی ملاقات کو غنیمت جان لازمے تعظیم کے بجا لا کر عرض کی کہ اگر حکم ہوتا میں خود خدمت میں پہنچتا ۔ راجا نے کہا ''اگرچہ آئین درویشی کا یونہیں ہے کہ اپنے تئیں نا چیز جان کر خاک ساری کرتے ہیں پر راجوں اور حاکموں کو لازم ہے کہ ان کی دل جوئی کر کر استدعا دعا کی کریں ۔'' پھر بعد ایک ساعت کے راجا نے احوال ہول ناک آوازوں کے سننے اور پریشان خوابوں کے دیکھنے کا شرح وار کہا ۔ کاریدون نے اس احوال کے سنتے ہی خوش ہو کر کہا کہ کیا ہی مبارک خواب اور آثار دولت مندی کے آپ نے دیکھے ہیں ! امید ہے کہ جلد علامتیں اس کی نظر آویں ۔ وہ دونوں

سرخ مچھلیاں جو دم پر کھڑی تھیں ، دو ایلچی ہیں جو سراندیپ سے آویں گے اور دو بڑے بڑے ہاتھی چار سو یاقوت کم یاب کی کشتیوں سے لدے ہوئے لاویں گے ، اور دونوں بطیں اور قاز دو عراق گھوڑے اور ایک اونٹ ہے جو دلی کا راجا بہ طریق تحفے کے مہاراج کے پاس بھیجے گا اور سانپ جو حضور کے پاؤں سے لپٹتا تھا ، ایک کم یاب تلوار ہے کہ والیِ چین کی طرف سے پیش کش آوے گی ، اور خون جس میں آپ نے اپنے تئیں آلودہ دیکھا ہے ، جواہرت ٹکی ہوئی ارغوانی پوشاک ہے جو غزنی سے عالم پناہ کے توشے خانے میں داخل ہوگی ، اور سفید اونٹ کہ جس پر سوار تھے ، تعبیر ہے ایک سفید ہاتھی سے جو بیجانگر کا راجا آپ کی نظر گزرانے گا ، اور آگ کا روشن ہونا سر مبارک پر مراد ہے قیمتی موتی اور جواہر ٹکے ہوئے تاج سے کہ سیلان کا راجا نذر بھیجے گا ؛ اور اس جانور کو جو سر پر پنجہ مارتے دیکھا ہے ، شاید ذری سی ناخوشی ہوگی ، پر خیر گزرے گی اور نہایت اس کی یہ ہے کہ کتنے دن ایک دوست دل بند سے بگڑے گی ، آخر کو موافقت ہوجائے گی۔ اور سات بار کا دیکھنا دلیل ہے اس بات کی کہ راجوں کے ایلچی سات دن تلک تحفے لے کر آپ کے حضور میں آویں گے۔''

راجا اس دانا جوگی کی تعبیر سے نہایت خوش ہوا اور وہ تعبیر جو برھمنوں نے کہی تھی ، اس سے بیان کی۔ کاریدون حکیم نے سر ہلا کر تعجب سے انگلی دانتوں میں دابی اور کہا ''مہاراج ! بدذات برھمن فرصت کو غنیمت جان کر بدلا لینے کے درپے تھے۔ ایسے خواب ہر کسی سے نہ کہنا چاہیے ، خصوصاً وہ گروہ جو نہ عقل رہنما رکھتا

ہے، نہ دیانت داری میں مستقل ہے ۔ بد باطن نمک حرام برہمن دوستی کے پردے میں رہ کر چاہتے ہیں کہ دشمنی کریں ۔ خیر گزری کہ آپ نے مجھ سے ظاہر کیا ۔ چاہیے کہ مہاراج کی خاطر مبارک میں کسی طرح کا رنج نہ آوے ۔ شکر اس دولت کا بجا لائیے اور پھر کسی نالائق کو محرم راز نہ کیجیے ۔ جب تلک عقل مند آزمودہ کار نہ ہووے ، اس کے ساتھ کسی معاملے میں مشورت نہ فرمائیے اور مناسب ہے کہ کوئی کمینہ بدذات حضور میں بادشاہوں کے گفتگو کا مقدور نہ رکھے کہ مزاج آدمی کا ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتا ہے ، ایسا نہ ہو کہ جھوٹ کو سچ بنا کر کسی خانماں کو بلکہ ایک عالم کو تباہ کرے ۔'' راجا اچھی باتیں اور خوش خبریاں سن کر شکر بجا لایا اور کاریدون حکیم سے رخصت ہو خوشی خوشی اپنے محل میں آیا ۔ تھوڑے سے عرصے میں اس حکیم نے جو کچھ خوش خبریاں دی تھیں ، آثار اس کے ظاہر ہونے لگے اور اس کے کہنے کے موافق سات روز پے در پے ایلچی نذریں اور تحفے لے کر پہنچے ۔ ساتویں دن راجا نے بیٹوں اور ایران دخت ، ایلار وزیر ، کمال منشی کو خلوت میں بلا کر تمام ماجرا بیان کیا اور کہا ''میں کیا ہی بھولا تھا کہ بھید اپنا دشمنوں سے کہا تھا ۔ شکر خدا کا کہ اگر فضل و کرم اس کا میرا حافظ نہ ہوتا ، ایران دخت مجھ سے ایسی نیک باتیں نہ کہتی اور کاریدون حکیم کا پتا نہ بتاتی ۔ اور اس لیے کہ تم سبھوں کو کہ سبب میری خوشی کے ہو، یہ بڑی آفت درپیش ہوئی تھی، میں نے یہ تحفے تم کو بخشے ؛ خصوص ایران دخت کو کہ جس نے مجھے جتایا اور ایلار وزیر کو کہ جس نے منافقوں

کے بشرے سے یہ بداندیشی دریافت کی اور ایران دخت کو اس بات پر لایا جو مذکور ہوئی۔'' وزیر نے عرض کی ''بندگان درگاہ اسی لیے ہیں کہ مصیبتوں اور حادثوں کے وقت اپنے تئیں بلا کی سپر بناویں۔ راست اعتقاد نوکروں کی علامتوں سے ایک یہ ہے کہ اگر جان و مال خاوند[1] کی راہ میں دیویں، اس کا عوض نہ چاہیں اور انعام کے متوقع نہ رہیں۔ مہارانی نے اس بات میں کوشش بہت سی کی ہے، مناسب یہ ہے کہ ان تحفوں میں سے تاج مرصع اور جامۂ ارغوانی انہیں عنایت ہووے۔ اور بندوں کو چاہیے کہ اس دولت عظمٰی کے شکر میں جو کچھ آج کے روز اپنے پاس رکھتے ہوں، اس میں سے اچھی اچھی چیزوں کو نذر گزرانیں اور باقی مستحقوں کو دے کر شکر بجا لاویں۔'' راجا، ایلار کو ساتھ لے کر محل میں گیا؛ بزم افروز نامی ایک حرم جو ایران دخت کی سوت تھی، وہ بھی حاضر ہوئی؛ توشہ خانے کا داروغہ تاج اور خلعت لے آیا؛ حکم ہوا ایران دخت جس چیز کو پسند کرے لے لیوے، باقی بزم افروز کا حصہ ہے۔ ایران دخت کو تاج کی بہت خواہش تھی، ایلار وزیر کی طرف اس نے دیکھا، تو جس چیز کی صلاح دیوے اسے لیوے۔ ایلار نے آگے ہی سے دریافت کیا تھا کہ مہاراج چاہتے ہیں کہ وہ تاج بزم افروز لیوے، اس لیے جامے کی طرف اشارہ کیا۔ اس میں راجا کی نظر ایلار پر پڑی، دیکھا کہ آنکھوں سے اشارہ کرتا ہے؛ اتنے میں ایران دخت نے تاج اٹھا لیا تا کہ راجا دونوں کی مشورت

۱۔ بمعنی خداوند، آقا، مربی (مرتب)

سے آگاہ نہ ہو ۔ ایلار نے آنکھ اپنی جس طرح اشارے کے واسطے کج کی تھی، اسی طرح رکھی تاکہ بادشاہ اشارے سے واقف نہ ہو ۔ بعد اس کے چالیس برس تک حضور میں رہا ؛ جس وقت راجا کے دربار میں آتا آنکھ ویسی ہی کج رکھتا تاکہ وہ گمان دور ہو جاوے ۔ جب ایران دخت نے تاج سے سرفرازی پائی ، بزم افروز بھی خلعت ارغوانی سے سرخ‌رو ہوئی ۔ ایک دن راجا ایران دخت کے گھر میں بیٹھا تھا ؛ وہ تاج مرصع سر پر رکھے ہوئے اور شیر برنج کا طشت زریں ہاتھ میں لیے کھڑی تھی اور راجا اس میں سے کھا رہا تھا کہ اس میں بزم افروز ارغوانی جوڑا پہن کر آئی ؛ وہ بے اختیار ہو گیا اور کھانے سے ہاتھ اٹھا کر بزم افروز کو اپنے پاس بلایا اور ایران دخت سے کہا ''یہ تاج جو تو نے لیا ہے ، بزم افروز کے سر کے لائق ہے ۔'' ایران دخت سوکناپے کے حسد سے برہم ہوئی اور بے اختیار ہو کر طباق بادشاہ کے سر پر دے مارا ؛ تمام بدن راجا کا اس سے بھر گیا ۔ راجا اس حرکت سے غصے ہوا اور ایلار کو بلا کر جو ماجرا تھا ، بیان کیا اور کہا ''اس بے وقوف بے ادب کو میرے سامنے سے لے جا کر اس کی گردن مار کہ اپنی اس گستاخی کی سزا پاوے ، اوروں کو بھی عبرت ہووے ۔'' ایلار رانی کو باہر لایا ، دل میں اپنے سوچا کہ اس کام میں جلدی نہ کیجیے اور راجا کی خفگی کی حالت اور اس عورت کی عزت کا لحاظ کر کے یہ ٹھہرایا کہ راجا کو بغیر اس کے چین نہ ہوگا اور اس کی جان بچا رکھنے میں میرا بھی بڑا حق ثابت ہوگا ۔ تب اس کو اپنے گھر لے گیا اور ایک اچھی جگہ میں چھپا رکھا کہ اگر

مہاراج اس حرکت سے نادم ہوں گے تو اس سے کیا بہتر
کہ میں اچھی خدمت بجا لایا ، نہیں تو اسی وقت کام اس کا
تمام ہو سکتا ہے ۔ بعد اس کے آپ لہو بھری تلوار ہاتھ میں
لیے ہوئے متفکروں کی طرح سر نہڑائے ہوئے حضور میں آیا
اور عرض کی کہ مہاراج کا حکم بجا لایا ۔ بعد ایک ساعت
کے مہاراج کا غصہ دھیما ہوا ، اچھی خدمتیں اس کی یاد آنے
لگیں اور جب صورت و سیرت اس کی خاطر میں گزرتی ، دل
سے دھواں اُٹھتا ، پر مارے شرم کے اس درد دل کو ظاہر
نہ کر سکتا اور دل میں اپنے یہی کہتا کہ میں نے طریق
دانش کا چھوڑ ، بے سوچے اس کے خون کرنے کا قصد کیا۔
غرض ہر روز یہ غم زیادہ ہوتا تھا پر کسی سے نہ کہتا تھا ۔
ایلار وزیر نے اگرچہ راجا کی پشیمانی و پریشانی دریافت
کی تھی پر اپنی دور اندیشی سے اس کے مدعائے دل کے درپے
تھا کہ آیا اس کو ندامت فی‌الحقیقت ہے یا اوپری دل سے ۔
یہاں تک کہ ایک دن وقت پا کر عرض کی کہ عقل مندوں
کو چاہیے کہ اس کام میں جو چارہ پذیر نہ ہو، فکر نہ کریں ؛
بیہودہ غم سے اپنے تئیں تصدیع میں نہ ڈالیں ، اس لیے کہ
جو کام ہاتھ سے جاتا رہا ہے ، اس کے واسطے مغموم ہونا
کچھ فائدہ نہ کرے گا اور تھوڑے سے عرصے میں راجا
کی جان و تن کو اس سے صدمہ پہنچے گا ۔ اور یہ بات جو
کوئی سنے گا کہ مہاراج اپنے کیے سے پچھتاتے ہیں ، آپ کو
پست حوصلہ و سبک جانے گا ، اور یہ بات حاکموں کی شان
سے بعید ہے ۔ اب جو کام ہاتھ سے جاتا رہا ہے ، سوائے
صبر کے کچھ چارہ نہیں ۔ چاہیے تھا کہ مہاراج اپنے غصے
پر غالب رہتے تو موجب ندامت و خفت کا نہ ہوتا اور

راے ذوالرقاع کے مانند، جس نے رہبریٔ عقل سے غضب کو مغلوب کیا تھا اور چین سے زیست کی تھی، مہاراج بھی خوش رہتے؛ محنتیں اور کلفتیں نہ آٹھاتے۔'' راجا نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

ایلار نے کہا ''نقل ہے کہ یمن میں ایک حاکم تھا راے درست و کردار نیک سے موصوف؛ ایک دن شکار کو گیا تھا، بہتیری دوڑ دھوپ کی، کوئی شکار ہاتھ نہ لگا۔ بادشاہ اس بات سے غمگین ہوکر حیرت زدوں کی طرح ادھر آدھر دیکھتا تھا؛ اتفاقاً ایک غریب بےکس لکڑہارے نے ہرن کے چمڑے کی ٹوپی اور انگرکھا پہن کر اس جنگل میں لکڑیاں بہت سی جمع کی تھیں اور اس محنت سے ماندہ ہوکر کسی پتھر سے کمر ٹیکے ہوئے دم لے رہا تھا۔ بادشاہ کی نظر دور سے اس پر پڑی؛ از بس کہ نہایت شوق شکار کا رکھتا تھا، اس کو ہرن جان کر ندھڑک تیر دل دوز اس پر مارا، اور جب اس کے پاس گیا، دیکھا کہ ایک بےچارہ زخمی سینہ مجروح، دل پُر خون پڑا ہے؛ نہایت مغموم ہوا اور اپنی بے تاملی پر اپنے تئیں ملامت کرنے لگا اور اس سے بہت سی عذر خواہی کرکے اسے مرہم بہا میں ہزار دینار دیے اور وہاں سے شہر کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ بعد اس کے جو کام کروں بے تامل نہ کروں۔ اس شہر کے اطراف میں ایک سالک اپنی نفس کشی کے واسطے ترک دنیا کرکے گوشے میں بیٹھا تھا اور عقل معاد سے بہرہ ور ہوکر رضاے الٰہی کی جستجو میں اوقات بسر کرتا تھا۔ بادشاہ کے دل میں یہ

بات آئی کہ اس کے پاس جائیے اور اس سے کچھ نصیحت طلب کیجیے ۔ آخر اس ارادے پر اس کی عبادت گاہ میں گیا ، اور جس طرح کا سلوک سرداروں کو درویشوں سے لازم ہے ، بجا لا کر درخواست کی کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی در یکتا کان دانش سے مجھے بخشیے تاکہ وہ وسیلہ ترق کا دنیا میں اور مجرب دوا واسطے آرام دل کے ہووے ۔ اس صاف دل صوفی مزاج فقیر نے عرض کی کہ اے جہاں پناہ! وہ خصلت جو بادشاہوں کے حق میں سرمایہ ظاہر و باطن کی دولت کا ہے ، سو غصے کو مارنا اور خفگی کے وقت تحمل کرنا ہے ۔ بادشاہ نے کہا ''اے درویش ! تو نے سچ کہا پر خفگی کے وقت اختیار کی باگ کو تھامنا بہت مشکل ہے ، اور کوئی دولت خواہ بھی میرے یہاں ایسا نہیں ہے کہ ایسے وقت میں حق بات عرض کرے ۔ غضب کی باگ تھامنے کی تدبیر بتائیے۔'' درویش نے کہا ''بڑے آدمیوں کو لازم ہے کہ نوکروں میں سے اس نوکر کو جو سبھوں سے دانش و دیانت داری اور راستی میں ممتاز ہو ، محرم راز اپنا کرے اور یہ اجازت دے کہ غصے کے وقت جس طرح سے ہوسکے ، برے کاموں سے آگاہ کرکے باز رکھے ۔ لیکن جب تلک کہ ایسا شخص ہاتھ لگے ، علاج اس کا یہ ہے کہ میں تین پرزے آپ کو لکھ کر دیتا ہوں ، چاہیے کہ ان تینوں پرزوں کو اپنے مقرب نوکروں میں سے ایک کے حوالے کیجیے اور کہہ دیجیے کہ ہمیشہ ان پرزوں کو اپنے پاس رکھے اور آپ کے احوال کو دیکھتا رہے ؛ جب جانے کہ غضب اور خفگی کا وقت آپہنچا ، یا کسی کام میں تو غصے ہوا ہے ، ان میں سے ایک کو تیرے ہاتھ میں

دے ۔ آمید ہے کہ جو تو دل ہشیار و بخت بیدار رکھتا ہے ، اس خط کا پڑھنا تجھے غضب سے باز رکھے گا اور اگر دیکھے کہ پہلا خط مفید نہ ہوا ، وونہیں دوسرا دیوے ؛ اگر نفس بہ سبب اس کے کہ اس کی سرشت میں سرکشی ہے ، دوسرے پرزے سے بھی کماحقہ ہشیار نہ ہووے ، تیسرا پرزہ آپ کے ہاتھ میں دیوے ۔ خدا کی درگاہ سے یہ آمید رکھتا ہوں کہ اس مرتبے خفگی کی تاریکی نور حلم سے بدل ہووے ۔'' بادشاہ اس بات سے خوش ہوا اور درویش نے وے تینوں پرزے مقرب نوکروں میں سے ایک کے حوالے کیے ۔ پہلے کا مضمون یہ تھا کہ قدرت کے وقت اختیار کی باگ بداندیش نفس کے ہاتھ نہ دے کہ تجھے خدا کی نظر عنایت سے گرا کر ہلاک کرے گا ۔ دوسرے پرزے کا حاصل یہ تھا کہ غصے کے وقت زیردستوں پر مہربانی کر تو زبردست تجھ پر مہربان رہے ۔ تیسرے کاغذ کا مطلب یہ تھا کہ عقل کا حکم مان اور انصاف سے منہ نہ پھیر ۔ بادشاہ خدا کا شکر بجا لا کر درویش کے یہاں سے اپنے محل میں داخل ہوا ۔ اور وزیر ہمیشہ ، کیا خلوت کیا بار عام میں ، جو وقت خفگی اور غصے ہونے کا ہوتا ، ہر وقت یہ تینوں رقعے اس کو دکھلاتا ، اس لیے اس کو لوگ 'ذوالرقاع' کہتے تھے ۔ اس بادشاہ کی ایک لونڈی از بس کہ خوب صورت و نیک سیرت تھی ، بادشاہ اسے بہت چاہتا تھا اور کمال اس کی خاطر کرتا تھا ۔ ملکۂ آفاق ہمیشہ اپنی نا رسائی و کم حوصلگی سے رشک کھا کر اس کے دفع کرنے میں سعی کرتی تھی ، پر کوئی محرم راز نہ رکھتی تھی ، یہاں تلک کہ ایک دن اپنی خفگی

محل سرا کی مشاطہ سے ظاہر کی اور کم بختی کے مارے بادشاہ کے مارنے اور لونڈی کے دور کرنے کی تدبیر ٹھہرائی تھی۔ بد ذات مشاطہ نے کہا "مجھ سے کہہ کہ بادشاہ لونڈی کی کس چیز کو بہت دوست رکھتا ہے؟" خاتون نے جواب دیا کہ ٹھڈی کو۔ مشاطہ نے کہا "صلاح یہ ہے کہ تھوڑا سا زہر ہلاہل نیل کے ساتھ ملاویں اور لونڈی کے یہاں جا کر اس میں سے تھوڑا اس کی ٹھڈی اور غبغب پر لگاویں۔ بادشاہ جب بوسے کے ارادے سے اس پر لب رکھے وونہیں سرد ہو جائے؛ جب وہ مر جائے لونڈی کا دفعیہ آسان ہے۔ بللی بی بی اس تدبیر سے خوش ہوئی اور مشاطہ بدبختی سے ایسے بد کام کے خیال میں مشغول ہو کر ایک ناممکن کام کی منتظر رہی۔ ناگاہ اس ماجرے کو بادشاہ کے غلاموں میں سے ایک غلام پردے کے اوٹ میں کھڑا سنتا تھا۔ ہرچند اس نے کوشش کی کہ آفت ناگہانی کو بادشاہ سے کہے یا لونڈی کو آگاہ کرے، نہ ہوسکا۔ ایک دن بادشاہ موافق عادت کے لونڈی کی خواب گاہ میں آرام کرتا تھا، اور غلام تو اپنا مارا جانا قبول کرکے اس کام کی تدبیر ہی میں تھا، بے تاب ہو کر اس وقت محل سرا میں چلا گیا۔ جب بادشاہ کی نظر اس پر پڑی، غضب میں آیا اور تلوار کھینچ غلام کی طرف چلا۔ وہ محل سے نکل باہر بھاگا اور بادشاہ تلوار کھینچے ہوئے اس کے پیچھے دوڑا۔ معتمد خاص پرزے ہاتھ میں لیے ڈیوڑھی پر کھڑا تھا؛ جب بادشاہ کو غصے میں دیکھا، آگے آیا اور ایک پرزے کو دکھلایا، فائدہ نہ ہوا؛ پھر دوسرا دیا، وہ بھی مفید نہ پڑا؛ تیسرا نوشتہ جب خدمت میں گزرانا، بادشاہ کو

ذرا صبر ہوا اور غصے سے باز آیا ۔ غلام کو بلا کر شفقت سے پوچھا کہ اے بےوقوف! یہ دلیری تو نے کیوں کی ؟ غلام نے سچ سچ ماجرے کو بیان کیا اور کہا ”جب آپ کو خبر نہ کر سکا ، بے تاب ہو کر اپنے تئیں اس آفت میں ڈالا ، تاکہ ایک دم جہاں پناہ میری طرف متوجہ ہوں ، شاید کوئی بات کہہ سکوں ۔“ بادشاہ ملکہ کو بلوا کر یہ بات تحقیق کرنے لگا ؛ وہ صاف منکر ہوگئی اور بولی ”اے جہاں پناہ! میں نے بارہا سنا ہے کہ اس بے باک غلام کا اس لونڈی سے لگا ہے ، پر میں جانتی تھی کہ جو یہ بات کہوں گی ، آپ نہ مانیں گے اور مفتری مشہور ہوں گی ۔ اب آپ نے بے باکی اس کی بہ چشم دیکھی ، قتل میں دیر اس کے نہ کیجیے اور عذر و حیلہ اس کا نہ سنیے ۔“ بادشاہ نے غلام کی طرف دیکھا ؛ اس نے عرض کیا ”یہ نیل جو اس کے زنخداں پر نظر آتا ہے ، میں نہیں عرض کر سکتا کہ کسی کو آزمائش کے لیے فرمائیے ، پر وہ ڈبیا کہ جس میں مشاطہ نے زہر تیار کرکے رکھا تھا سو اس کے جیب میں ہے ؛ اس کو بلوائیے ، غالب ہے کہ حقیقت حال کھل جاوے گی ۔“ تب بادشاہ نے حکم کیا کہ اسے حاضر کریں۔ جب وہ آئی ڈبیا اس کے پاس پائی ، ذرا سا اس نیل میں سے مشاطہ کو دیا کہ کھا جاوے ۔ کھانے کو تو اس نے ناچار کھایا پر کھاتے ہی مر گئی ۔ بعد ظاہر ہونے اس کیفیت کے بادشاہ نے ملکہ کو قید کیا اور غلام کو آزاد کر اپنے ارکان دولت میں داخل کیا ۔

اس قصے کا فایدہ یہ ہے کہ حلم کی بدولت بادشاہ آفت سے بچا ۔ بڑے آدمیوں کو ، خصوص بادشاہوں کو

کسی کام میں جلدی نہیں لازم ہے۔" تب ملار نے کہا "اے ایلار! تو نے سچ کہا، مجھ سے اس کام میں بڑی چوک ہوئی؛ پر تو جو ایسا دولت خواہ اور دانا تھا، کیوں تو نے اس کام میں خوب تأمل نہیں کیا۔ اور اگر جانتا تھا کہ میں نے ایران دخت کے قتل کا حکم خفگی سے کیا ہے، کوئی تدبیر ایسی کیوں نہیں ٹھہرائی کہ میں اس کام سے باز رہتا؟ مجھے تجھ ایسے شخص سے اس بات میں بڑا ہی تعجب ہے۔" ایلار نے جو ایران دخت کے قتل نہ کرنے میں ایک نوع کی عدول حکمی کی تھی، اندیشے میں تھا کہ مبادا یہ افسوس بادشاہ کا فقط ظاہری ہو؛ جواب دیا "اے مہاراج! بندوں کو عدول حکمی نہ چاہیے؛ مجھ پر اس کام میں آپ کس واسطے خفگی کرتے ہیں۔" راجا کو یقین ہوا کہ صرف اس نے ظاہر حکم پر عمل کیا ہے اور کچھ عاقبت اندیشی نہیں کی؛ دھواں اس کے دماغ سے اٹھا؛ تب وزیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا "میں ایران دخت کے قتل ہونے سے کمال آزردہ ہوا ہوں اور تیرا نہ سمجھنا موجب اس کے ہلاک کا ہوا؛ اب علاج اس کا کیا ہے؟" وزیر نے کہا "مہاراج! اگلے داناؤں نے کہا ہے کہ تین شخص ہمیشہ غم و اندوہ میں رہتے ہیں: ایک وہ کہ نیت جس کی بری ہو، دوسرا وہ کہ مقدور کے وقت احسان نہ کرے؛ تیسرا وہ کہ بن سوچے ایسا کام کرے کہ جس سے آخر کو پشیمان ہووے۔ اب اس کام میں سوائے صبر کے کچھ چارہ نہیں۔ جو شخص بے تامل کام کرے، حالت اس کی وہ ہووے جو اس کبوتر کی ہوئی۔" راجا نے پوچھا "وہ کیوں کر ہے؟"

حکایت

ایلار نے کہا ''نقل ہے کہ ایک کبوتر کے جوڑے نے اوائل گرمی میں جابجا سے کچھ دانے چن کر جاڑوں کے واسطے ایک کونے میں جمع کیے تھے ۔ وہ دانے تر ہونے کے سبب بہت دکھائی دیتے تھے ۔ جب گرمی تمام ہوئی اور سب سوکھ گئے ، آگے جتنے تھے اس سے کم ہو گئے ۔ کبوتر کئی روز کے لیے کہیں گیا تھا ، جب پھر آیا ، دانے تھوڑے دیکھ کر کبوتری کو ملامت کرنے لگا اور بولا کہ اس کو جاڑوں کے واسطے رکھا تھا ، تو نے کس لیے اس میں سے کھایا اور جنگل کی چرائی چھوڑ کر کس واسطے اس میں سے خرچ کیا ۔ کبوتری نے ہر چند انکار کیا اور کہا کہ میں نے اس میں سے ہرگز ایک دانہ نہیں لیا ہے ، پر نر نے باور نہ کیا اور اسے یہاں تک مارا کہ اس کا کام تمام ہو گیا ۔ بعد اس کے برسات کے ایام میں دانوں میں پھر نمی آئی اور حالت اصلی پر ہوگئے ۔ کبوتر سمجھا کہ ان کے تھوڑے دکھائی دینے کا سبب یہی تھا ، اور اپنی جلدی پر اپنے تئیں ملامت کرنے لگا اور اپنی یار جانی کی جدائی سے زار زار رونے لگا ۔

فایدہ اس قصے کا یہ ہے کہ عقل مند کو چاہیے کسی کام میں خصوص قتل کے باب میں جلدی نہ کرے تو اس کبوتر کے مانند جدائی کے درد میں گرفتار نہ ہووے ۔''
راجا نے کہا ''اے ایلار! اگرچہ میں نے برا کیا ، پر تو نے مجھ سے زیادہ برا کیا ۔ میں اس وقت غصے میں تھا ، اگر جلدی کی تو کچھ بعید نہیں ہے ، کیوں کہ اس وقت ہوش باقی نہ تھے ؛ لیکن تو میرا مزاج جانتا تھا اور ہوشیار تھا ، پھر

کیوں تو نے جلدی کی ؟ اے ایلار ! میں ایران دخت کی جدائی سے بہت بے قرار ہوں۔" اس نے عرض کی کہ مہاراج کے غضب سے فکر مند ہوں ، اور آپ جو اس کے فراق سے رنجور ہیں ، سو بجا ہے ، اس لیے کہ دانا پانچ قسم کی رنڈی کے واسطے غم کھاتے ہیں : پہلی وہ کہ نیک ذات پاکیزہ خو ہو ، دوسری وہ جو دانا و بردبار اور خیر خواہ ہو ، تیسری وہ جو نصیحت مانے اور ظاہر و باطن میں مہربان ہووے ، چوتھی وہ جو شادی و غمی ، نیکی و بدی میں ساتھ رہے اور تن پروری نہ کرے ، پانچویں وہ کہ اس کا پیرا خصم کے لیے مبارک ہووے۔ ایران دخت میں یہ سب صفتیں تھیں۔ بغیر ایسی یار کے نہ زندگانی کا مزہ ہے نہ کامرانی کا چین۔ وزیر سچ سچ باتیں جو سرداروں کے مزاج کو گراں ہوتی ہیں ، کہتا تھا اور راجا سن کر غصہ کھا کر رہ جاتا تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ ایک جلدی سے جو میں نے کی ، ہمیشہ کا غم کھانا ہوا ؛ اب یہ وزیر مجھے سخت کہتا ہے ، بہتر یہ ہے کہ سنوں اور برہم نہ ہوں۔ جب ایلار کے دل پر یقین ہوا کہ آزردگی مہاراج کی حد سے گزری ہے اور اپنے کیے سے پچھتاتا ہے ، تب عرض کیا کہ مہاراج ! ایران دخت اب تلک جیتی ہے اور میں نے آپ کی مزاج دانی کر کے اسے قتل نہیں کیا ہے۔ راجا اس خبر کے سنتے ہی خوش ہو کر سجدۂ شکر بجا لایا اور کہا "اے سنگ دل ! تو کس لیے ویسی گفتگو کرتا تھا کہ اس سے مجھے یقین ہوا تھا کہ ایران دخت کو تو نے قتل کیا ہے ، اور کس واسطے میری اتنی رنجیدگی کو روا رکھتا تھا ؟ شکر خدا کا ، جیسا مجھے تیری عقل دور اندیش

پر اعتماد تھا ویسا ہی ظاہر ہوا۔'' ایلار نے کہا ''مہاراج! یہ باتیں اس لیے تھیں تا میں خوب سمجھوں کہ آپ کو اس کام سے ندامت ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر آپ کو اس کام سے پشیمانی نہ ہوئی ہو تو مجھے بخواہ حکم آپ کا بجا لانا ہے۔'' راجا نے اس کی دانائی پر آفرین کی اور کہا کہ تو اچھی خدمت بجا لایا۔ خدا چاہتا ہے تو اس کے صلے میں تیرے دین و دنیا کے کام حاصل ہوں گے۔ تب فرمایا کہ اے ایلار! ایران دخت کے پاس جا کر عذر خواہی کر اور اسے کمال اعزاز سے میرے حضور لا۔ ایران دخت نے یہ خبر سن نئے سر سے جان پائی اور راجا کی خدمت میں آکر شرط بندگی و شکر گزاری کی بجا لا احسان مندی کی زبان کھولی۔ راجا نے کہا ''یہ ایلار کا احسان ہے۔'' اس نے عرض کی ''جو مجھے مہاراج کی دانائی پر اعتماد نہ ہوتا، میں یہ گستاخی ہرگز نہ کرتا اور بر خلاف حکم کے اسے جیتا نہ چھوڑتا؛ پس مہاراج کی شکر گزاری کیا چاہیے، مجھ سے کیا خدمت ہوئی۔'' راجا نے اس کے سلیقے اور عالی فطرتی سے خوش ہو کر درجہ اس کا بڑھایا اور تمام کاروبار اس کے سپرد کیا۔ کاریدون نے جو نیک و بد ہونے کی تعبیریں کہیں تھیں سو ظاہر ہوئیں۔ تب ایلار اپنی طرف سے اصالتاً اور بادشاہ کے اہل و عیال کی طرف سے وکالتاً بد باطن برہمنوں سے انتقام لینے کے درپے ہوا اور خواب کی تعبیریں جو کہی تھیں، مذکور کیں۔ راجا کے حکم سے لوگوں نے کاریدون حکیم کو جو خدا داد دانش روز افزوں رکھتا تھا اور راست گفتار و درست کردار تھا، حاضر کیا، اور سزا آن نمک حرام برہمنوں کی حکیم کی مرضی پر موقوف رکھی کہ

اُس کی رائے جہاں آرا میں جو کچھ ٹھہرے ، کار پرداز حضور کے انھیں سزا کو پہنچاویں ۔ کاریدون کی صلاح سے بعضوں کو سولی دی اور بعضوں کو ہاتھی کے پاؤں میں باندھ کر کھنچوایا ۔ راجا نے کاروبار ملک کا وزیر کے حوالے کر خود ایران دخت کے ساتھ ظاہر و باطن کے عیش کرنے لگا ۔

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ ملار نامی ایک راجا ہندوستان کی حکومت کرتا تھا اور عنایت الٰہی شامل حال اس کے تھی ؛ زمانہ اس کے تابع تھا ۔ ایک شب سات مرتبہ سات خواب پریشان دیکھے اور بد باطن، بد ذات برھمنوں کو نیک کردار جان کر خوابوں کو ان سے بیان کیا ۔ وے کم بخت قدیم بغض کو جی میں رکھ کر بدلہ لینے کے درپے ہوئے اور خیر خواہی کے پردے میں آکر کہنے لگے کہ ان خوابوں سے جان کا خطرہ معلوم ہوتا ہے ؛ علاج اس کا سوائے اس کے نہیں کہ مہاراج خون سے بیٹوں ، ایران دخت ، ایلار وزیر اور کمال منشی کے کہ ہر ایک یکتائے عصر ہے ، نہاویں اور گھوڑوں ، ہاتھیوں ، اونٹوں میں جو سب سے زیادہ اچھے ہوں ، ان کو بھی ذبح کریں اور لہو کو اپنے اوپر چھڑکیں اور اس خاص تلوار کو انھوں کے قتل کے بعد توڑ ڈالیں تو بھروسا ہے کہ اس آفت سے جان بچے ۔ یہ سنتے ہی اسے اور غم ہوا ، اپنے مرنے کو ان کے مارے جانے سے سہج جانا اور کہا ”اے برھمنو ! مگر تم نے قصہ سلیمان علیہ السلام اور بگلے کا نہیں سنا ہے کہ جس وقت آب حیات کوئی ان کے واسطے لایا تھا اور ارکان دولت سب بالاتفاق اس کے پینے کے لیے صلاح دیتے تھے ، بوتیار

نے آ کر عرض کی ''حضرت آپ کو اگر اس قدر صبر ہے کہ دوستوں کی موت دیکھ سکیں ، پیجیے؛ و الا" وہ چین اس اذیت کے برابر نہ ہوسکے گا ۔'' آخر حضرت سلیمان نے بگلے کی بات پر عمل کیا ؛ برہمنوں نے کہا ''اگر مہاراج کی جان سلامت رہے گی ، دوست و مخلص بہت سے ملیں گے ؛ بگلے کے قصے پر خلاف عقل کام نہ کیجیے۔'' راجا خلوت میں جا کر روتا تھا اور کچھ تدبیر نہ کر سکتا ۔ ایلار وزیر نے دور اندیشی سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ مہاراج دو تین روز سے مغموم ہیں اور ہم سے بات نہیں کرتے اور ہمیشہ ان بد باطن برہمنوں سے جو دوست نما دشمن ہیں ، خلوت کرتے ہیں ۔ وے کوئی فساد ایسا برپا کریں گے جو چارہ پزیر نہ ہو گا ۔ آخر ایران دخت کی خدمت میں جا کر اسے اس بات پر لایا کہ حقیقت حال مہاراج کی دریافت کرے ۔ اس نے بہر طور جب ماجرا رات کے خواب کا اور برہمنوں کے تعبیر کہنے کا سنا ، خوش ہو کر کہا ''اس سے کیا بہتر ہے کہ ہماری جانیں مہاراج کی آفت کی سپریں هوویں ۔ اگر یقین ہوا ہے کہ برہمن راستی و خیر خواہی سے کہتے ہیں ، درنگ نہ کیجیے اور اگر ان کی راستی میں کچھ شبہ ہو ، یہاں سے نزدیک کاریدون حکیم رهتا ہے جو راست گفتار و درست کردار ہے ؛ اس خواب کو اس سے کہیے ، وہ جو کچھ تعبیر کہے اس میں شبہے کی جگہ نہیں ۔ غرض راجا کاریدون کے پاس گیا اور خواب کی تعبیر پوچھی ۔ اس نے جواب دیا کہ برہمن جو کچھ کہتے ہیں ، سب فریب ہے ۔ اور کاریدون نے جو کچھ کہا تھا ، تھوڑے دنوں میں ظاهر ہوا اور وے برہمن اپنی سزا کو پہنچے ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ہے کہ بڑے آدمیوں ، خصوص بادشاہوں کو بردباری و وقار سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اور یہ بات بغیر صحبت دانا دوست کے میسر نہیں[1] ہوتی ہے ، جیسے رائے ملار اور ایلار وزیر کا قصہ اس بات کی خبر دیتا ہے ۔

۱- 'میسر نہیں' 'دست نہ دہد' کا ترجمہ ہے (عیاردانش صفحہ ۲۸۱ نول کشور کانپور ۱۸۹۴ء (مرتب)

پندرھواں باب

احتراز کرنے میں بادشاھوں کے بے وفاؤں اور بد اندیشوں سے

رائے دابشلیم نے بیدپائے برھمن سے کہا ''فائدہ بردباری کا اور زبان ھلکا پن کا بیان کرکے میرے دل دانش پسند کو تم نے روشن کیا ۔ اب چاھتا ھوں ، بیان کیجیے کہ بادشاہ کس گروہ کو مالی و ملکی کاروبار پر تعین کرے اور کس فریق کو پسند کرکے اھل جہان کے کام پر مقرر فرماوے کہ بہت سے بد آدمی نیکوں کے لباس میں ھیں ، پر نہ وے اندازہ بخشش کا پہچانتے ھیں نہ اپنا رتبہ جانتے ۔'' بیدپائے حکیم نے کہا ''اے صاحب اقبال روشن دل ! آپ نے بہت بڑی بات پوچھی ۔ اس کی دریافت کا طریق جس کے ھاتھ لگا ، سب کام اس کے بن آئے اور ملک اس کا روز بروز آباد اور خلق آسودہ ھوئی اور یہی زیادتی دولت اور زندگی کا باعث ھوتا ھے ۔ جہاں پناہ ! آدمی کا پہچاننا مشکل ھے ۔ جب تلک کئی مرتبے طرح بہ طرح کے کاموں میں وہ آزمایا نہ جائے اعتماد کے لایق نہیں ھوتا ھے اور سرفراز کرنا اس کا مناسب نہیں ۔ اچھے آدمی کی علامتیں جو سب سمجھیں امانت و دیانت اور راستی و عالی ھمتی و بزرگ منشی ھے ۔ جو کوئی بے دیانت اور کمینہ و بے ھمت ھے ، وہ خدا کی درگاہ کا راندہ ھے ، بادشاھوں کی خدمت کے لایق نہیں ۔ اور اگلے لوگوں کے قصوں سے معلوم ھوتا ھے کہ جو فتنہ و بلا

ملک میں ظاہر ہوئی ہے سو کم ذات چھوٹے خائن ہی کے سبب تھی ۔ اور آدمی کی خوبی کی علامتوں سے ایک یہ ہے کہ ہمت اس کی یہی چاہتی ہو کہ بد کرداری، راستی سے بدل ہووے ۔ اوروں کے غم سے آپ مغموم ہو اور فعل اس کا قول پر غالب رہے ، اور سبھوں کا خیر خواہ ہو کر بہتوں سے دوستی نہ کرے کہ بہت لوگوں سے دوستی کرنی اکثر بد باطنوں کے نشان ہیں ۔ اے راے بیدار بخت ! اچھے آدمیوں کی علامتیں بہت ہیں ، پر تمام نیک کاموں کا موجب یہ ہے کہ عقل مند ہووے اور جو چیز عقل کے خلاف ہو اس سے ڈرتا رہے کہ نافرمانی خدا کی جو چھوٹے بڑے کی زبان پر جاری ہوتی ہے ، سو عقل کی مخالفت ہے اور جو بدی کہ آدمی کرتا ہے ، عقل کی کوتاہی سے ہے اور جس کسی کی عقل کامل ہے وہ نیک ذات و مردانہ و بردبار و اہل وفا و راست گفتار و درست کردار ہے ۔ مہاراج ! جو شخص کہ زبان کی چالاکی اور صورت ظاہر سے آراستہ ہے ، اس پر اعتماد نہ کیجیے کہ اس سے اکثروں نے فریب کھایا ہے اور جب کسی کے حق میں گمان نیکی کا آوے ، اس کی رعایت و پرورش میں جلدی نہ کیا چاہیے کہ دنیا بے وقوف کمینے کو مغرور و بےہوش کر دیتی ہے ۔ ہر مرتبہ جب درجہ اس کا بڑھائیے، احوال اس کا دریافت کیجیے کہ کس طور سے گزران کرتا ہے اور غریبوں ، عاجزوں سے کیا سلوک رکھتا ہے ۔ فائدہ اس بات کا کہ یک بارگی آدمی کو نہ بڑھایا چاہیے، یہ ہے کہ اس صورت میں لوگوں کی نظروں میں حقیر ہی رہے گا ، اور اس لیے کہ کام عوام سے متعلق اور رعایت ظاہر کی منظور ہے ،

سبھوں کی نظروں میں اس کا صاحب اعتبار ہونا ضرور ہے۔ اور جب آہستہ آہستہ بڑھے، سبھوں کی نظر میں رفتہ رفتہ بزرگ ہو جائے، ہر چند کہ آگے معزز نہ رہا ہو۔ حکیموں نے بادشاہوں کو طبیب حاذق سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح طبیب دانا جب تلک بیمار کے مزاج سے بہ خوبی واقف نہ ہو اور اس کی عادت کو خوب دریافت نہ کرے اور بیماری کا سبب نبض و قارورے سے اچھی طرح اس کے نزدیک مشخص نہ ہو، اس کے معالجے میں ہاتھ نہیں ڈالتا ہے۔ اور جب مداوا شروع کرے، بہ‌تدریج دوائیں دیتا ہے کہ آہستہ آہستہ صحت ہوتی ہے۔ اسی طرح سلاطین ملازموں کے سرفراز کرنے اور ان کے بڑھانے میں بہت سا تامل کرتے ہیں اور یک بارگی جلدی کو کام نہیں فرماتے ہیں کہ مبادا کوئی بد ذات نیکوں کے لباس میں آ کر فریب سے اپنے تئیں دوست خواہوں میں گنے اور معزز و معتمد ہو کر انتقام لینے کے ارادے سے اپنی غرض کو درمیان میں لاوے اور رعیت و لشکر کی خرابی کے درپے ہووے، اور اس کی شامت اعمال کا وبال بادشاہ کی جان و مال پر پڑے۔ اور اکثر تو یہ ہے کہ انہیں سے بدی پہنچتی ہے۔ کون سے مخفی بھید ہیں کہ ان لوگوں سے ظاہر نہیں ہوئے ہیں اور کون سی اذیتیں ہیں کہ ایسے لوگوں سے نہیں پہنچیں۔ ان مثلوں سے جو اس مقام کے مناسب ہیں، قصہ ایک سنار اور مرد جہاں دیدہ کا ہے۔'' رائے نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

برہمن نے کہا ''نقل ہے کہ حلب کا حاکم اپنے ایک دوست کی بیٹی کے لیے زیور گڑھایا چاہتا تھا۔ اس میں ایک

سنار کی تعریف سنی کہ بڑا استاد ہے ، تب اسے بلوایا اور حکم کیا کہ زیور ہمارے حضور بیٹھ کر بناوے ۔ تھوڑے سے دنوں میں سنار نے بہ سبب وجاہت و چالاکی کے جو اس کو خدا نے دی تھی ، حاکم کے دل میں جگہ کی ، یہاں تلک کہ آہستہ آہستہ محرم راز ہوا ۔ بادشاہ کے ارکان دولت میں سے کسی دانا نے ایک اچھے وقت فرصت پا کر عرض کی کہ جہاں پناہ نے بغیر اس کے کہ اندازہ اس کی دانش کا اور رتبہ اس کی شرافت کا آزماویں ، اسے حد سے زیادہ بڑھایا ہے ۔ اگلے دولت مند بازاری آدمی اور کمینوں سے صحبت کم رکھتے اور اس کو بڑے رتبے پر نہیں پہنچاتے تھے ۔ میری خاطر میں یہ بات آتی ہے کہ یہ شخص بالفرض بازاری نہیں ہے تو نیک ذات بھی نہیں ہے کہ ہمیشہ لوگوں کی بدی کے سوا ذکر نہیں کرتا ہے اور ہمیشہ مقصد اس کا ستانا ہے ۔ اور ایسے آدمی میں آئین وفاداری کا نہیں ہوتا اور وہ شیوہ حق گزاری کا بجا نہیں لاتا ہے ۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جس وقت بادشاہ نے کسی سے احسان کیا ہے ، آثار ناخوشی کے اس کے تیورے سے ظاہر ہوئے ہیں ۔ داناؤں نے کہا ہے ، بدوں کی علامتوں سے ایک یہ ہے کہ کسی پر بخشش کا روا دار نہ ہو ۔ بڑے آدمیوں کو صحبت رکھنا اسی شخص سے لایق ہے جو نیک ذاتی و دانش سے موصوف ہووے ۔ بادشاہ نے کہا ”اے خیر خواہ ! میں جانتا ہوں کہ تو دل سوزی سے کہتا ہے ، پر یہ جوان وجیہ ہے اور اس کی وجاہت ظاہری و حسن صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا باطن بھی گوہر دانش و حسن سیرت سے آراستہ ہے ۔“ وزیر نے کہا ”خوب صورتی

بے وقوفوں کے حق میں دام ہے اور عقل مند ظاہر کی صورت پر اعتماد نہیں کرتے ہیں ۔ جیسے اگلے زمانے میں کوئی حکیم ایک خوب صورت کو دیکھ اس کی صحبت کا مشتاق ہوا ۔ آخر جب اس کے باطن کے سمجھنے کے درپے ہوا تو بد ذات پایا ، اس لیے اس کی طرف سے منہ پھیر کر کہا ''گھر تو اچھا تھا جو اس کے اندر کوئی شخص ہوتا ۔'' بادشاہ نے فرمایا کہ حسن باطن کے اعتدال پر دلیل ہے ، اور جس کا مزاج اچھا ہو ، پرورش اس کی بجا ہے اور اخلاق بد ، جو تو اس میں دیکھتا ہے ، سبب اس کا یہ ہے کہ اچھی تربیت نہیں پائی ہے ۔ اب جو تربیت کیا جائے گا ، اخلاق اس کے اچھے ہوں گے ۔ اس نے جواب دیا کہ جہاں پناہ ! بھلے برے کا فرق عقل مندوں پر چھپا نہیں ۔ نالایق اگر ہزار برس تربیت کیا جائے ، بدی کے سوا اس سے نیکی ہرگز نہ ہو گی ۔ اگر میری بات باور نہ ہو ، اگلے داناؤں کی باتوں کو ملاحظہ فرمائیے ۔ کہ مبادا ایسا نہ ہو جیسا اس بادشاہ زادے کو در پیش ہوا ۔'' بادشاہ نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے ؟''

حکایت

وزیر نے کہا ''فارس کے بادشاہ کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا ، اس کے شانے پر ہتھیلی کے برابر ایک سیاہ داغ تھا ۔ بادشاہ اسے دیکھ کر حیران ہوا اور داناؤں سے اس کی خاصیت پوچھی ۔ سبھوں نے جواب دیا کہ حکیموں نے یہ مقرر کیا ہے کہ جس کے اس طرح کا داغ ہو ، بادشاہ ہوتا ہے ، پر اس کو بڑے بڑے خطرے پیش آتے ہیں ۔ بادشاہ اس بات سے کچھ خوش ہوا اور کچھ مغموم ، پر ہمیشہ اس

کی حفاظت کرتا تھا ۔ جب وہ چودہ برس کا ہوا ، شاہ زادے کے محل کے نزدیک ایک پاجی اور بدخو موچی رہتا تھا ۔ بادشاہ زادہ ہمیشہ اس کے گھر میں آتا جاتا اور کھیلا کرتا ، یہاں تلک کہ اس سے بڑی الفت ہو گئی ۔'' وزیر نے کہا ''جہاں پناہ! لڑکوں کو کمینوں کی صحبت میں رکھنا خراب کرنا ہے ۔ تھوڑے سے عرصے میں ان کی خو بو لڑکوں میں اثر کرتی ہے کہ آدمی کو جیسی صحبت پڑتی ہے ویسا ہی اس کا مزاج ہو جاتا ہے ۔ چاہیے کہ شاہ زادہ موچی کی صحبت سے پرہیز کرے ۔'' بادشاہ نے فرمایا کہ وہ بچہ نادان ہے اور موچی سے اسے الفت ہو گئی ہے ؛ اگر اس کی صحبت سے باز رکھوں ، آزردہ ہوگا اور مبادا اس غم سے بیمار ہو جاوے ؛ کتنے روز صبر کیا چاہیے ، جب بڑا ہوگا نصیحت کر کے اس کو موچی کی صحبت سے باز رکھیں گے ۔ وزیر چپ ہو رہا ۔ بادشاہ نے کفش گر کو بلوا کر نوازشیں کیں اور فرمایا کہ تو میرا ہمسایہ ہے اور میرے اس جگر گوشے نے تجھ سے الفت پیدا کی ہے ، چاہیے کہ اس کے احوال سے بخوبی خبردار رہے ، ایسا نہ ہو کہ اس سے کوئی برا کام ظاہر ہو ۔ اس نے عرض کی ''میرا کیا حوصلہ کہ لائق اس خدمت کے ہوں ، پر جو جہاں پناہ توجہ فرماتے ہیں ، امید ہے کہ آپ کی توجہ سے جو اکسیر کی تاثیر رکھتی ہے ، جہاں تلک ہوسکے گا ، اچھی خدمت بجا لاؤں گا ۔'' غرض موچی نے اس کی حفاظت و خدمت میں بہت سی کوشش کی ۔ شاہ زادے کو اس سے اور الفت ہوئی ۔ اتفاقاً بادشاہ سفر کو گیا اور شہزادے کو اس کے اعتماد پر چھوڑا ۔ کسی جشن میں بادشاہ زادے کو قیمتی جواہر پہنا کر باغ

کی سیر کو لے گئے ۔ اس بد ذات موچی نے دیکھا کہ ایک تاج مرصع اس کے سر پر ہے اور خلعت پر تکلف جواہر نگار گلے میں ، خباثت جبلی اس بد ذات کی حرکت میں آئی اور دل میں سوچا کہ یہ تاج و خلعت اور دُر و جواہر ہزار سوداگر کی پونجی ہو سکتی ہے؛ اب تو بادشاہ سفر کو گیا ہے ، صلاح یہ ہے کہ اس لڑکے کو اٹھا کسی دور دراز شہر میں لے جا کر زیور اس کا بڑے مول کو بیچوں اور پونجی اپنی کروں ۔ آخر اس کم بخت نے اس راز کو اپنے کسی معتمد غلام سے کہا اور کچھ نشا بے ہوشی کا بادشاہ زادے کو اور اس کے غلاموں ، خدمت گاروں کو جو حاضر تھے ، اس طرح کا پلایا کہ سب بے ہوش ہوگئے ، تب شاہ زادے کو ایک بڑے سے صندوق کے اندر لٹا کر ایک جلد رو سانڈنی کی پیٹھ پر باندھ دیا ؛ آپ اور کئی غلام تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوئے اور دو کوتل گھوڑے ساتھ لے لیے اور راہ کے کھانے پینے کا سر انجام لے کر باغ سے نکلے۔ دن اور رات چلتے تھے ۔ آخر تھوڑے دنوں میں اس بادشاہ کے ممالک محروسہ سے نکل اور ملک میں پہنچے ۔ یہاں بادشاہ زادے کے غلام اور خدمت گار دوپہر دن تلک بے ہوش پڑے تھے اور کسی کو ان کے حال پر اطلاع نہ تھی ۔ آخر باغبان نے سونا ان کا حد سے زیادہ دیکھ کر خبر لی اور احوال سے ان کے واقف ہو روغن بادام پرانے سرکے میں ملا کر ہر ایک کی ناک میں ڈالا ۔ اس کے سنگھاتے ہی ہوش میں آئے ۔ جو شاہ زادے اور موچی کا نشان نہ پایا ، ملکۂ آفاق سے جا کر عرض کی ؛ وہ سوار ہو کر باغ میں آئی اور حکم کیا کہ لوگ ان کا پیچھا کریں اور کوشش

بجا لاویں ۔ موافق حکم کے لوگوں نے بہتیری جستجو کی ، پر کہیں نشان نہ پایا اور ملکہ دن رات آتما کے درد سے روتی اور زمین پر سر پٹکتی تھی ، یہاں تلک کہ اسی غم میں روتے روتے جان سے گزر گئی ۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی ، شہر میں اپنے آیا اور ماتم داری کر کے اس نے صبر اختیار کیا اور دل میں اپنے کہا جو کوئی عقل مند دولت خواہوں کی بات نہ سنے گا یہی اسے درپیش ہو گا نمک حرام، بےوقوف ، کم بخت موچی نے شاہ زادے کو شام کے ملک میں لے جا کر قیمتی جواہر چھین لیے اور اس کو ایک مسافر سوداگر کے ہاتھ بیچ ڈالا ۔ سوداگر نے غلام کو مول لے کر دس برس تک تربیت کی ۔ جب اس نے اچھے آداب سیکھے تب بطور تحفے کے فارس کے بادشاہ پاس ، کہ شہرہ اس کی بخشش کا سنا تھا ، لایا ۔ شاہ زادہ جو چھٹپنے میں جدا ہوا تھا ، بادشاہ نے اس کو نہ پہچانا ۔ بہت سے روپے دے کر اسے مول لیا اور خاص غلاموں کے زمرے میں داخل کیا ۔ جو آثار دولت مندی کے اس کے چہرے اور پیشانی سے ظاہر تھے ، بادشاہ اس کی تربیت میں کوشش کرنے لگا ۔ تھوڑے سے عرصے میں معتمد ہوا اور حضوری خدمت میں اس نے سرفرازی پائی ۔ اس میں ایک جوہری سے جو ہمیشہ خزانے میں رہتا تھا اور جواہر خانے کا مقیم تھا ، دوستی ہوئی ۔ اس بدگہر جوہری نے اس غلام کو کہ جس نے کمینوں کے ساتھ پرورش پائی تھی ، فریب دیا اور کہا کہ سوتے وقت بادشاہ کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر مجھے لا دے تو ایک نیک ساعت تیری انگلی میں پہناؤں ، لیکن اس شرط سے کہ تو مجھے وزیر اپنا کرے ۔ اس انگشتری

میں ایک نقش ہے، جو کوئی اس کو اچھی ساعت میں پہنے، بادشاہ ہووے۔ غلام نے فریب کہا کر رات کے وقت جب بادشاہ سوگیا، ہاتھ اس کی انگوٹھی کی طرف بڑھایا اور آہستہ آہستہ انگلی سے نکالتا تھا کہ یک بارگی بادشاہ چونک پڑا اور غلام سے کہا ''اے بے وقوف! یہ کیا کام ہے جو تو کرتا ہے۔'' غرض غصے ہو کر اس کے قتل کا حکم کیا۔ اس کے بدن پر سے کپڑے اتارتے ہی بادشاہ کی نظر اس داغ سیاہ پر پڑی، بے ہوش ہوگیا اور جلاد نے اس کے قتل کرنے میں توقف کیا۔ جب بادشاہ ہوش میں آیا لڑکے کو چھاتی سے لگایا اور کہا ''اے نور چشم! میں نے وزیر کی بات نہ سنی اور تجھے کمینے موچی کی صحبت میں رکھا، اس لیے آفتوں میں پڑا اور ایسے غم و الم میں رہا۔'' لڑکے نے بہت سی معذرت کی اور کہا ''جوہری کی دوستی کے سبب مجھ سے ایسا برا کام ہوا ہے۔'' بادشاہ نے جوہری کو سزا دی اور اپنے فرزند عزیز کو نصیحت کی کہ پھر کمینوں کی صحبت کے گرد نہ پھرنا اور ہمیشہ عالی منش داناؤں کے ساتھ گزران کرنا۔

اے بادشاہ! اس قصے کا فایدہ یہ ہے کہ کم ذاتوں کی صحبت آزاد کو غلام اور غلام کو خراب کرتی ہے اور سنار بھی ان ہی میں سے ہے جن کی صحبت سے پرہیز ضرور ہے۔'' بادشاہ نے کہا ''اس طرح کی باتیں تو مجھ سے کیا کہتا ہے۔ بادشاہ بغیر رہنمونی بخت اور الہام الٰہی کے کوئی کام شروع نہیں کرتے۔ آدمی کی شرافت میں ہنر کو دخل ہے نہ اصل نیک کو، اور جب میں نے اسے سر فراز کیا ہے، امید ہے کہ انجام اچھا ہی ہوگا۔ ہم جو مقبول خدا کے

ھیں ، بے مرضی اس کی کسی کو سرفراز نہیں کرتے ۔" دانا
وزیر جب سمجھا کہ میری بات فائدہ نہیں کرتی چپ ہوا ۔
جب کتنے روز گزرے سنار نے پانو (پاؤں) حد سے باھر رکھا؛
لوگوں کے مال چھیننے اور ستانے پر کمر باندھی ۔ ایک
روز بادشاہ زادی نے اپنے گہنے کے لیے اس سے جواھر مانگا ؛
اس نے خبر پائی تھی کہ ایک سوداگر کی بیٹی کے پاس اس
طرح کا جواھر بیش قیمت ہے ۔ سنار نے اس کے منگانے کو
آدمی بھیجا ۔ سوداگر کی بیٹی نے کہا "میرے یہاں ایسا
جواھر نہیں ہے ۔" آخر اس کو شاہ زادی کے یہاں لے گیا ۔ ھر
چند اس بے چاری نے کہا کہ میرے یہاں نہیں، پر مفید نہ ہوا ۔
اس بے وقوف سنار نے بادشاہ زادی سے حکم شکنجے میں
کھینچنے کا لیا ۔ سوداگر زادی ریزے جواھر کے جو رکھتی
تھی ، حضور میں لائی ، پر فائدہ نہ کیا ، یہاں تلک کہ
سنار کے شکنجے میں مر گئی ۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی
بادشاہ زادی کو نظر سے گرا دیا اور سنار بھاگ کر کہیں
چھپ رہا ۔ ملکہ آفاق نے صلاح یہ جانی کہ بادشاہ زادی
کو ساتھ لے کر شہر سے باھر نکل چند روز بادشاھی
چار باغ میں رہے ، جب تلک بادشا کا غصہ دھیما ھو ۔ جب
وہ باغ میں داخل ہوئیں ، سنار نے اپنے تئیں وھاں پہنچایا ۔
جب شاہ زادی کی نظر اس پر پڑی ، غصے ہو کر کہا "اے
بدبخت ! پھر آیا تو کہ اور کوئی فساد برپا کرے ؟ یہاں
سے دور ھو ، تیرا میرے پاس کچھ کام نہیں ۔" سنار پریشان
ہو کر باھر نکلا اور جنگل کی طرف چلا ۔ جب رات ہوگئی
ادھر آدھر پڑ رہنے کے واسطے جگہ ڈھونڈھتا پھرتا تھا ،
پر نہایت اندھیرے کے سبب کہیں ٹھکانے سے پہنچ نہ سکا ۔

اس جنگل میں شکار کے واسطے لوگوں نے کوا (کنواں) کھودا تھا اور ایک شیر اور سانپ اور ایک بندر اس کوے کے اندر پڑے تھے؛ وہ ظالم سنار بھی اس میں گر پڑا۔ وے موذی جانور اپنی گرفتاری کے سبب دوسرے کو ایذا نہ دیتے تھے۔ کئی دن اسی طرح گزرے۔ ایک دن ایک مسافر سیاح کا گزر اس کوے پر ہوا۔ اس حال کو دیکھتے ہی حیران ہو گیا اور دل میں اپنے سوچا کہ یہ مرد آدمی اگرچہ اپنے اعمال کی شامت سے قید ہوا ہوگا، پر شرط مروت کی یہ ہے کہ جب تلک اس کو اس کوے سے نہ نکالوں قدم آگے نہ دھروں۔ تب ایک رسی کوے کے اندر لٹکائی، بندر اس کو پکڑ کر باہر نکل آیا۔ دوسری دفعہ جو ڈالی اس مرتبے سانپ سبقت کرکے اوپر آیا۔ تیسری بار شیر رسی کو پنجوں سے تھام کر نکل آیا اور تینوں نے اپنی زبان حال[1] سے اسے دعائیں دے کر کہا "ہم سے جس قدر ہو سکے گا کوشش کریں گے اور حق اس احسان کا بجا لاویں گے۔" بندر نے کہا "میں فلانے پہاڑ میں جو شہر سے نزدیک ہے، رہتا ہوں، جو آپ میرے مکان کو منور[2] کریں گے، مجھ سے جس قدر خدمت ہو سکے گی، بجا لاؤں گا۔" شیر نے کہا "فلانے بیشے میں کہ فلانے شہر کے

۱۔ 'زبان حال سے' 'بزبان بے زبانی' کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو 'عیاردانش' ۲۸۶، مطبوعہ ۱۸۹۴ء نول کشور کانپور۔ (مرتب)

۲۔ مطبوعہ نسخہ ۱۸۱۵ء کے متن میں 'سرفراز' ہے لیکن فہرست اغلاط صفحہ ۳۸۵ کے آخر میں 'سرفراز' کو غلط اور 'منور' کو صحیح لکھا ہے۔

پاس ہے ، رہتا ہوں ؛ اگر میرے کلبۂ احزان کو شرف بخشیے گا ، جس قدر مجھ سے بھلائی ہو سکے گی ، اس کے بجا لانے میں سعادت اپنی سمجھوں گا ۔'' سانپ نے کہا ''شہر میں فلانی جگہ میری بانبی ہے ، جو آپ کا گزر وہاں ہووے ، عوض اس کا کروں گا اور ممنون ہوں گا ۔'' غرض ہر ایک نے معذرت کرکے کہا کہ بالفعل ہم اس احسان کے بدلے ایک نصیحت کرتے ہیں کہ اس آدمی کو کوے سے مت نکالنا ، کیوں کہ آدمی زاد بے وفا ہوتے ہیں اور نیکی کے عوض بدی ہی کرتے ہیں ؛ علاوہ اس کے اس شخص کے ساتھ ہم ایک مدت تلک رہے پر نشان راستی و درستی کا اس میں نہیں دیکھا ہے اور ظاہر کی وجاہت پر نہ بھولا چاہیے کہ دنیا دار اکثر ظاہر کو سنوارتے ہیں اور باطن کے درست کرنے سے غافل رہتے ہیں ۔ مرد سیاح نے ان کی باتیں نہ مانیں اور سنار کو کوے سے نکالا ۔ اس نے تھوڑا ماجرا اپنا بیان کرکے التماس کیا کہ اگر بندے کے فقیر خانے تلک آپ قدم رنجہ فرماویں تو عین نوازش و توجہ ہے کہ حق اس احسان کا بجا لاؤں ۔ جہاں دیدہ نے کہا ''اب تو ارادہ سفر کا کرکے شہر سے نکلا ہوں کہ دنیا کی سیر کروں اور زمانے کے بھلے برے کو آزماؤں ، پر عہد کیے جاتا ہوں کہ اگر زندگی باقی رہے گی ، پھر تجھ سے ملاقات کروں گا ۔'' یہ قول و قرار کرکے دونوں جدا ہوئے ۔ شاہ فارس سنار کے بڑھانے اور دانا وزیر کی باتیں نہ ماننے سے شرمندہ تھا اور امیروں نے شاہ زادی کے واسطے بہتیری سفارشیں کیں ، مفید نہ ہوئیں ، یہاں تلک کہ اسی قصے میں ایک برس گزرا ۔ وہ مرد سیاح کچھ ملکوں کی سیر

کر کے تین سو اشرفیاں جمع کر اپنے وطن کی طرف پھرا ۔
جب اپنے شہر کے پاس پہنچا ، دامن کوہ میں جہاں وہ بندر
رہتا تھا ' اترا ۔ جب رات ہوئی ، چوٹٹے اس پر آ پڑے اور
نقد و جنس جو اس نے جمع کیا تھا ، سب کا سب لوٹ کر
لے گئے اور اس کو گولا لاٹھی کر کے ایک غار کے اندر جو
راہ سے پلے پر تھا ، ڈال دیا ۔ مرد مسافر کبھی تو عقل کی
مدد سے صبر کرتا تھا اور کبھی ۔ وقوف سے آہ و نالہ
کرتا ۔ اتفاقاً بندر کا گزر وہاں ہوا ، جو اس نے اپنے دوست
کو بند بلا میں بندھا دیکھا مہربانی سے پیش آیا اور اس کے
ہاتھ پاؤں کھول اپنے مکان میں لے گیا ، تر و خشک
میوے اس کے آگے لا رکھے اور کہا کہ آج یہیں رہیے ،
میں چوٹٹوں کا پیچھا کر کے اسباب کے چھین لانے میں کوشش
کرتا ہوں ۔ آخر ان کا پیچھا کیا ؛ وے جو ساری رات رستہ
چلے تھے ، ماندگی سے ایک چشمے کے کنارے اسباب کو
اپنے اپنے کاندھے سے اتار سو گئے تھے ۔ بندر پہر دن چڑھے
ان کا سراغ لیتا ہوا ، اس وقت وہاں جا پہنچا اور گٹھڑی
کو پھاڑ کر پہلے اشرفیوں کے توڑے کو نکال ایک کنارے
چھپا دیا ، پھر جو کچھ کپڑے لتے مسافر کے پہنے اوڑھنے
کے تھے ، ان چوٹوں کے اسباب سمیت وہاں سے اٹھا کر
ایک نا معلوم جگہ میں چھپائے اور آپ ایک درخت کے
اوپر جا بیٹھا تا کہ ان کو اس احوال سے خبر نہ ہو ۔
چوٹے جب جاگے اور کسی آدمی کا نشان نہ پایا اور اسباب
نہ دیکھا ڈر گئے اور سمجھے کہ دیو پری جن کا قصہ
لوگوں سے سنتے تھے ، سو اس میدان میں رہتے ہیں ۔ سیکڑوں
خرابی سے گرتے پڑتے اپنے تئیں شہر میں پہنچایا ۔ بندر

خوش ہو کر مسافر کے پاس گیا اور جس جگہ اس نے اسباب چھپا کر رکھا تھا اس کو وہاں لے گیا ۔ مرد سیاح نے چوٹوں کی اور چیزیں وہیں چھوڑیں ، فقط اپنا اسباب لے بندر کو دعائیں دے کر رخصت ہوا ۔ اتفاقاً مسافر کا گزر اس جنگل میں ہوا جہاں شیر کی جگہ تھی ؛ اسے دیکھ کر ڈر گیا ۔ شیر نے مہربانی سے کہا ''کیوں ڈرتا ہے ، تیرا حق میری گردن پر ہے اور اشارہ کیا کہ ایک دم ٹھہر جا تو رسم مہمان داری و حق گزاری کی بجا لاؤں ۔'' شیر ہر طرف دوڑتا پھرتا تھا ؛ اس میں اس باغ کے دروازے پر جہاں بادشاہ زادی رہتی تھی جا نکلا ؛ دیکھا وہ حوض کے کنارے بیٹھی ہے اور قیمتی زیور اس کے گلے میں ہے ۔ تب اس نے ایک ہی پنجے سے اس کو نیست و نابود کرکے گہنا لے لیا اور مسافر کے آگے لا دھرا اور بہت سا عذر کرکے کہا کہ مجھے کمال ندامت ہے کہ سوائے اس کے مجھ سے کچھ اور خدمت نہ ہو سکی ۔ مرد مسافر وہ گہنا لے کر شہر کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ جب کہ ناجنسوں نے ایسی وفا داری و حق گزاری کی ہے ، زرگر تو ہم جنس ہے ؛ اگر اس سے ملاقات ہوگی ، غالب ہے کہ بہت سا سلوک کرے گا اور کمال مروت سے پیش آوے گا اور اس کی معرفت یہ اشرفیاں اچھی بھنیں گی اور یہ زیور جو گنج جواہر کا ہے ، بڑے مولوں بکے گا ۔ صبح کے وقت مسافر شہر میں داخل ہوا ۔ شہرہ بادشاہ زادی کے مارے جانے کا شہر میں پڑ رہا تھا اور لوگ گھبرائے ہوئے بادشاہ کی بارگاہ کو چلے جاتے تھے ۔ سنار بھی اس بات کی تحقیق کے واسطے اپنے گھر سے نکلا تھا ، اچانک رستے میں

مرد مسافر سے ملاقات ہوئی ۔ سنار نے دیکھتے ہی گرم جوشی سے اس کا احوال پوچھا اور اسے اپنے گھر لے گیا ۔ بعد تعظیم و تواضع اور مہمانی کے قصہ اپنی بے نوائی کا اول سے آخر تلک بیان کیا ۔ مسافر نے اس کو اچھی طرح سمجھایا اور تسلی دے کر کہا ''اے بھائی! غم نہ کھا ، اس زیور کو لے کر بینچ[1] ، اس میں سے جو کچھ تجھے درکار ہو ، لے اور باقی مجھے دے ۔'' سنار نے جب اس گہنے کو دیکھا ، پہچانا اور بہت سی تعریف کرکے کہا ''اس کو بڑے مولوں بیچوں گا اور تھوڑا اس میں سے اپنے واسطے رکھوں گا کہ سرمایہ میری زندگی کا ہوگا ۔'' تب زیور کو لے کر وہاں سے نکلا اور دل میں اپنے سوچا کہ اگر اس کو بادشاہ کی خدمت میں پہنچاؤں اور شاہ زادی کے قاتل کے تئیں اس کے حوالے کروں تو یقین ہے کہ جہاں پناہ میری تقصیر معاف کریں گے اور مجھے درجۂ عالی کو پہنچاویں گے ۔ یہ بات ٹھہرا بادشاہ کی بارگاہ میں گیا اور خبر کی کہ شاہ زادی کے کشندے کو گہنے سمیت میں نے پکڑا ہے اور مرد مسافر کو زیور سمیت لا حاضر کیا ۔ اس نے جب سنار کی بے وفائی دیکھی ، کہا واقعی یہ میری سزا ہے ۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ یہ تقصیر وار ہے اور یہ بات اس لیے کہتا ہے کہ ایسا برا کام کیوں کیجیے جو آفت میں پڑیے ، اور زیور بھی اس کی بدکاری پر گواہ ہوا ۔ تب بادشاہ نے فرمایا کہ اسے شہر میں تشہیر کریں اور قید

۱۔ اب یہ طرز املا متروک ہے ، اب بغیر نون کے 'بیچنا' مروّج ہے ۔ (مرتب)

رکھیں ؛ سیاست کے روز قصاص کیا جائے گا ۔ سانپ فرصت پا کر مسافر کے پاس گیا اور داناؤں کی نصیحت نہ ماننے پر ملامت کی ۔ مسافر نے کہا ''جو ہونا تھا سو اب ہو چکا ۔ ان باتوں کے کہنے سے سوائے زیادتیٔ غم کے اب کچھ حاصل نہیں ۔ اگر اس کام کی کچھ تدبیر کرسکتا ہے تو کر ۔'' سانپ نے کہا ''میں نے بادشاہ کی ماں کو ڈسا ہے اور شہر کے تمام طبیب اس کی دوا میں حیران ہیں ۔ تو اس بوٹی[۱] کو اپنے پاس رکھ ، جب علاج ڈھونڈھنے تیرے پاس آویں تو بادشاہ کی درگاہ میں جائیو ؛ پہلے اپنا قصہ کہیو ، بعد اس کے اس گھاس کو بادشاہ کی ماں کے کھلانے کے لیے دیجیو ؛ شاید کہ بادشاہ کو تجھ پر رحم آوے اور تیری رہائی ہوسکے ۔'' صبح کو بادشاہ اپنی ماں کے سرھانے بیٹھ کر بیٹی اور ماں کے سوگ میں تھا کہ سانپ اپنی بانبی سے نکل محل کی چھت پر چڑھا اور روزن سے پکارا کہ اس سانپ کے ڈسے ہوئے کی دوا اس بے گناہ مسافر کے پاس ہے کہ جس کو جہاں پناہ نے شاہ زادی کے خون کی تہمت سے پنڈت خانے میں بھیجا ہے ۔ جب یہ آواز بادشاہ کے کان میں پہنچی ، لوگوں سے کہا کہ خبر لو ، چھت پر کون پکارتا ہے ۔ سبھوں نے بہتیری تلاش کی ، بولنے والے کو نہ پایا ؛ سمجھے کہ غیب سے آواز آئی ہے ۔ تب مسافر کو زندان سے نکال لائے اور سانپ کے کاٹے ہوئے کی دوا اس سے پوچھی ۔ اس نے عرض کیا ''جہاں پناہ ! اس کی دوا میرے پاس ہے ،

۱۔ 'بوٹی' 'گیاہ' کا ترجمہ ہے ، ملاحظہ ہو 'عیار دانش' صفحہ ۲۸۸ ۔ (مرتب)

پر میرا عجیب قصہ ہے ؛ امید وار ہوں کہ قبلہ عالم پہلے میری داستان سن لیں ، پھر میں دوا دوں ۔'' تب بادشاہ نے تمام احوال سنا ۔ قطع نظر اس بات سے کہ وہ آواز سنی تھی ، تقریر کی طرز سے راستی و درستی بھی دریافت کی ۔ بعد اس گفتگو کے وہ بوٹی نکال کر دودھ کے ساتھ ملا بادشاہ کی ماں کو پلا دی ، ترت آرام ہو گیا ۔ بادشاہ نے مسافر کو بھاری خلعت عنایت کیا اور بے وفا ظالم سنار کو سولی پر چڑھایا ۔ بے چارہ مسافر نیکو کردار اپنے مطلب کو پہنچا ۔''

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ بادشاہ کو چاہیے ہر آدمی کو معتمد نہ جانے اور ہر ایک کمینے بد ذات کو محرم راز اپنا نہ کرے ، کیونکہ اس سے بہت سے فتنے اور فساد پیدا ہوتے ہیں ؛ جیسے حلب کے بادشاہ نے سنار کو مقرب اور محرم راز اپنا کیا اور ہر چند دانا وزیر باتیں دوست خواہی کی درمیان لایا ، مفید نہ ہوئیں اور قصہ فارس کے حاکم کے بیٹے کا جو بد ذات موچی کی صحبت کے سبب آزادی سے نکل غلام ہوا ، بیان کیا ، پر سود مند نہ ہوا اور اس سنار نے بہ سبب کم اصلی کے خطائیں کیں ، یہاں تک کہ کوے (کنویں) کے اندر شیر ، سانپ اور بندر کے ساتھ رہتا تھا اور اس مرد جہاں دیدہ نے اس کو نکالا ، پر وہ اصلاً سوائے بدذاتی کے نیک ذاتی پر نہ آیا اور ذات ناپاک اس کی اسی طرح ظلم و بے وفائی پر رہی اور جب کہ مرد مسافر کو جو ویسا سن اس کا تھا ، ایک بیہودہ خیال پر قتل کروانے لے گیا ، غیب سے وہ لطیفہ ظاہر ہوا کہ سانپ کی مدد سے وہ اس آفت سے چھوٹا اور کم بخت سنار ہزاروں رسوائی و خواری

سے سولی دیا گیا ۔ وہ جو آدم زاد تھا اس نے باوجود عقل کے بےوفائی نہ چھوڑی اور جانوروں نے اس دانش پر کیا کیا نیکیاں تھیں کہ نہ کیں، وگرنہ بندر کہاں اور وہ دست گیری کہاں کہ اس نے اپنی عقل اور تدبیر سے مسافر کا گیا ھوا اسباب چوروں سے کیوں کر لیا اور مسافر[1] کو دیا ۔ اور ببر کس طور مہربانوں کے مانند اس کی پرسش احوال کو پہنچا اور سانپ کس طرح نیکی کا بدلا بجا لایا ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ہے کہ حلب کا بادشاہ اس بدذات کو اگر سرفراز نہ کرتا، شاہزادی کاھے کو ناحق خون کرتی اور کس لیے شیر کے ھاتھ ماری جاتی ۔ پس چاھیے کہ ھمیشہ حاکم آدمی کے بڑھانے میں کمال احتیاط بجا لاویں، کمینوں کو اپنا مقرب نہ کریں اور دخل بات کرنے کا نہ دیں، تو اقبال ان کا قائم رہے اور زمانے کے حوادث کے آسیب نہ دیکھیں ۔

---

۱ ۔ 'مسافر' عیار 'بہ مسافر سپرد'

سولھواں باب

زمانے کی گردش کے التفات نہ کرنے میں اس لیے
کہ جو کچھ ہوتا ہے تقدیر الٰہی سے ہے

رائے دابشلیم دانش مند نے جب اس در حکمت سے گوش ہوش کو زیب دی ، حکیم عصر و استاد دانا سے کہا ''جو کچھ آداب[۲] سلطنت کے اور آئین حکومت کے تھے ، تو نے بیان کیے اور بڑا حق ہماری گردن پر رکھا ؛ قریب ہے کہ میرا دل دانش پسند جو خواہاں اسرار حکمت کا تھا ، آرام لے اور سوال و جواب میں جائے سخن نہ رہے اور اس داستان کے سننے سے کہ بروں کی صحبت اور کمینوں کی ہم زبانی سے بادشاہوں کے کارخانۂ سلطنت میں خلل پڑتا ہے ، میں احسان مند ہوا ۔ اب چاہتا ہوں کہ اس گرہ کو رشتۂ جان سے کھولیے کہ کس لیے بہت سے اہل سخا و دانا زمانے کی محنت میں پڑتے ہیں اور لئیم بے وقوف فراغت سے گزران کرتے ہیں ؛ نہ دانائی ان کی دستگیری کرتی ہے نہ بے وقوفی ان کو گراتی ہے ۔ وہ چیز جو اس جاں گداز تردد سے چھڑاوے کیا ہے ؟ اور یہ بھی کہیے کہ اپنے منتفع ہونے اور غیر کے ضرر دفع کرنے کا کیا طور ہے ؟ تو

۲۔ آداب آئین سلطنت ، ملاحظہ ہو 'عیار' صفحہ ۲۸۹ ، ۲۹۰ مطبوعہ نول کشور کانپور ۱۸۹۳ء (مرتب)

حقیقت سولھویں وصیت کی کہ اخیر ہے ، خوب سمجھوں ۔''
دانا برھمن نے جواب دیا کہ آدم زاد کے حق میں بہتر یہ ہے کہ خدا کے کارخانے میں خوض نہ کرے ۔ وہ دانا ، قادر ، مہربان جو کچھ بہتر جانتا ہے کرتا ہے ؛ کسی کو چون و چرا کی لیاقت نہیں ہے ۔ اور جو کچھ دنیا میں ظاھر ہوتا ہے ، خدا ھی کے حکم سے ھوتا ہے ۔ عقل جو سب چیزوں سے لطیف ہے ۔ اور اس کے سبب بھلائی برائی میں تمیز کرسکیے ، اُس وقت کسی کام کو حکم کرتی ہے جب تقدیر الٰہی بھی موافق ھووے اور بے مرضی خدا کی جب عقل سے کچھ کام نہیں ھوسکتا ہے ، ظاھر کی وجاھت سے کیا ھو سکے[1] اور پیشہ نیک کیا دست گیری کرے ۔ کام تقدیر ھی سے ھوتا ہے ، نہ تدبیر سے ۔ جیسے شہزادۂ روم نے شہر نسطور[2] کے دروازے پر لکھا تھا کہ ظاھر کے اسباب اور وسیلے نمائش سے زیادہ نہیں ھیں ، اصل کام خدا کی تقدیر پر موقوف ہے ۔ اور اس کو کتابہ بنا کر اپنے دولت خانے کی دھلیز کے پیش طاق پر لگا دیا تھا ۔ وہ صفحۂ زمانہ پر یادگار تھا ۔ اس بات کے لیے ایک رنگین قصہ ہے جو داناؤں کے دل نشیں ھو سکے ۔ رائے نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

برھمن نے کہا ''نقل ہے کہ روم کی سرحد میں ایک

---

۱ ۔ 'کیا ھو سکے' قیاساً لکھا گیا ہے اس لیے کہ کاغذ کرم خوردہ ہے ۔ (مرتب)

۲ ۔ The City of Nustoor so called from Nestorius the Heretic Bishop of Constantinople.

بادشاہ عالی ہمت بزرگ منش تھا ۔ اس کے دو بیٹے حسین و خوش‌خو تھے ۔ جب بادشاہ نے عالم بقا کے کوچ کا نقارہ بجایا ، بڑا بھائی دولت بادشاہی بہ جبر لے کر چھوٹے بڑے سبھوں کے دل کو ہاتھ میں لایا اور بطور باپ کے تخت سلطنت پر بیٹھا اور خزانے کا منہ کھول دیا ۔ چھوٹے بھائی نے اس ڈر سے کہ مبادا مجھ پر کچھ آفت لاوے ، وطن چھوڑ کے سفر اختیار کیا اور اکیلا راہ دور دراز کو چلا ۔ تمام دن چل کر شام کے وقت منزل میں پہنچا ۔ شب کی شب وہاں رہا ، صبح کو پھر چلا ۔ اتفاقاً ایک جوان نازنین خوب صورت کہ جس نے زمانے کی گردش سے سفر کیا تھا ، اس کے ہمراہ ہوا ۔ شہزادے نے جو اس کے چہرے سے راست بازی دریافت کی ، اس کی رفاقت سے خوش ہوا ۔ دوسری منزل میں ایک دانا سوداگر بچہ ، ہوشیار کہ جس نے گھر بار تج کر سفر کیا تھا ، ان کو ملا ۔ تیسری منزل میں ایک زور آور دھقان بچہ ، جو کسی باغبان دانا کے نطفے سے تھا ، ان کا رفیق ہوا ۔ تمام اذیت سفر کی راحت سے بدل ہوئیں ؛ چاروں دوست یک دل خوشی سے منزل طے کرتے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر فارغ بال و آسودہ حال رہتے تھے ۔ دور دراز منزل کو طے کر کے شہر نسطور[1] میں پہنچے اور شہر کے ایک کنارے اچھی جگہ اترے ۔

۱- عیار دانش صفحہ ۲۹۱ (مطبوعہ نول کشور ۱۸۹۴ء) میں قسطور (Katoria) ہے- قسطور کا نام نسطور کیوں ہوا، اس کا حوالہ اس سے پہلے صفحے پر موجود ہے ۔ قسطور یونان کے علاقے مقدونیہ (Macedonia) کا ایک شہر ہے ۔

کسی کے پاس کچھ خرچ کو نہ رہا تھا ۔ ان یاروں میں سے ایک نے کہا ''اب وہ وقت ہے کہ ہر کوئی اپنا اپنا ہنر دکھاوے اور زور بازو سے کچھ بہم پہنچاوے تو چین سے چند روز اس شہر میں رہیں ۔ بادشاہ زادے نے کہا ''سب کام خدا کی تقدیر پر موقوف ہیں، آدمی کی کوشش سے سر انجام نہیں ہو سکتے ۔ جو لوگ دانا ہیں اس کی تلاش میں نہیں دوڑتے ہیں ۔'' خوب صورت جوان نے کہا ''حسن دولت کے حاصل کرنے میں بڑا ایک وسیلہ ہے ، جہاں اس کی نمود ہو دولت تابع ہو گی ۔'' سوداگر بچے نے بھی حال اپنا ظاہر کر کے کہا کہ حسن کی پونجی معاملے کے بازار میں ایک نقد بے بقا ہے اور تھوڑے عرصے میں اس سے کچھ منفعت نہیں ہوتی ہے ۔ رائے صواب و تدبیر درست اور کاردانی و معاملہ فہمی کا فائدہ سب چیزوں سے زیادہ ہے ۔ جو بے سامان اس کو اختیار کرے جلد اپنے مطلب کو پہنچے ۔ دھقان بچے نے کہا کہ معاملہ فہمی و کاردانی سب وقت کام نہیں آتی ہے ، اکثر میں نے دانا کو حیران اور نادان کو کامیاب دیکھا ہے ۔ بہت سے کسب اور کوششیں ہیں جو آدمی کو کامیاب و مقصد ور کرتی ہیں اور ہنر و حرفہ عقل مند کے سامان دولت کا وسیلہ ہوتا ہے ۔ جب پھر نوبت شہزادے کی پہنچی ، یاروں نے التماس کیا کہ کچھ اور اس باب میں فرمائیے ۔ اس نے جواب دیا کہ میں اسی بات پر ہوں جو میں نے آگے کہی تھی اور تم جو کہتے ہو کہ صورت کے وسیلے اور دانش و کسب کے سبب سے دولت ہاتھ لگتی ہے ، میں اس کا منکر نہیں ، پر غرض میری یہ ہے کہ یہ سب کام قضا و قدر کے سلسلے سے متعلق ہیں ۔

حکم الٰہی کے تابع رہا چاہیے اور اپنے کاموں کو تقدیر کے حوالے کیجیے اور خواہش الٰہی کے منتظر رہیے - جس نے ہم کو پیدا کیا ہے، ہماری روزی کے اسباب بھی کردیے ہیں؛ جیسے اُس بڈھے زمیندار نے اپنے کاروبار کو عنایت الٰہی پر چھوڑ دیا اور تھوڑے عرصے میں مطلب کو پہنچ کر محنت کی قید سے چھوٹا - یاروں نے پوچھا ''وہ کیوں کر ہے؟''

حکایت

شہزادے نے کہا ''نقل ہے کہ شہر اندلس[1] میں ایک

---

۱ - زیر نظر جلد 'عیار دانش' کا ترجمہ ہے - ابوالفضل نے 'عیار دانش' میں اندلس نہیں بلکہ خاندیس لکھا ہے، ''شہزادہ گفت کہ در شہر خاندیس دھقانی بود.........'' (عیار دانش مطبوعہ نول کشور ۱۸۹۴ع صفحہ ۲۹۲) لیکن انوار سہیلی میں 'در شہر اندلس' ہی ہے - ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۰ (مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۰ء)

1. اندلس Hispania Baelica, Sev Potius Gensipoa, quasi Hi...Vandalus: vulg Andalusia, & Andalusii. Golius-Ul-Makin. an Arablan author, relates that in the 80 years of the Hijree, one of Waleed's Generals seized Andalusia and the Kingdom of Toledo, and brought to the caliph the table of Solomon the son of David, which was made of a mixture of gold and, with three rows of pearls round it.

دهقان تھا (منحی[1]) اور زراعت کے اسباب اس نے جمع کیے تھے۔ کسی وقت میں اس کی آمد خرچ سے زیادہ ہوئی ، تین سو دینار جمع کیے ۔ اس پونجی سے خوش رہتا اور کسی طرح اس میں سے خرچ نہ کرتا اور ہمیشہ دینار کی همیانی اپنے آگے منگاتا اور گن کر دل میں اپنے خوش ہوتا ۔ ایک روز بدستور ان کو گن گنا همیانی میں بھر کر چاہا کہ جہاں رکھتا تھا وہاں رکھے ، یک بارگی دروازے سے کسی دوست کے پاؤں کی آہٹ سنی ، تب اس نے ڈر سے کہ مبادا واقف ہو ، اس کو پانی کے گھڑے میں ڈال دیا اور آپ اس آشنا کے همراہ کسی گاؤں کی طرف چلا ۔ چلتے وقت اپنی جورو سے کہا کہ کھانا پکا رکھیو ۔ جب وہ گیا اس کی بی بی نے چاہا کہ کھانا پکاوے ؛ گھڑا خشک دیکھ کر اٹھا لیا اور ڈیوڑھی میں آ کر منتظر کھڑی ہوئی کہ اگر کوئی شخص آجاوے اس کے ہاتھ پانی منگا لے ۔ اتفاقاً گاؤں کا کوئی قصائی گائے مول لینے کے واسطے شہر میں آیا تھا اور اس زمیندار کے دروازے کی راہ چلا جاتا تھا ؛ تھوڑی سی جان پہچان اس سے تھی ۔ زمیندارنی نے اس سے کہا ''ذرا پانی مجھے لادے تو حق آشنائی کا تجھ سے ادا ہو ۔'' اس نے

---

۱ - یہ لفظ مطبوعہ نسخے میں جس طرح تھا اسی طرح نقل کیا گیا ہے ۔ اسے محنتی یا پھر 'سخی' پڑھا جا سکا ہے لیکن 'سخی' سعد کی عبارت کی بنا پر قطعاً غلط ہوگا ، محنتی ہی زیادہ موزوں ہے اس لیے کہ مترجم نے 'بادست مایہ' کا یہ ترجمہ کیا ہے ۔ پوری عبادت یوں ہے : 'دهقانی بود بادست مایه' عیار دانش اور انوار سہیلی دونوں میں یہی عبارت ہے ۔

قبول کیا ۔ زمینداری نے اس گھڑے کو کہ جس کے اندر وے دینار تھے ، نادانستہ اس کے حوالے کیا ۔ وہ گھڑا کاندھے پر رکھ پانی کے لیے چلا ۔ رستے میں دینار کی حرکت گھڑے کے اندر دریافت کی ۔ اتار کر جو دیکھا تو همیانی نظر آئی ، کمال خوشی سے لے لی اور دل میں اپنے کہنے لگا کہ اس کو پونجی زمانۂ نامراد کی کیجیے اور اپنا پیشہ بھی نہ چھوڑیے ۔ غرض قصائی پانی لانے کو طاق پر رکھ کے اس نقد سے جو اپنے پاس رکھتا تھا ، کتنی گائیں موٹی تازی اور جوان مول لے کر گھر کی طرف چلا ۔ شہر سے باہر نکل کر سوچا کہ جو اس همیانی کو اپنے پاس رکھتا ہوں تو چوٹوں کا خوف ہے ، اور اگر شہر میں کسی جگہ گاڑ دیتا ہوں تو طبیعت کو قلق رہے گا اور مارے وسوسے کے نیند نہ پڑے گی ، اور کسی پر اتنا اعتماد بھی نہیں کہ جس کو یہ امانت سونپوں ۔ صلاح یہ ہے کہ همیانی کو گائے کے منہ میں رکھوں اور یہ طور کروں کہ اس کے حلق کے نیچے اتر جائے ۔ آخر بے چاری گائے کو اس محنت میں گرفتار کر گھر کو چلا ۔ اتفاقاً بیٹا اس کا راہ میں ملا اور کئی ایک کام جو اسے شہر میں پیش آئے تھے اور ان کا انجام دینا قصاب کو ضرور تھا ، اس سے کہے ۔ قصائی نے یہ گائیں بیٹے کے (حوالے[1]) کیں اور آپ شہر کو پھرا ۔ اس میں زمیندار اپنے دوست کے ساتھ گاؤں سے پھرا آتا تھا اور ایک مدت سے اس نے نذر کی تھی کہ ایک اچھی گائے خدا

---

۱ - 'حوالے' عیار صفحہ ۲۹۲ (مطبوعہ نول کشور کان پور ۱۸۹۳) 'بہ پسر سپرد'

کی نیاز قربانی کروں گا۔ جب ایسی اچھی گائے دیکھی مول لینے کا ارادہ کیا اور قصائی کے لڑکے کو جو کچھ توقع نفع کی تھی، اس سے زیادہ دے کر گائے کو اپنے گھر میں لایا۔ اس میں دینار اسے یاد آئے اور چاہا کہ وہاں سے نکال کر ایک اچھی جگہ میں رکھے؛ ہر چند ادھر اُدھر دیکھا گھڑے کا نشان نہ پایا۔ اپنی جورو سے پوچھا کہ گھڑا کیا ہوا؟ عورت نے حقیقت حال کہہ سنائی۔ زمیندار نے سوچا کہ راضی برضائے الٰہی ہونے کے سوا کچھ چارہ نہیں؛ ناچار صبر کیا اور کہا گائے کو ذبح کریں۔ لوگ حلال کرکے انتڑیاں اس کی صاف کرتے تھے کہ یک بارگی اس کی نظر دیناروں کی همیانی پر پڑی، مارے خوشی کے آپ ہوش میں نہ رہا، ایک دم کے بعد جب ہوش میں آیا، همیانی کو اٹھا، دھو دھا کر دیناروں کو نکالا اور ہر ساعت ایک ایک اٹھا کر چومتا اور آنکھوں کو لگاتا تھا۔ اور دل میں اپنے ٹھہرایا کہ پھر اس همیانی کو سوائے کمر کے اور کہیں نہ رکھوں اور ایک لحظہ اپنے پاس سے جدا نہ کروں۔ غرض وہ ہمیشہ همیانی کو اپنے ہی پاس رکھتا، اس لیے جورو اس کی ملامت کرتی اور کہتی کہ یہ توکل سے بعید ہے، یقین جانو کہ روز ازل میں روزی جس کی جو کچھ مقرر ہو چکی ہے، اس سے کم و بیش نہ ہوگی۔ دھقان نے کہا ''اے نیک بخت! عالم اسباب میں کوئی وسیلہ ضرور ہے؛ بظاہر حفاظت اسباب کی کیا چاہیے اور باطن میں توکل پر چھوڑیے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے، غافل نہ رہ کہ دنیا عالم اسباب ہے، اسباب موجود رکھ اور توکل کر۔'' عورت چپ ہو رہی۔ ایک روز همیانی

کمر سے کھول کے ایک چشمے کے کنارے رکھ کر نہانے لگا - جب نہا چکا، کپڑے پہن لیے اور اس کو وہیں بھول کر چلا - اس کے پیچھے ایک چرواہا بکریوں کے پانی پلانے کو وہاں آیا؛ همیانی کو چشمے کے کنارے دیکھ کر اٹھا لیا اور بہت خوشی سے اپنے گھر میں آیا اور اسے کھول کر گنا تو تین سو دینار تھے - اپنے دل میں کہا کہ یہ تین سو اشرفیاں پوری ہیں؛ ان میں سے جتنی خرچ کروں گا اتنی کم ہو جائیں گی اور شاید پھر پوری نہ ہوں - بہتر یہ ہے کہ ان کو روز بد کے لیے رکھوں - غرض اس بے وقوف نے بھی محبت سے ان کو اپنے (بغل[1]) میں لے کر خاک خاموشی منہ پر مل وہ پیشہ نہ چھوڑا - جب زمیندار کو اشرفیاں یاد آئیں مغموم ہوا، آنکھوں سے آنسو بہانے لگا اور دھنے بائیں دیکھنا شروع کیا - آخر کو ھکا بکا غم کھاتا ہوا گھر میں آیا اور حقیقت حال اپنے لڑکے بالوں سے بیان کی - اس کی جورو نے بہت سی لعنت ملامت کرکے کہا "اے بے وقوف! زر کی حفاظت میں اتنی کوشش اور بخیلی تو نے کی اور عیال کو معاش سے تنگ رکھا، اب ان کی حسرت سے روتا ہے؟" اس نے کہا "تیری ملامت بجا ہے - صد افسوس کہ زر کی حفاظت میں میں نے بے فائدہ کوشش کی اور زن و فرزند کو محروم رکھا -" تب اس نے عہد کیا کہ پھر کبھی مال جمع نہ کروں اور جو کچھ ہاتھ لگے ان کے کھلانے پلانے میں خرچ کروں - آخر

---

[1] خرد افروز میں اس جگہ کاغذ کرم خوردہ ہے لیکن عیار دانش کی عبارت یہ ہے : 'زر در بغل کرد' صفحہ ۲۹۳ (مرتب)

متوکل ہو کر اپنے کاروبار کو کار ساز حقیقی کے حوالے کیا ۔ چرواہا همیانی کو بغل میں لیے بکریاں چراتا تھا ۔ ایک دن کسی کوے (کنویں) کے نزدیک کھڑا کہ یک بار گی کئی سوار دور سے نظر آئے ۔ اس نے اس ڈر سے کہ مبادا اشرفیاں چھین لیں ، همیانی کو کوے میں ڈال دیا اور اس لیے کہ دن آخر ہوا تھا ، بکریوں کو لے کے گھر کی طرف چلا آیا ۔ اس کے جانے کے بعد اسی زمیندار کا گزر کوے کے کنارے ہوا ۔ اچانک ایک تند ہوا ایسی بہی کہ پگڑی اس کے سر سے آڑ کر کوے میں جاتی رہی ۔ زمیندار نے کوے میں اتر کر پگڑی کی طرف جو ہاتھ پھیلایا تو همیانی اس کے ہاتھ میں آگئی ۔ نکال کر جو گنا وہی تین سو اشرفیاں تھیں ؛ اپنے گھر آکے اپنی جورو سے کہا کہ جس قدر میری اشرفیاں کھو گئی تھیں اسی قدر خدا نے پھر غیب سے مجھے دیں ۔ موافق اپنے عہد کے خرچ کرنے لگا اور اس کے عیال پر معاش کی فراغت ہوئی ۔ چرواہا جب رات کے وقت بکریوں کی طرف سے خاطر جمعی کرکے کوے کے کنارے گیا ، اس میں اتر کر بہتیرا همیانی کو (ڈھونڈھا) نہ پایا ، تب رنجیدہ و پریشان ہو جنگل میں پڑا پھرتا تھا ۔ ایک مدت کے بعد شہر میں آیا اور گزر اس کا زمیندار کے گھر ہوا ۔ اس نے اس کی مہمانی کی اور کھانا کھانے کے بعد ہر طرح کی گفتگو درمیان آئی ۔ چرواہا ادھر آدھر کی باتیں کہتا تھا اور زمانے کی شکایت کرتا تھا اور اس کے بات کرنے میں اس کی آنکھوں سے آنسوں بہتے تھے ۔ زمیندار نے رونے کا سبب پوچھا ''اس نے ایک آہ ماری اور جواب دیا کہ کیا پوچھتے ہو ، تین سو اشرفیاں میرے پاس تھیں کہ

میری زندگی اس سے بہ خوبی کٹتی ۔ ایک روز قزاقوں کے ڈر سے میں نے فلانے کوے میں وہ ہمیانی ڈال دی ، دوسرے دن جو میں نے اس میں اتر کر ڈھونڈھا ، اس کا کچھ نشان نہ پایا ۔'' زمیندار اس بات کے سنتے ہی گھبرا کر اٹھا اور جاکر اپنی جورو سے کہا ''ان دیناروں کو میں نے حلال روزی جانی تھی اور دل کھول کے بے دریغ خرچ کرتا تھا ، معلوم ہوا کہ اس مہمان کا حق ہے ، اب بہتر یہ ہے کہ جو کچھ باقی ہیں بطور تحفے کے اسے دوں اور اس بھید کو چھپاؤں کہ اس میں اس کی خاطر داری ہو گی اور ہم بھی اس آفت سے چھوٹیں گے ۔ اگر وہ حقیقت معلوم کرے گا تو تمام دینار مانگے گا ، میں کیوں کر دے سکوں گا کہ قدرت نہیں رکھتا ہوں ۔'' عورت نے اس صلاح میں اس کی موافقت کی اور کہا حق حقدار کو دیا چاہیے اور آپ قناعت سے رہیے، حق تعالیٰ عوض اس کا پھر دے گا ۔ غرض زمیندار نے سو اشرفیاں جو باقی رہ گئی تھیں ، بطور تحفے کے چرواہے کے آگے رکھیں اور اس نے ممنون ہو کر اٹھا لیں اور دل میں اپنے کہا کہ یہ آثار دولت کے ہیں ۔ اس سے امید پڑتی ہے کہ باقی بھی ہاتھ لگیں گی ۔ اب ان کو اچھی طرح سے رکھیے تاکہ پھر ایسی تصدیع میں نہ پڑیے ۔ تب اس نے اس لاٹھی کو کہ جس سے بکریاں چراتا تھا ، اندر سے خالی کر اس میں اشرفیاں بھر دیں تا کوئی دریافت نہ کرے ۔ ایک دن کسی بڑی ندی کے کنارے کھڑا تھا ، لکڑی ہاتھ سے چھٹ کر ندی میں گری ۔ ہر چند چاہا کہ اٹھاوے ، نہ ہوسکا اور وہ بہہ کر دور نکل گئی ۔ اتفاقاً زمیندار اسی ندی کے کنارے کہیں نہاتا تھا ، اس نے دیکھا کہ

ایک لاٹھی اس کی طرف بہی چلی آتی ہے ۔ جب نزدیک آئی اسے اٹھا کر اپنے گھر لے گیا ۔ اس کی بی بی کھانا پکاتی تھی اور لکڑیاں ہو چکی تھیں ۔ زمیندار نے اس لکڑی کو پھاڑا کہ اس سے کھانا پکے ۔ اچانک دامن اس کا اشرفیوں سے بھر گیا ۔ ان کو جو گنا تو سو تھیں ۔ سجدہ شکر کا بجا لا کر پھر بخشش کا ہاتھ کھولا ۔ تین روز گزر چکے تھے کہ چرواہا پھر اس کے گھر میں آیا ۔ پہلی دفعہ سے زیادہ گھبرایا ہوا تھا ۔ احوال اس لکڑی اور اشرفیوں کا بیان کیا ۔ زمیندار نے کہا ”سچ کہہ کہ پہلی بار وہ اشرفیاں جو تیرے پاس سے گم ہوئی تھیں ، کہاں سے پائی تھیں اور کس طرح جمع کی تھیں ؟“ اس نے سچ سچ بیان کیا کہ فلانے روز فلانے چشمے کے کنارے میں نے ایک ہمیانی پائی تھی کہ اس میں تین سو اشرفیاں تھیں اور یہ سو تم نے آپ مجھے دیں تھیں ۔ زمیندار نے مسکرا کر کہا ”دریافت کر کہ ہمیانی چشمے کے کنارے میں بھول گیا تھا اور کوے (کنویں) کے اندر بھی میں نے پائی تھی اور سو اشرفیاں جو باقی تھیں تجھے دی تھیں اور پھر لکڑی میرے ہاتھ لگی اور وہ سو جو اس کے اندر تھیں یہی ہیں جو میں خرچ کرتا ہوں ۔“ چرواہے نے حیران ہو کر کہا ”اے دھقان ! تم نے مجھے دانش سکھائی ، میں سمجھا کہ کوئی کسی کی روزی نہیں کھا سکتا ہے ۔“

غرض اس قصے کے کہنے سے یہ ہے کہ چاہیے کہ تم بھی قناعت کو ہاتھ سے نہ دو اور پاؤں توکل کے دائرے سے باہر نہ رکھو کہ وہ مہربان روزی رساں ہم کو

(بے روزی[1]) نہ رکھے گا۔" القصہ وہ دن انھی باتوں میں تمام ہوا۔ دوسرے روز دھقان بچے نے کہا "تم خاطر جمع رکھو کہ میں اپنا تخم بوتا ہوں، تم سب اس سے پھل پاؤ گے۔ جب ماندگی رفع ہو جائے، ہر کوئی نوبت بہ نوبت گزران کی کوئی صورت کرے کہ دنیا عالم اسباب ہے، اسباب کے بہم پہنچانے میں سعی کرنا توکل کے بر خلاف نہیں۔" سب یار اس بات پر متفق ہوئے۔ پہلے زمیندار بچے نے شہر کے دروازے پر آ کر پوچھا کہ اس شہر میں ان دنوں کس چیز کی زیادہ خواھش ہے؟ لوگوں نے کہا "اس ایام میں سوکھی لکڑیوں کی بہت خواہش ہے اور بڑے مولوں بکتی ہیں۔" جوان پہاڑ کی طرف گیا اور سوکھی لکڑیوں کے گٹھے باندھ کر شہر میں لایا اور دس درم کو بیچ کر نفیس نفیس کھانے کی چیزیں مول لیں اور یاروں کے آگے لا دھریں۔ شہر سے نکلتے وقت دروازے پر لکھ دیا کہ ایک دن کی محنت کا محاصل دس درم ہے۔ القصہ اس روز دھقان بچے کی بدولت چین سے یاروں نے کھانا کھایا۔ دوسرے دن یاروں نے جوان حسین سے کہا کہ آج اپنی صورت سے ایک وجہ ایسی ٹھہرا کہ جس سے یاروں کو فراغت ہو۔ جوان اٹھا اور متفکر ہو کر شہر کی طرف چلا۔ دل میں اپنے کہا کہ مجھے کوئی کام نہیں آتا ہے اور بے مطلب حاصل کیے پھرنا بھی مناسب نہیں۔ اسی حیص بیص میں

۱۔ 'خرد افروز' میں اس جگہ کاغذ کیڑوں نے کھا لیا ہے لیکن 'عیار دانش' کی عبارت 'بی روزی ندارد' ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۵۔ مطبوعہ ۱۸۹۴ء نول کشور کانپور۔ (مرتب)

شہر میں آیا اور فکر مند ہو کر ایک کوچے کے سرے پر بیٹھا؛ اتفاقاً ایک خوب صورت رنڈی جو بڑی مال دار تھی، ادھر کو آ نکلی اور اس پر فریفتہ ہو گئی اور اپنی لونڈی سے کہا کہ کوئی تدبیر ایسی کر کہ یہ جوان ہاتھ لگے۔ کنیزک نے جوان کے پاس آ کر کہا ''میاں گبھرو! میری بی بی نے تمھیں سلام نیاز کہا ہے اور پوچھا ہے کہ تم اس شہر میں مسافر سے نظر آتے ہو اس لیے کہ مسافر شکستہ دل ہوتے ہیں۔ میرے یہاں جگہ اچھی ہے، اگر تشریف لاؤ اور میرے مکان کو اپنے جمال سے زیب دو تو میں اپنی زندگی کا پھل پاؤں گی اور تمھیں بھی کچھ زیان نہ ہوگا۔ جوان التماس اس کا قبول کر اس عورت کا مہمان ہوا۔ دن بھر اس کے ساتھ اختلاط کرتا رہا۔ جب شام ہوئی اس نے آنے کا قصد کیا۔ عورت نے سو درم تواضع کرکے معذرت کی۔ اس نے یاروں کے واسطے کھانے کا سر انجام لیا اور شہر کے دروازے پر لکھا کہ حسن کے ایک دن کا مول سو درم ہے۔ تیسرے روز سوداگر بچے سے کہا کہ آج ہم تمھاری دانش و کاردانی کے مہمان ہیں۔ وہ قبول کرکے شہر میں گیا۔ اتفاقاً دیکھا کہ ایک کشتی انواع و اقسام کے مال سے لدی ہوئی دریا کے کنارے لگی ہے اور شہر کے لوگ اس لیے کہ سستی بکے، اس کے لینے میں ڈھیل کرتے ہیں، سوداگر[۱] بچے نے اس کو مناسب قیمت میں مول لیا اور اسی

۱۔ 'سوداگر بچے نے اس کو مناسب قیمت میں مول لیا اور اسی روز نقد بیچ کر ہزار درم نفع کیے' یہ ترجمہ 'عیار دانش' کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

روز نقد بیچ کر ہزار درم نفع کیے اور یاروں کے واسطے سامان مول لے کر شہر کے دروازے پر لکھا کہ عقل کے ایک روز کا محاصل ہزار درم ہے ۔ چوتھے روز یاروں نے شاہ زادے سے کہا کہ تم ہمیشہ توکل کا دم مارتے ہو اور کام تسلیم و رضاے الٰہی کے حوالے کرتے ہو ، اب اگر تمہیں اس وصف سے بہرہ ہے ، ہمارے لیے متوجہ ہو ۔ شاہ زادہ ان کی بات مان کر عالی ہمتی اور توکل درست سے شہر کی طرف چلا ؛ قضا را اس ملک کے بادشاہ کی وفات ہوئی تھی ، لوگ سوگ وار تھے ، تماشا دیکھنے کے ارادے سے بادشاہ کے محل کی طرف گیا اور ایک طرف چپکا بیٹھا ۔ دربان نے دیکھا کہ تمام لوگ روتے ہیں اور ایک آدمی کونے میں چپ بیٹھا ہے اور ان کے ساتھ ماتم میں شریک نہیں ۔ سوچا کہ شاید یہ کوئی جاسوس ہوگا اس لیے اسے سخت سست باتیں کہیں ۔ بادشاہ زادہ غصے کی آگ کو صبر کے پانی سے بجھا ، چپ ہو رہا ۔ جب جنازہ بادشاہ کا لے گئے اور دیوان عام

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

عبارت کا نہیں ہے بلکہ 'انوار سہیلی' کی عبارت کا ہے ۔ عیار کی عبارت یہ ہے : ''اہل شہر در خریدن آن آرزو نمی کردند تا کسادی پذیرد ۔ سوداگر پسر اسباب یاران جمع نمود۔'' لیکن 'انوار سہیلی' کی پوری عبارت یوں ہے : ''اہل شہر در خریدن توقفی می کردند تا کسادی پذیرد و بازرگان بچہ آن را بہ قیمتی لایق بخرید و ہماں روز بنقد فروختہ ہزار دینار سود کردہ اسباب یاران مہیا گردانید ۔'' عیار دانش صفحہ ۲۹۶ ، انوار سہیلی صفحہ ۳۴۷ ۔ مطبوعہ نول کشور ۱۸۹۴ء ، ۱۸۸۰ء (مرتب)

خالی ہوا ، وہ ادھر آدھر تکنے لگا ۔ دربان پھر اس کے پاس آیا اور اسے پکڑ کے قید کیا ۔ جب رات ہوئی اور شاہ زادے کی خبر یاروں کو نہ پہنچی ، آپس میں کہنے لگے کہ بے چارے نے مدار کار اپنا توکل پر رکھا تھا ، تجربے کے وقت جب اس سے کچھ فائدہ نہ دیکھا ، ہماری رفاقت سے کنارہ کیا ، کاش ہم اس کو یہ تکلیف نہ دیتے ۔ دوسرے دن شرفا اور اہالی موالی شہر کے اور ارکان دولت جمع ہو کر چاہتے تھے کہ کسی کو تخت پر بٹھاویں ، اس لیے کہ ان کے بادشاہ کا کوئی وارث نہ تھا اور اس بات میں ہر طرح کی مشورت کرتے تھے ۔ دربان نے کہا ”اس بھید کو چھپائیے کہ میں نے ایک جاسوس کو پکڑا ہے ، مبادا کوئی رفیق اس کا ہو اور اس گفتگو کی خبر پاوے تو ایک خلل پیدا ہوگا“ اور ماجرا شاہ زادے کا اور حقیقت اپنے ایذا دینے کی بیان کی ۔ ارکان دولت نے اسے بلوایا ۔ جب نظر ان کی اس پر پڑی ، سمجھے کہ اس میں اطوار جاسوسی کے نہیں ہیں اور اس کی پیشانی سے شکوہ بزرگ منشی کی دریافت ہوتی ہے ؛ تعظیم کر کے احوال پوچھا ۔ شاہ زادے نے بادشاہوں کا سا جواب دیا ۔ حسب و نسب اپنا بیان کیا اور احوال اپنے ماں باپ اور بھائی کا کہہ سنایا ۔ اتفاقاً اس شہر کے بزرگوں میں سے چند اشخاص اس کے باپ کی ملازمت کو گئے تھے اور اس صدف سلطنت کے گوہر کو پاے تخت میں بیٹھے دیکھا تھا ۔ انھوں نے پہچانا اور شرافت و آئین اس کے باپ کا بیان کیا ۔ سبھوں نے اس کے اطوار پسند کر کے بالاتفاق کہا کہ اس خطے کی بادشاہت کے لایق یہی ہے ، کیوں کہ اس کی ذات میں شرافت و پاکیزگی نسب کی ہے ،

یقین ہے کہ عدل و انصاف اور رعیت کی حفاظت کرے گا۔ تب اسی روز شاہ زادے کو تخت پر بیٹھالا۔ اس نے توکل کی بدولت ایسی دولت پائی۔ اور جو کوئی توکل پر مستقل رہے اور نیک نیتی و راست اعتقادی بے نیاز کی درگاہ میں رکھے، یقیناً مطلب اس کا بر آوے۔ اس ملک میں ایک رسم تھی کہ بادشاہوں کو پہلے روز ایک سفید ہاتھی پر سوار کرکے شہر کے گرد پھراتے تھے، اس کے لیے بھی یہی رسم بجا لائے۔ شاہ زادہ جس وقت شہر کے دروازے پر پہنچا اور باتیں جو یاروں نے لکھی تھیں، پڑھیں، فرمایا کہ اس کے نزدیک لکھ دیں کہ ہنر و صورت اور عقل کامل سے اس وقت ثمرہ ملے کہ جب تقدیر ایزدی موافق اس کے حکم کرے، اور حالت اس آدمی کی جو پہلے روز زندان میں قید رہے اور دوسرے دن ایوان سلطنت میں تخت زر نگار پر بیٹھے، عبرت کے لیے بس ہے۔ اور دریافت کیا چاہیے کہ توکل کیا ہے، بڑا گنج ہے۔ پھر بادشاہی محلوں میں آیا اور حکومت کرنے لگا اور یاروں کو بلوا کر ان میں سے جو دانا تھا، اس کو وزیر کیا اور دھقان بچے کو اسباب و املاک خاص کا داروغہ، اور صاحب جمال کو خلعت و مال بہت سا دے کر فرمایا کہ اگرچہ جدائی تجھ جیسے یار کی ناگوار ہے، پر تجھے اس خطے میں رہنا صلاح نہیں، مبادا عورتیں تیرے حسن دل فریب پر عاشق ہوں اور فساد برپا ہووے۔ تب محفل کے بزرگوں کی طرف منہ کرکے کہا کہ تم میں بہت لوگ دانش و کفایت اور شجاعت میں مجھ سے زیادہ ہیں، پر بادشاہی خدا کے فضل اور نصیب کی یاوری سے ملتی ہے۔ میرے رفیقِ ہنر میں کوشش کرتے

تھے اور ہر ایک کو ایک ایک دست آویز حاصل تھی ، پر میں اپنی دانائی و شعور پر اعتماد نہ رکھتا تھا اور کسی کی یاری و پشتی پر بھروسا نہ کرتا بلکہ اپنے کام کی بنا توکل پر رکھی تھی اور راضی برضائے الٰہی تھا ۔ ارباب مجلس سے ہر ایک اٹھ کر آفریں کرتا تھا اور سنجیدہ باتیں حسب حال کہتا ، اور تمام لوگ ہزار طرح سراہتے تھے ؛ اس میں ایک بڈھا ، صاف دل ، خوش تقریر اٹھ کھڑا ہوا اور شرطیں دعا و ثنا کی بجا لا کر اس نے عرض کی کہ اے بادشاہ کامگار ! اگر حکم عالی ہو تو قضا و قدر کے باب میں کہ پہلے اس کی بات در پیش ہوئی تھی ، بندہ ایک سرگزشت عرض کرے ۔ بادشاہ نے فرمایا "جو کچھ کہ تجھے معلوم ہے کہہ ۔"

حکایت

بڈھے نے کہا "میں ایک بڑے آدمی کی خدمت میں رہتا تھا ۔ جب دنیا کی بے وفائی معلوم ہوئی اور فریب سے اس مکار کے واقف ہوا ، اہل جہاں سے کنارا کیا اور جو کچھ عقل کے نزدیک واجب ہے ، اس میں مشغول ہوا ۔ ایک روز میں نے بازار میں دیکھا کہ چڑی مار دو ھدھد بیچتا ہے اور وے دونوں زبان حال سے آپس میں غم دل بیان کرتے ہیں اور خدا کی درگاہ سے اپنی رہائی مانگتے ہیں ۔ مجھے ان کے حال پر رحم آیا اور میں نے چاہا کہ اپنی نجات کے لیے ان کو مول لوں اور چھوڑ دوں ۔ شکاری نے ان کی قیمت دو درم کہی اور میرے پاس بھی دو ہی درم تھے ، میں فکر مند کھڑا ہوا ؛ دل ان درموں کے خرچ کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا اور جی جانوروں کی طرف لگ

رہا تھا ۔ آخر میں نے توکل کیا اور دونوں کو مول لے کر شہر سے نکل چھوڑ دیا ۔ انھوں نے دیوار کے اوپر بیٹھ کر مجھے پکارا اور جیسا آئین حق شناسی کا ہے ، معذرتیں کیں اور کہا ''اب تیرے ادائے حق کی طاقت ہمیں نہیں ، پر اس دیوار کے نیچے ایک صندوقچہ قیمتی جواہر کا گڑا ہے ، کھود کر نکال لے ۔'' مجھے ان کے اس کہنے سے سخت تعجب ہوا ۔ میں نے کہا ''طرفہ تماشا ہے کہ صندوقچہ زمین کے نیچے گڑا دیکھتے ہو اور دام سے جو خاک کے تلے بچھا رہتا ہے ، غافل رہتے ہو ۔'' انھوں نے جواب دیا کہ جب قضا آتی ہے ، عقل کی آنکھیں سی دیتی ہے اور جو کچھ تقدیر کا بدا ہے کسی طرح سے نہیں ٹلتا ہے ؛ ایسے مقام میں نہ دانا کی بصیرت رہے ، نہ عارف کی بصارت کام کرے ۔ القصہ اے جہاں پناہ ! میں نے دیوار کے تلے کھودا اور صندوقچہ جواہر کا نکال لیا ۔ وہ مع جواہر میرے پاس ہے ، التماس یہ رکھتا ہوں کہ آپ حکم کیجیے تو اس کو خزانے میں داخل کروں ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تو نے بیج بویا اور پھل اس کا پایا ، کسی کو اس میں شرکت نہیں پہنچتی ہے اور یہ جواہر دانش جو تو نے نثار ہماری مجلس پر کیے ، یہی ہمارے لیے بس ہیں ۔ کوئی گوہر قیمتی سخن کو نہیں پہنچتا ہے ۔ سبھوں نے شاہ زادے کے ذہن و ذکا پر آفرین کی اور اس کی اطاعت میں بہ دل و جان مصروف ہو کر اپنے اختیار کی باگ کو اس کے حوالے کر، اس کے ظل رافت میں اوقات کاٹنے لگے ۔

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ راضی بہ رضائے الٰہی ہو کر جو کچھ کہ کام

سنوارے ، کارساز حقیقی کی عنایت سمجھے کہ عقل اور حسن اور ھنر بغیر تقدیر ایزدی کے کچھ کام نہیں آتے ، جیسے روم کا بادشاہ زادہ اپنے رفیقوں کے ساتھ کہ ایک ان میں سے عقل پر نازاں تھا اور دوسرا حسن پر اور تیسرا اپنی بزرگی پر اعتماد رکھتا تھا ، توکل کر کے یاروں کو بھی توکل پر لاتا تھا اور ان کی تسلی کے لیے قصہ زمیندار کے ھمیانی کھونے اور توکل کی بدولت پھر پانے کا شرح وار کہہ سنایا ، یہاں تلک کہ ان میں سے ھر ایک کو موافق نیت کے ایک دولت ملی، اور بادشاہ زادہ توکل کی بدولت سلطنت کو پہنچا اور بخت بلند کی مدد سے اچھی باتیں جو دولت کی رھنما ھو سکیں ، درمیان لایا اور توکل کے فایدے بیان کیے ۔ اھل مجلس سے ھر ایک نے دل پسند باتیں کہیں ، یہاں تلک کہ ایک دانا بڈھے نے قصہ اپنے توکل اور ھدھد کے مول لینے کا اور بتانا ھدھدوں کا جواھر کے صندوقچے کو بادشاہ کی بات کی دلیل کے لیے کہا اور عرض کیا کہ اس کو خزانے میں داخل کیجیے۔ بادشاہ نے بوڑھے کی عقل افروز باتوں سے خوش ھو کر وہ صندوقچہ اسی کے حوالے کیا ۔ حاضران مجلس نے بادشاہ پر آفرین کی اور یک بارگی اس کی خدمت میں دل لگایا ۔

خلاصے کا خلاصہ یہ ھے کہ دانا کو چاھیے کہ دنیا کے اسباب پر اعتماد نہ کرے تو ظاھر و باطن سے کامیاب ھو، جیسے بادشاہ زادہ اور وہ صاف دل بڈھا توکل کی بدولت مطلب کو پہنچے اور آرام سے زندگانی بسر کی ۔

جب بیدپاے برھمن نے ان قصوں سے فراغت کی اور هوشنگ کے وصیت نامے کے مضمون کو تمام بیان کیا ، راے دابشلیم نے شکر رھنمائی کا اور تعریف اس کی دانش مندی

کی گر کے چاہا کہ بہتر سے بہتر تحفے اور ہدایا برہمن کی نذر کرے تا کہ اس کے قبول کرنے سے اس کا جی خوش ہووے - برہمن نے کہا ''جہاں پناہ ! ایک مدت گزری ہے کہ دنیا سے ہاتھ اٹھا ایک گوشے اور توشے پر میں نے قناعت کی ہے - ایسی چیزیں تم ہی کو مبارک ہوں کہ خدا نے تمھیں انتظام عالم کے لیے مقرر کیا ہے اور وہ بغیر اسباب کے ہو نہیں سکتا ، اور مجھے درویشی کے واسطے پیدا کیا ہے ، مجھے آپ سے کیا نسبت ہے - جہاں آپ کی عقل کام کرے ، مجھے کیا رتبہ کہ اس درجے کو پہنچوں -'' برہمن ہر چند دل پسند باتوں سے بیان کرتا تھا کہ اے جہاں پناہ ! لباس بادشاہی و ملک گیری کا اور سامان و سرانجام اس کا اور ہے اور تلاش فقیری و گوشہ نشینی کی اور سربراہی اس طریقے کی اور ہے ، اور ان چیزوں کو چھوڑ کے دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہونا عقل کے نزدیک بد ہے کہ وہ آثار خدا کی نارضامندی کے ہیں -'' رائے اپنی التماس پر منت کرتا تھا ، یہاں تلک کہ برہمن نے کہا ''اے بادشاہ ! جو آپ بہت[1] بجد ہوتے ہیں تو کچھ اس میں سے لے لیتا ہوں لیکن امید ہے کہ دستورالعمل دانش کا جو آپ سے میں نے کہا ، اگر وقت وفا کرے ، خزانۂ دل سے نکال کے کتاب میں رکھیے تو رہنمائی دولت مندی کی کرے ، اور شاید کہ اس وسیلے سے کوئی دل

۱- ''جو آپ بہت بجد ہوتے ہیں'' ترجمہ ہے ''اگر بسیار بجدی'' (عیار صفحہ ۲۹۹) - اردو میں بجد ہونا اور بضد ہونا دونوں صحیح ہیں لیکن اب بجد ہونا مستعمل نہیں - (مرتب)

خوش ہو اور اس کی خوشی سے میری مشکل آسان ہو اور اپنے باطنی مطلب کو پہنچوں ۔ اور جب تیرا دل شاد ہو ، میری حاجت روائی خدا کی درگاہ سے مانگیو کہ بادشاہوں کا رتبہ خدا کی درگاہ میں بڑا ہے اور یہ کم اتفاق ہوتا ہے کہ آرزو ان کی نہ بر آوے ۔،، تب رائے بیدار بخت اس بات کو قبول کر کے اپنے وطن کو چلا ۔ خدا کے فضل سے اپنے دار السلطنت میں پہنچ کر جو کچھ جواہر دانش کے پائے تھے، جمع کر کے ایک کتاب بنائی اور ہمیشہ مدار کاموں کا اسی پر رکھ بادشاہی کرتا تھا ۔ تھوڑے سے عرصے میں اہل جہان ظاہر و باطن کی دولت کو پہنچے اور عالم ظاہر و باطن نے کمال انتظام پایا ۔ جب خجستہ رائے نے یہ دل چسپ قصہ اول سے آخر تلک بیان کیا ، فرخ فال نے خوش ہو کر اس کو بادشاہی نوازشوں سے سرفراز فرمایا اور خدا کی درگاہ میں عہد کیا کہ اس دانائی کے دستورالعمل کے خلاف جو کارنامۂ آفرینش ہے ، کوئی کام نہ کروں گا اور کہا ،،اے وزیر ! اگرچہ قبل اس کے داناؤں کی باتیں میری سمع میں پہنچی تھیں پر تاثیر نہ کرتی تھیں ؛ اب جو انہوں نے تمام اثر کیا ہے سو تیری پاک دلی و درست نیتی کے آثار ہیں ۔ داناؤں کے نزدیک یہ مقرر ہے کہ باتیں ہر چند ٹھیک ہوں پر گوئندے کی کدورت سے صفائی کا نتیجہ نہیں بخشتی ہیں اور نصیحتیں باوصف اس کے کہ محض حکمت ہوں، کہنے والے کی تیرہ دلی کے سبب تاثیر نہیں کرتیں ۔،، وزیر نے عرض کی ،،جہاں پناہ سچ فرماتے ہیں ، لیکن ہزار شکر کہ جو کچھ مجھے حاصل ہے آپ ہی کی ملازمت کی بدولت ہے ، اور آپ ہی کے دسترخوان کا

ریزہ خوار ہوں۔" جب بات یہاں تلک پہنچی، فرخ فال ان نصیحتوں کو ہمیشہ رائے دابشلیم کے طور پر عمل میں لاتا اور روز بروز مرتبہ اس کا بڑھتا جاتا اور یہ قصہ جو دیباچۂ دانش ہے، زمانے کے صفحے پر یادگار رہا اور نیک نامی کہ جس کو حکما زندگانی کہتے ہیں، زمانے میں باقی رہی۔

تمام شد جلد دوم 'خرد افروز'

شکر خدا کا کہ یہ کتاب **خرد افروز**، جو آداب سلطنت کے واسطے دستور العمل، تاج سعادت کے لیے دریکتا، بازوے دانش کا تعویذ، لڑکوں کی بازی، بوڑھوں کی موجب سرفرازی ہے، شہر ذی الحج کی دسویں تاریخ بارہ سو سترہ هجری (۱۲۱۷ھ) میں یک شنبے کے دن موافق اٹھارہ سو تین عیسوی (۱۸۰۳ء) و مطابق تاریخ بائیسویں ماہ چیت ۱۲۰۹ء بنگلہ کے حسن انصرام کو پہنچی۔ پزرویہ طبیب۔ نوشیرواں عادل کے حکم سے هندوستان میں آکر کتاب 'کرٹک دمنک' زبان پہلوی میں ترجمہ کرکے وادی طلب کے پیاسوں کو سیراب کیا تھا۔ بعد اس کے ابو منصور دوانقی کے وقت جب ابوالحسن عبداللہ بن المقفع نے اس پردہ نشین شبستان فکر کو لباس عربی پہنایا، عرب بھی اس کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ پھر سلطان محمود غزنوی کی حسب فرمایش ابوالمعالی نصراللہ مستوفی نے اسے زیور فارسی سے آراستہ کیا، لیکن نقاب استعارات عرب کے اس کے چہرے پر اس طرح ڈالے کہ دیدار کے طالب جمال مقصود کے نہ دیکھنے سے گھبرائے۔ اس واسطے امیر شنجم سہیلی کے حکم سے مولانا حسین واعظ نے ان پردوں کو اٹھایا لیکن اس نے آپ نئے سر سے ایسے نقاب ڈالے کہ مشتاقوں کے ملال کا موجب ہوا۔ پھر اگرچہ

ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے حسب الحکم ابوالفضل بن مبارک نے ان نقابوں کو بالکل اٹھا کر اس کے حسن عالم افروز کو جلوہ گر کیا، پر صورت ہندی کو لباس ہندی ھی پھبتا ھے ۔ شکر خدا کا کہ عہد میں خداوند عالی شان امیر کبیر شاہ انگلستان کے اس لعبت ہندی نے لباس ہندی سے آرایش پائی، اور جس طرح سے مسافر اپنے وطن میں پہنچے، اپنے وطن اصلی میں پہنچ کر ان طالبوں کو جن کے یہ ورد زبان تھا، **مصرع :**

آٹھا نقاب کہ ھم منتظر ھیں جلوے کے

تسلی بخشی ۔ سچ کہ یہ نسخہ اندھوں کی آنکھ، بیناؤں کی آنکھوں کی پتلی ھے ۔ آگے یہ فارسیوں کی آنکھوں کا کحل الجواھر تھا، اب ہندیوں کی نظروں میں بھی سہیل یمن سا تاباں ھوا ۔ آمید ھے کہ بعد میرے یہ یاد گاری زمانے کے صفحے پر باقی رھے ۔ **بیت**

لکھا میں اسے صرف کر روزگار
رھے گی مرے بعد یہ یادگار

سم خط هندی

مخفی نہ رہے کہ ہندی کی جتنی کتابیں خواہ نظم خواہ نثر نستعلیق یا نسخ خط میں چھاپا ہوئیں، سب جناب جان گلکرسٹ صاحب کے رسم خط کے موافق ہیں، اس لیے کہ لوگوں کو عبارت پڑھنے میں آسانی ہو، کیوں کہ جو کتاب کہ اس رسم خط کے موافق نہیں اس کے پڑھنے میں اور تو کیا، اہل ہند کہ جن کی یہ زبان ہے، وہ بھی اٹکتے ہیں ۔ علی الخصوص یا ے معروف و مجہول میں، کیوں کہ جب تک لفظ کے معنی اور مرجع ضمیروں کا بہ خوبی دریافت نہ کیا جائے اور صورت تحریر ایک ہی ہو تو البتہ اس کے پڑھنے میں غلطی ہوگی اور وے لوگ کہ جنھوں نے بے قاعدے نہ دیکھے اور مطلق اس رسم خط سے آشنا نہیں، اگرچہ چھاپے کی کتابیں دیکھتے دیکھتے مہارت ہو جاتی ہے اور اجمالاً اس قاعدے سے واقف ہو جاتے ہیں، لیکن ابتداً تو نہایت بھٹکتے ہیں بلکہ جا بجا اٹکتے ہیں ۔ مثل مشہور 'محنت برباد گنہ لازم' ۔ پس ان کے حق میں بے قاعدے بے فائدہ ہیں بلکہ وہی نقص جیسے کا تیسا باقی رہا ۔ اس لیے بہ نظر فائدۂ عام اس رسالے کا خلاصہ جو جناب جان گلکرسٹ صاحب نے رسم خط کے لیے ایجاد کیا ہے، اس کتاب کے ساتھ چھپوایا تاکہ جو اس خلاصے کو دیکھے بہ خوبی ہندی کتابوں کے پڑھنے پر قادر ہو اور بے کھٹکے

آنکھ موندے اپنی منزل مقصود کو پہنچے ۔

ایک کلمے کے حروف سوائے حرف علت ساکن بدون نشان فتحہ وسکون کے ہمیشہ مفتوح و ساکن تلفظ میں رہیں گے ، مگر جہاں نشان فتحہ ضرور ہوگا دیا جائے گا ۔ اگر مضموم یا مکسور ہیں ، نشان کسرے اور ضمے کا دیا جائے گا اور کسی حرف کے واسطے علامت سکون کی خطاً معین نہیں کی گئی ۔

پہلا حرف متحرک ہے خطاً سوائے فتحہ کے اور دوسرا ساکن بغیر علامت کے ، اگر مفتوح نہ ہو وا"لا متحرک خطاً ہوگا ۔ تیسرا متحرک ہے بدون نشان فتحہ کے ، اگر ساکن نہ ہو ۔ چوتھا ساکن ہے بدون علامت کے جو متحرک نہ ہو ۔ حرف پانچویں اور چھٹے کو بھی باترتیب مثل تیسرے اور چوتھے کے قیاساً جاننا چاہیے اور آخر حرف کلمے کا ہمیشہ ساکن ہے ، اگر اضافت و عطف نہ ہو مگر کئی لفظ مرکب عربی کے مثلاً اقبالہ' و علیہ وغیرہ۔

واسطے رفع اشتباہ کے جو واو یا 'یا' اور کوئی حرف مفتوح کلمہ ثلاثی وغیرہ میں بجائے عین کلمے یا سوائے عین کلمے کے آویں سو ان کو خطاً مفتوح کیا گیا ؛ مثلاً ہوا، خبر و لاجورد و پرورد ۔

واو ویائے معروف دونوں بغیر نشان کے ہیں اور صورت ان کی کلمے کے بیچ میں ایسی 'و' 'ی' اور آخر میں ایسی 'و' ، 'ی' مگر یائے شوشہ دار کے نیچے دو نقطے ہیں اور یائے دامنی بدون نقطوں کے ہے ۔ چنانچہ نور، نیر، تو، کی ۔

واو مجہول مطلقاً اور یائے مجہول جو بیچ میں واقع ہو اس کی علامت کا نشان جزم مدور مقرر کیا ۔ صورت اس کی

یہ ھے °و، °ے اور یاے مجہول آخر میں معکوسی بدون نقطے کے لکھا جیسا 'کے' اور 'واو' یاے ساکن ما قبل مفتوح کی علامت کا نشان جزم غیر مدور ٹھہرایا اور صورت ان کی کلمے کے بیچ میں بے نقطہ بہ صورت یاے ثلثی کے لکھا جیسا سنو، کی ۔

واو جمع کا ہمیشہ مجہول رھتا ھے، اس واسطے کوئی علامت اس کی مقرر نہیں کی؛ مثلاً لڑکو، لڑکوں ۔ یاے مشمومہ کے نیچے دو نقطے کھڑے دیے گئے تاکہ درمیان لفظ کیا اور کیا کے امتیاز ہو اور جو ہمزہ ملیّنہ مثل لفظ گھایل وغایب و آزمایش وغیرہ میں ھے، اسے بہ صورت یاے غیر منقوط مکسور کے لکھا اور اس کے اوپر ہمزہ بنایا جوں گھائل و غائب و آزمائش ۔

نون مغنونہ اگر ان حرفوں ب پ د ج چ ک گ کے ساتھ نہ آوے، تب تو اس کی علامت حروف کے بیچ میں بہ صورت جزم مدور کے ایسی ھے °ے اور آخر میں صورت اس کی نون بے نقطہ ایسی 'ں' اور نون اظہار جیسا تلفظ و صورت میں قدیم تھا ویسا ہی رہا جوں 'منجن' ۔ الف مقصورہ جو بہ صورت یا کے ھے، اس کے دامن میں ایک نشان بہ صورت خنجری زبر کے دیا گیا جیسا 'موسلی' اور الف ممدودہ پر مد جوں 'آب' اور حرف مشدد پر تشدید لکھا ۔

یہ قاعدہ جو گلکرسٹ صاحب نے لکھا کہ یاے شوشہ دار کے نیچے نقطہ اور یاے دامنی بے نقطہ سو نستعلیق خط کا ھے اور اس خط کا رسم خط یہ ھے کہ یاے معروف دامنی کے نیچے بھی ہمیشہ دو نقطے ہیں جیسے 'هي'، 'هی' پر صورت دونوں کی ایک ہی ھے ۔ اور جس لفظ میں صوت

دراز ہو اس میں بھی ایک خنجری زبر دیا جیسا الٰہی
'زکوٰۃ' ۔ اور تاے ہندی میں دو نقطوں کے اوپر ایک خط
عرضی اور راے و دال ہندی پر بھی وہی خط عرضی
مقرر کیا ، جیسا تؕ ، ڈ ، ڑ ۔ ہاے مخفی فارسی کے لفظوں میں
جو مستعمل ہے ، ہندی میں اکثر ساتھ یاے مجہول کے بدل
ہوتی ہے ، اہل ہند کے محاورے میں جیسا 'مردے' کو ۔
اور عربی الفاظ جو قصداً و مثلاً کے مانند ہیں سو ان کے
املا کو حالت اصلی پر بحال کا بحال رکھا اور حرف کاف
فارسی پر دو مرکز جو قدیم سے ہیں سو ہی رہے ۔ باقی جو
کچھ تھی رہا سو حرفوں کے نقشے سے جو رسالے میں ہے ،
کل واضح ہوگا ۔ فقط اس میں سے ایک ہے جو تیرہ
حروف ناگری میں آتی ہے سو دو چشمی لکھی جیسے کھ
گھ کھ وغیرہ ۔

تمت

فرهنگ الفاظ

الفاظ	معانی
کھیت آنا	لڑائی میں مارا جانا
تصدیع کھینچنا	تکلیف اٹھانا ، درد سر میں مبتلا ہونا
ہیٹھا (ہیٹا)	ذلیل ، گھٹیا ، کم درجے کا
گھات کرنا	موقع کی تلاش میں رہنا ، شکار یا دشمن کے انتظار میں چھپ کر بیٹھنا
آنا کانی دینا	چشم پوشی کرنا ، ٹال جانا
ترت	ابھی ، اسی وقت ، فوراً
وقوف رکھنا	خبر رکھنا ، اطلاع رکھنا
تقید کرنا	تاکید کرنا ، تنبیہ کرنا
قضیہ کرنا	تکرار کرنا ، جھگڑنا
متبذل	مبتذل اور متبذل دونوں کے معنی ذلیل ، کمینہ ، معیار سے گرا ہوا کے ہیں ۔
ترورے	جمع ترووریا ، تلوار رکھنے والا ، تلوار چلانے والا
رلد	شرعی باتوں سے عملاً انکار کرنے والا ، لچا ، ٹھگ ، مکار
ہاتھ اٹھانا	(کسی چیز سے) مایوس ہونا ، چھوڑ دینا
ڈیٹھ بندی	جادوگری ، شعبدہ بازی
ٹنگڑی	ٹانگ کی تصغیر ہے
ددھیل	بہت دودھ دینے والی
خرس	ریچھ
چھٹک جانا	چاندنی یا ستاروں کا پھیلنا ، بکھر جانا ، علیحدہ ہو جانا
سموم	گرم زہریلی ہوا ، لوں

الفاظ	معانی
چنگی	آگ کی چنگاری
طعمہ	روزی ، خوراک
سونٹا	لاٹھی ، ڈنڈا
چنگا	اچھا ، تندرست
سیندھ دینا	دیوار میں نقب لگانا ، سوراخ کرنا
کونبھل دینا	نقب لگانا
پنڈت خانہ	جیل خانہ ، قید خانہ ، جوا کھیلنے کا اڈا
فضلہ خوار	آگے کا بچا ہوا کھانا کھانے والا
ریزہ خوار	دستر خوان یا آگے کا بچا کھچا کھانے والا
لَٹنا	دبلا ہونا ، کمزور ہونا
لادی	بوجھ ، دھوبیوں کی گٹھری
رمنا	چراگاہ ، شکارگاہ
سلسلاہٹ	سرسراہٹ ، نرم نرم کھجلی کا احساس
پنگھوڑا (پنگوڑا)	پالنا ، بچوں کا جھولا
مہد	گہوارہ ، پالنا ، بچوں کا جھولا
ہامون	میدان ، صحرا
سہج	آسان ، آہستہ
ٹھٹھہ	ہنسی مذاق ، تمسخر
چکاوک	فارسی میں کوے کے معنی میں بولا جاتا ہے لیکن یہاں پر قاز (آبی پرندہ) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔
سیانا	بڑا ، ہوشیار ، چالاک
کونج	کلنگ ، راج ہنس
ہار	چراگاہ

الفاظ	معانی
ٹکٹکی لگانا	برابر دیکھتے رہنا ، بہت غور سے دیکھنا
گردا	گول چیز ، حلقہ ، چھوٹی روٹی جو زیادہ موٹی نہ ہو ۔
پنڈ پڑنا	پیچھے پڑنا ، سر ہونا
ڈگنا	ہلنا ، ڈگمگانا
چھیپی	وہ کپڑا یا بندھی ہوئی چھڑی جس سے مکھی وغیرہ اڑاتے ہیں ۔ چھیپی کپڑا چھاپنے والے کو بھی کہتے ہیں
سیاہ گوش	گیدڑ کے قد کا ایک درندہ جانور ، بن بلاؤ انگریزی میں اسے Lynx کہتے ہیں ۔
بدرہ	عربی میں ہزار روپے کی تھیلی کو کہتے ہیں ۔ ایک قسم کا درخت
سیاست گاہ	وہ جگہ جہاں مجرم کو سزا دی جائے ، قتل گاہ
جوکھوں پہنچنا	نقصان پہنچنا ، آفت و مصیبت آنا
نسیہ	ادھار ، قرض [کون نسیہ پہ اپنا نقد گنوائے (قدر)]
اندراین	ایک قسم کا پھل ، حنظل
ناخن لینا	گھوڑے کا ٹھوکر کھا کر گرنا [توسن خامہ لیا کرتا ہے اکثر ناخن (رشک)]
ڈیڑیں مارنا	دھاڑ مار کر رونا ، خوب چلا کر رونا
تھل	ٹھور ، جگہ ، شیر کے رہنے کا بھٹ
خروار	بڑا ڈھیر ، تودہ ، اس قدر بوجھ جس کو گدھا اٹھا سکے ۔

الفاظ	معانی
ندان	آخر کار ، بعد میں ، پیچھے
ارث	میراث ، مُردے کا مال
باسن	برتن
بیڑے نواڑے	جمع بیڑا ، نواڑا کی ـ ناؤ ، کشتی ، بجرا
دبدھا	تذبذب ، تامل (کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں)
بدا ہونا	قسمت میں ہونا ، مقدر میں ہونا
بختی	تیز رفتار اونٹ ، بڑا اونٹ
نہڑانا	جھکانا ، ٹیڑھا کرنا ، خم کرنا
دل سے دھواں اٹھنا یا نکلنا	آہ [نکلنا اس کے شکوے پر دھواں دل سے نکل کر رہ گیا (جلیل)]
لدھڑک	بے دھڑک ، بے خوف و خطر
مرہم بہا	چوٹ یا زخم کا تاوان
غبغب	ٹھوڑی کے نیچے کا لٹکا ہوا گوشت
بللی	بے وقوف ، بے سلیقہ (مرد کے لیے بلّا)
لگّا ہونا	پیار و محبت ہونا ، دوستی ہونا ، تعلق ہونا
پیرا	شگون (اچھا اور برا دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے
بوتیار	فارسی میں بگلے کو کہتے ہیں
کفش گر	موچی ، جوتا بنانے والا
کوتل	خالی گھوڑا ، وہ گھوڑا جو امیروں کی سواری کے آگے دکھاوے کے لیے آراستہ ہوتا ہے

الفاظ	معانی
گہنا	زیور ، چاند یا سورج میں گہن لگنا
کلبۂ احزان	غم کدہ ، ماتم کدہ
توڑا	تھیلی ، وہ زنجیر (طلائی یا نقرئی) جو عورتیں گلے میں پہنتی ہیں ۔
بالبھی (بانبی)	سانپ کا بل ، سوراخ
کتابہ	وہ عبارت جو بطور یادگار کسی مکان کے دروازے یا پتھر پر کندہ کراتے ہیں ۔
همیانی	روپے ، اشرفی وغیرہ کی تھیلی
پشتی	مدد ، تائید ، پرورش
حیص بیص	تذبذب اور کش مکش کی حالت
بجد ہونا	مصر ہونا ، ہٹ کرنا ، اڑ جانا
پھبنا	بھلا لگنا ، اچھا معلوم ہونا ، زیب دینا
لعبت	گڑیا